55

وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ

سلسلہ دار المصنفین

(نمبر ۷۷)

اہلِ کتاب صحابہؓ و تابعینؒ

جس میں

ترانوے ۹۳ ایسے صحابہؓ، صحابیاتؓ، تابعینؒ اور تابعاتؒ کے سوانح اور کارنامے درج ہیں، جو مذہباً یہودی یا نصرانی تھے، اور مشرف باسلام ہوئے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے، جس میں جزیرۂ عرب میں یہود و نصاریٰ کی قدیم تاریخ، ان کے تمدنی و سیاسی اثرات اور انکی دینی و اخلاقی حالت کی تفصیل بیان کیگئی ہے

مرتبہ

مولوی حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

باہتمام مولانا مسعود علی ندوی

معارف پریس اعظم گڑھ میں چھپی

۱۹۵۱ء

۷۸۶

فہرست مضامین

اہل کتاب صحابہؓ و تابعینؒ

فہرست اسماء

پیش لفظ

(از مولانا عبدالماجد دریابادی)

موضوع کی ندرت یقین ہے کہ ہر پڑھنے والے کے لیے دلکش ثابت ہوگی، کس کو خیال تھا کہ یہ بھی موضوع کسی مستقل کتاب کا بن سکتا ہے؟

فاطر کائنات کے انعامات اور نوازشین کسی خاص عہد و زمانہ تک محدود نہین، صدیون پر صدیان گذر گئین، صحابیون پر بہتر سے بہتر اور کیسی کیسی جامع کتابین مرتب ہوگئین، اس پہلو کی طرف کسی کا ذہن بھی منتقل نہ ہوا کہ جو اہلِ کتاب مین سے صحابہ ہوئے ہین، مخصوص ان کا تذکرہ یکجا کر دیا جائے، یہ سعادت چودہوین صدی ہجری کے وسط کے عہد کے ایک فرزند ندوہ کیلئے اٹھ رہی تھی، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ،

خیال کو عمل مین لانا آسان نہ تھا کتنی ہی کتابین غور و استیعاب کے ساتھ پڑھنی پڑین، اور پھر بھی حالات و تفصیلات خاطر خواہ بہم نہ پہنچ سکے، سمندر کے کھنگالنے پر جتنے بھی موتی ہاتھ آگئے یہی بہت غنیمت ہین! ۶۳ صحابی صحابیات ۱۲ تابعی، ۲ تابعات کے نام اور کم و بیش حالات فراہم ہو جانا کچھ تھوڑی بات نہ ہوئی، فرط احتیاط سے مؤلف سلمہٗ خود ہی کچھ رک گئے، ورنہ چند نام تو اور اس فہرست مین بڑھ سکتے تھے،

دنیا کس طرف جا رہی ہے، روشن خیال دنیا، قلم ہاتھ مین لیے ہوئے، نفس پرستی کے کیسے کیسے نئے عنوانون کی طرف ہر روز لپک رہی ہے، اور کچھ اللہ کے بندے، اللہ اور رسول

کے نام کے دیوانے اب بھی ایسے پڑے ہوئے ہین کہ دن رات، اللہ والون، اور اللہ والیون ہی کے حالات کی ادھیڑبن مین لگے ہوئے ہین، نفع نوری اور صلہ عاجل حاصل ہو یا نہ ہو، "اجر غیر ممنون" کی توقع انھین ——— بنائے رکھنے کے لیے کافی ہے،

شروع کتاب مین عرب مین یہودیت ونصرانیت کی اجمالی تاریخ اور جغرافی نقشہ بڑے کام کی چیزین ہین ——— رسالہ بحیثیت مجموعی "بہ قامت کہتر" ہونے کے ساتھ صحیح معنی مین "بہ قیمت بہتر" ہے، اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ اسکی طبع واشاعت کا سامان بھی اُسی ادارہ کی طرف سے ہو رہا ہے، جو سیرتِ صحابہ کے سلسلہ مین خدماتِ خصوصی کا امتیاز حاصل کیے ہوئے ہے،

۲۰ اپریل ۱۹۵۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

وجہ تصنیف ندوہ کی تعلیم کا آخری سال تھا، علامہ زمخشری کی کشاف میں تفسیر سورۂ آل عمران درس میں تھی، مومنینِ اہل کتاب کے متعلق جب کوئی آیت سامنے آتی تو اس کے شانِ نزول اور مصداق کے سلسلہ میں بار بار حضرت عبد اللہ بن سلامؓ یا ایک دو اور صحابی کا نام آتا، جب سورہ کی آخری آیت

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ (الآیۃ)	اہل کتاب میں سے بعض ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو کتاب تمہاری طرف نازل کیگئی (قرآن)، اور جو کتاب ان کی طرف نازل کیگئی اس پر یقین رکھتے ہیں،

کی تفسیر شروع ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے ساتھ اصحمۃ النجاشی، اور حبشہ اور نجران کے وفود کا ذکر بھی آیا، اس وقت میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ تفسیر کی جتنی کتابیں اب تک نظر سے گذر چکی ہیں، ان سب میں یہ چیز مشترک ہے کہ جب مومنین اہل کتاب کا ذکر آتا ہے، تو ارباب تفسیر دو چار مخصوص اہل کتاب صحابہ کے علاوہ کسی اور کے نام کا ذکر نہیں کرتے، تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ میں نے اپنی اس خلش کا اظہار حضرت الاستاذ جناب مولانا شاہ حلیم عطا صاحب

صاحب سے کیا، انھون نے مذکورہ نامون کے علاوہ دو چار اور نام بتائے، اس وقت مین خاموش ہوگیا، اتفاق سے اسی روز یا اس کے دوسرے روز بخاری شریف کے درس مین یہ حدیث

لو آمن بی عشرۃ من الیھود — اگر دس یہود بھی مجھ پر ایمان لاتے تو انکی

لآمن بی الیھود — کافی تعداد ایمان لے آتی،

سامنے آئی، (حضرت شاہ صاحب ہی کے یہان بخاری کا درس بھی تھا) مین نے ان سے پھر دریافت کیا کہ کیا دس یہود بھی اسلام نہین لائے تھے؟ یہ تو اسلام کی بڑی ناکامیابی اور بے اثری کی دلیل ہے، کہ اس نے اہلِ کتاب مین کوئی مقبولیت حاصل نہین کی، جبکہ وہ اس سے بڑی حد تک قریب بھی تھے،[۱] شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس سے بہت زیادہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ ایمان لائے تھے، اس حدیث مین عام یہود نہین، بلکہ علماء اور خواص مراد ہین،[۲] اس جواب سے گو تھوڑی سی تسکین ضرور ہوگئی لیکن پورے طور پر میری خلش رفع نہین ہوئی، اور بالآخر عہد طالب علمی کی یہی خلش اس کتاب کی تصنیف کا باعث ہوئی،

ندوہ کی تعلیم کے ختم کرنے کے بعد جب مین دار المصنفین آیا، تو رہ رہ کر یہ خلش مجھے بےچین کرتی تھی، اتفاق سے ایک دن ابن ہشام دیکھ رہا تھا کہ غزوۂ بنی قریظہ اور غزوۂ بنی نضیر کے سلسلہ مین دو چار اہلِ کتاب صحابہ کے نامون پر نظر پڑی، اس سے مجھے مزید تسکین ہوئی، مین نے استاذ الاساتذہ حضرت سید صاحب قبلہ سے دریافت کیا، کہ کیا اہل کتاب صحابہ کے حالات کہین یکجا مل سکتے ہین؟ انھون نے

[۱] بعد مین یہ علم ہوا کہ اسی حدیث کے پیش نظر بعض مستشرقین خصوصیت سے تاریخ الیہود کے مصنف اسرائیل ولفنسون نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہود مین اسلام بہت زیادہ غیر مقبول رہا، (ص ۳۷)

[۲] یہ جواب عام شراح حدیث حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے دیا ہے، واقعات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، کہ چند سرداران یہود ہی عام یہود کے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے مین سدِ راہ بنے رہے، حافظ ابن حجرؒ نے ان کے نام بھی لکھے ہین،

فرمایا کہ یکجا تو نہین ملین گے، ہان ابن ہشام سہیلی اور دوسری سیر کی کتابون کا مطالعہ کرو تو متفرق طور پر ان کے نام اور حالات مل جائین گے، مین نے تلاش وجستجو شروع کردی، بہت دنون تک مغازی وسیر کی کتابون کی ورق گردانی کرتا رہا، لیکن مین نے اپنے ذہن مین جو طویل خاکہ بنایا تھا، اس مین رنگ بھرنے کا خاطر خواہ سامان ان کتابون سے بہم نہ پہنچ سکا، پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ طبقات ورجال کی کتابین دیکھی جائین، پہلے تو اس بحر زخار مین گوہر مقصود کی تلاش پر طبیعت آمادہ نہین ہوئی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ہمت عطا فرمائی، اور تحقیق وتلاش شروع کردی، برسون کی محنت وجانفشانی کے بعد جو کچھ حاصل ہوسکا وہ پیش کشِ ناظرین ہے،

مآخذ سیر کی کتابون کے بعد رجال کی کتابون مین سب سے پہلے حافظ ذہبی کی "تجرید اسماء الصحابہ" شروع سے آخر تک پڑھی، پھر استیعاب اور اسد الغابہ، اور ان سب کے بعد اصابہ کی ورق گردانی کی، اس سلسلہ مین قبائل اور مقامات کی تحقیق کی ضرورت پڑی، تو اس کے لیے کتاب الانساب سمعانی اور معجم البلدان کی طرف رجوع کیا گیا،

شروع مین تو یہ کتاب اہل کتاب صحابہ کے حالات تک محدود تھی، لیکن جب مین نے اصابہ کا بالاستیعاب مطالعہ شروع کیا تو اس مین بعض اہل کتاب تابعین کے نامون پر بھی نظر پڑی جنکو مین جمع کرتا گیا، چونکہ یہ تھوڑے تھے، اس لیے ان کو بھی اس کتاب کے آخر مین شامل کر دیا گیا،

جن بزرگون کے اہل کتاب ہونے مین شبہہ ہے بعض قبائل کے متعلق تصریح ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے، لیکن جب تک اس قبیلہ کے کسی بزرگ کے متعلق مخصوص طور پر معلوم نہین ہوگیا کہ وہ اہل کتاب مین سے تھے اُس وقت تک ان کو اس فہرست مین نہین لیا گیا، مثلاً بنو تغلب کے متعلق اسد الغابہ مین تصریح ہے کہ

لان بنی تغلب کانوا نصاری (ج ۳ ص)   اس لیے کہ بنو تغلب نصاریٰ تھے،

اسدالغابہ ہی مین دوسری جگہ ہے،

ان کثیرا من العرب قد تنصر کتغلب (ج ۲ ص ۲۲۲) بہت سے عربی قبائل عیسائی ہوگئے تھے مثلاً تغلب،

لیکن بہت سے تغلبیون کو اس فہرست مین اس لیے نہین لیا گیا ہے کہ خاص طور پر ان کے عیسائی ہونے کی کوئی تصریح نہین مل سکی،

اسی طرح حضرت تمیمؓ داری شام کے رہنے والے تھے، اور شام مین عموماً عیسائی ہی آباد تھے، حضرت تمیمؓ جب خدمت نبوی مین آئے تو ان کے اہل خاندان کا ایک وفد بھی ان کے ساتھ تھا، لیکن ان سب مین صرف حضرت تمیمؓ اور ان کی ایک عزیزہ کو اس فہرست مین لیا گیا، اس لیے کہ دوسرون کے عیسائی ہونے کی کوئی تصریح نہین مل سکی،

اسی طرح مصر کے قبطی عام طور پر عیسائی تھے لیکن بہت سے قبطی صحابہ کو اس لیے چھوڑ دیا گیا کہ ان کی قومی نسبت کے علاوہ اور کوئی ثبوت ان کے عیسائی ہونے کا نہین مل سکا،

جن بزرگون کے اہل کتاب ہونے مین شبہہ ہے انکے نام ذیل مین درج کیے جاتے ہین،

(۱) ابوہند الداری	یہ حضرت تمیم داریؓ کے چچازاد بھائی تھے، معلوم نہین انھون نے عیسائیت قبول کی تھی یا نہین،
(۲) احمد بن عبداللہ بن سلام	ان کا تذکرہ ابن ندیم نے کیا ہے[۱]، لیکن رجال کی کتابون مین حضرت عبداللہؓ بن سلام کے دو صاحبزادون حضرت یوسف اور حضرت محمد کا نام تو مذکور ہے جو شرف صحابیت سے بھی بہرہ ور تھے، لیکن احمد نام کے کسی صاحبزادہ کا تذکرہ نہین مل سکا،

[۱] ابن ندیم ص ۳۳

	ہوسکتا ہے کہ یہ محمد کی تصحیف ہو، واللہ اعلم،
(۳) تبع بن امرأة کعب الاحبار،	یہ کعب احبار کے ربیب تھے،
(۴) ذکوان بن یامین،	ان کے اسلام میں اختلاف ہے،
(۵) سلمہ بن سعد،	اصابہ میں ہے کہ یہ حضرت شعیبؑ کی قوم سے تھے،
(۶) سلمہ بن عیاض،	ان کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اہل کتاب میں تھے، لیکن تصریح نہیں ملتی،
(۷) فیروز الدیلمی	کسریٰ کے اسیر تھے، ممکن ہے کہ وہ بھی عیسائی ہوں،
(۸) ابن التیہان،	ابن ندیم نے ان کو اہل کتاب میں شمار کیا ہے[1]، اگر اس سے مراد ابوالہیثم بن التیہان ہیں تو وہ اہل کتاب میں نہیں بلکہ انصاری تھے، اور اگر کوئی اور ابن التیہان ہیں تو کتب رجال میں انکا تذکرہ نہیں ملتا
(۹) ام المهاجر الرومیة،	رومیہ کی نسبت کی وجہ سے انکے عیسائی ہونے کا امکان ہے
(۱۰) ابن جریج تابعی،	تذکرة الحفاظ وغیرہ میں ان کو رومی بتایا گیا ہے، چنانچہ اسی بنا پر صاحب فجر الاسلام نے ان کو نصرانی لکھا ہے[2]، لیکن اس قومی نسبت کے علاوہ ان کے عیسائی ہونے کا اور کوئی ثبوت رجال کی کتابوں میں نہیں مل سکا، اسلیے انکا نام اس فہرست میں لیا گیا ہے
(۱۱) ابنۃ عم صفیہ	ابن سعد نے طبقات میں اور امام محمد نے السیر الکبیر

[1] ابن ندیم ص ۳۳ [2] ج ۱ ص ۲۴۶

مین ان کا تذکرہ کیا ہے، امام محمد نے لکھا ہے کہ غزوۂ
خیبر مین حضرت صفیہؓ اور انکی ایک چچازاد بہن گرفتار
ہوئین، حضرت صفیہؓ، حضرت دحیہؓ کلبی کے حصہ
مین آئی تھین، مگر بعض اہم مصالح کے ماتحت آپنے
ان کو ان سے واپس لے لیا، اور ان کے بجائے
انکی چچازاد بہن کو انھین دیدیا، چونکہ ان کے اسلام
لانے کا کوئی تذکرہ موجود نہین ہے، اسلیے ہم نے
انکا ذکر اس فہرست مین نہین کیا ہے، (السیر الکبیر ج ۱ ص ۱۸۷)

حبشہ کے وفد مین عیسائیون کی ایک بڑی تعداد خدمت نبوی مین حاضر ہوئی اور شرف باسلام ہوئی، اس کے علاوہ نعیم الحبر کے ہاتھ پر جن کا تذکرہ آچکا ہے چالیس علماء یہود نے اسلام قبول کیا تھا لیکن افسوس ہے کہ ان کے حالات کیا پورے نام بھی سیر و رجال کی کتابون مین نہین ملتے،

ترتیب اور نامون کی تعداد کتاب مین پہلے صحابہ کے حالات حروف تہجی کے اعتبار سے درج ہین پھر اسی ترتیب سے تابعین اور ان کے بعد صحابیات اور پھر تابعات کا تذکرہ کیا گیا ہے،

پوری کتاب مین ترسٹھ ۶۳ صحابہ، سات صحابیات اور تیرہ ۱۳ تابعین اور دو ۲ تابعات کے حالات درج ہین، جن مین سے صحابہ مین ۳۹ یہودی اور ۲۳ عیسائی، اور تابعین مین ۴ یہودی اور ۹ نصرانی، اور صحابیات مین ۳ یہودیہ اور ۳ نصرانیہ اور تابعات مین ایک عیسائی اور ایک یہودی ہین،

کتاب کے شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین جزیرۂ عرب کے یہود و نصاریٰ کی تاریخ اور انکے سیاسی، تمدنی اور اخلاقی حالات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے، آخر مین ایک نقشہ بھی ہے جس مین ان کے مرکزی مقامات اور قبائل کا جاے وقوع دکھایا گیا ہے،

خادم
مجیب اللہ ندوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

کتاب میں بہت سے مقامات اور قبائل کے نام اور یہود و نصاریٰ کی تمدنی اور اخلاقی حالت اور ان کے قبول اور عدم قبول اسلام کے سلسلہ میں متعدد واقعات ایسے سامنے آئینگے، جن کے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جزیرۂ عرب کے یہود و نصاریٰ کی تاریخ پر ایک نظر ڈال لیجائے، تاکہ موضوع کا پورا پس منظر سامنے آجائے، اور کتاب کے بعض گوشے جو اس کے بغیر تشنۂ بیان رہجاتے وہ واضح ہوجائیں، اسی ضرورت کے ماتحت یہاں یہود و نصاریٰ کی تمدنی، مذہبی اور اخلاقی حالت کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے، لیکن چونکہ اس میں قصداً استقصا اور احتوا، کے بجائے اختصار سے کام لیا گیا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ موضوع کے بعض پہلو پورے طور پر سامنے نہ آسکیں، اس سلسلہ میں اگر کوئی فروگذاشت ہوئی ہو تو اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ مجھے اس پر متنبہ فرما کر ممنون کرم فرمائیں، وفوق کل ذی علم علیم۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے جزیرہ عرب کے باشندوں کا دنیا کے دوسرے ملکوں اور قوموں سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا، اور نہ انھوں نے کسی ملک یا کسی قوم کا کوئی اثر قبول کیا تھا، لیکن جزیرۂ عرب کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی، بلکہ اس کے برعکس

پتہ چلتا ہے کہ عربون کے سیاسی، تمدنی اور تجارتی ہر قسم کے تعلقات ان کے پڑوسی ملکون اور قومون سے تھے، اور قومون کے آپس کے اختلاط وارتباط اور ان کے باہمی سیاسی اور تمدنی تعلقات کے جو اثرات ایک دوسرے پر پڑتے ہین وہ سب اہل عرب پر بھی پڑے تھے،

عربون اور دوسرے ملکون اور قومون مین باہم اختلاط اور تعلقات کے تین بڑے ذریعے تھے،

(۱) تجارت (۲) ایران وروم کے ماتحت عربون کی سرحدی حکومتین یعنی غسان اور حیرہ وغیرہ؛ (۳) یہودیت اور نصرانیت، پہلی دونون شقین ہمارے موضوع سے خارج ہین، اس لیے صرف تیسری شق کے متعلق کچھ تفصیل ہم پیش کرتے ہین ہمین دکھانا ہے کہ جزیرۂ عرب مین ان مذاہب کی ابتدا کب سے ہوئی، اور ان کو یہان کیا کامیابی حاصل ہوئی، کن قبائل نے انھین قبول کیا، اور ان کے مرکزی مقامات کون کون سے تھے، اور عہد جاہلیت مین عربون کی مذہبی اور تمدنی زندگی پر ان قبائل کا کیا اثر پڑا، اور پھر اسلام کے بعد مسلمانون پر ان کے کیا اثرات پڑے، اور انھون نے مسلمانون سے کیا اثرات قبول کیے، پھر مجملاً یہ بھی ذکر آئے گا کہ ظہور اسلام سے پہلے اور اس کے بعد ان کی اخلاقی حالت اور ذہنی سطح کیا تھی، اور قرآن مجید نے اس کے متعلق کیا اشارات کیے ہین،

موخر الذکر شق مین سے بھی پہلے ہم یہودیت، اسکے بعد نصرانیت کی تاریخ بیان کرین گے،

یہودیت جزیرۂ عرب مین یہود[۱] کی تاریخ دو دورون پر منقسم ہے، پہلا دور ۲۵۰۰ ق.م، جسے

[۱] اس وقت حضرت موسیٰؑ کے ماننے والون کو یہود کہا جاتا ہے، لیکن ان کا قدیم اور اصلی نام بنی اسرائیل تھا یعنی حضرت یعقوبؑ جن کا عبرانی نام اسرائیل تھا ان کی اولاد، بنی اسرائیل کے بجائے ان کا نام یہود حضرت موسیٰؑ کے بہت بعد غالباً حضرت سلیمانؑ کے عہد کے بعد پڑا، حضرت سلیمانؑ کے بعد یہود دو حصون مین بٹ گئے تھے، ایک گروہ موحد تھا، یہ گروہ حضرت سلیمانؑ کے فرزند وولی عہد کے ماتحت تھا، اصل مین یہود ان ہی کا لقب تھا، اس لیے کہ یہود کا لفظ

(باقی حاشیہ ص ۳ پر)

یہو دبائدہ کا دور کہا جاتا ہے، اور دوسرا دور ۵۰۰ ق م سے ظہور اسلام تک، پہلے دور میں جو یہود جزیرہ عرب میں آئے، ان کے متعلق قدیم صحیفون اور عربی تاریخون مین متعدد روایتین ملتی ہین، لیکن یہ صحیح طور سے نہین بتایا جاسکتا کہ کب سے ان کا وجود یہان ملتا ہے، بعض عربی تاریخون کی روایتون سے تو پتہ چلتا ہے کہ حجاز مین ان کی آمد حضرت موسیٰؑ کے زمانہ یعنی ۱۵۰۰ ق م سے ہی شروع ہو گئی تھی، یاقوت نے معجم البلدان مین مدینہ کے باشندون کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

حین اظهره الله تعالیٰ (موسیٰ) علی فرعون	جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون
فوطی انشاهر واهلک من کان بها منهم ثم	پر غالب کیا تو انھون نے فرعون کے اعوان
بعث بعثا آخرالی الحجاز الی العمالیق وامرهم	و انصار کو ختم کرنے کے بعد ایک فوج حجاز
ان لا یستبقوا احدا ممن بلغ الحلم الا من دخل	عمالیقؒ کی سرکوبی کے لیے بھیجی اور فوج کو
فی دینه فقدموا علیهم فقاتلوهم فاظهرهم	حکم دیا کہ ان مین سے جو لوگ دین مین داخل
الله علیهم فقتلوهم وقتلوا ملکهم الارقم	ہو جائین ان کے علاوہ ہر بالغ کو ختم کر دیا جائے،

(بقیہ حاشیہ ص ۲) ہود سے مشتق ہو جس کے معنی رجوع کے ہین، چونکہ یہ لوگ اللہ کی طرف رجوع ہوئے اس لیے ان کا نام یہود پڑ گیا، واللہ اعلم۔

دوسرا گروہ مشرک تھا جو یریعام کے تحت تھا، یہ حضرت سلیمانؑ کا سزایافتہ اور دشمن تھا، لیکن ہمین حضرت موسیٰؑ کے پہلے کے بنی اسرائیل سے نہین بلکہ ان کے امتی اور ماننے والے جو اس وقت یہود کے نام سے مشہور ہین ان سے بحث کرنی ہے، اس لیے ہم نے ہر جگہ یہود ہی کا لفظ استعمال کیا ہے، اس لیے غلط فہمی نہ ہونی چاہیے،

قرآن پاک مین انکا تذکرہ انکے قدیم اور جدید دونون نامون سے کیا گیا ہے،

(حاشیہ صفحہ ہذا) لہ حجاز مین اسوقت عمالقہ کی حکومت تھی جنکا ظلم وستم فرعون سے کچھ کم نہ تھا،

واسروا ابناً له شاباً جميلاً
كاحسن من رای فی زمانه فضنوا به
عن القتل وقالوا نستحييه حتی نقدم
به علی موسی فيری فيه رايه فاقبلوا
وهو معهم وقبض الله موسی قبل
قدومهم فلما قربوا وسمع بنو اسرائيل
بذالک تلقوهم وسئلوهم عن
اخبارهم فاخبروهم بما فتح الله
عليهم قالوا فما هذا الفتی الذی
معکم فاخبروهم بقصته فقالوا
ان هذه معصية منکم لمخالفتکم
امر نبيکم والله لا دخلتم علينا
بلادنا ابدا فحالوا بينهم وبين
الشام فقال ذالک الجيش ما بلد
اذ منعتم بلدکم خير لکم من البلد
الذی فتحتموه وقتلتم اهله
فارجعوا اليه فعادوا اليها فاقاموا
بها فهذا کان اول سکنی اليهود
الحجاز والمدينة.........

چنانچہ وہ فوج حجاز گئی اور اسکو عمالقہ پر غلبہ
حاصل ہوگیا، وہاں کا بادشاہ ارقم قتل کیا گیا،
اسکا ایک لڑکا گرفتار ہوا، چونکہ وہ بہت
خوبصورت اور معصوم تھا اس لیے فوج
اسکو اپنے ساتھ شام لیتی آئی، اس لڑکے کے
بارے میں وہ غور کر رہی تھی کہ حضرت موسیٰ
کے پاس اسے لیجایا جائے یا نہیں، آخرکار
اسے وہ لیکر شام واپس آئے، اس وقت حضرت
موسیٰؑ کی وفات ہوچکی تھی، بنواسرائیل نے فوج
سے حجاز کے حالات دریافت کیے، انھوں نے
اپنی فتح کا واقعہ انکے سامنے سنایا، پھر اس
نوجوان کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے
صورت حال بتائی، اس پر بنواسرائیل فوج
پر خفا ہوئے کہ تم نے حضرت موسیٰؑ کے قول کی
خلاف ورزی کی، اسلیے تم شام میں نہیں رہ سکتے،
چنانچہ وہ شام میں داخل نہیں ہو سکے، یہ
صورت حال دیکھکر فوج کے سردار نے کہا کہ
نوجوانو! شام کے بعد تمھارے لیے حجاز ہی کی
سرزمین بہتر ہے، تو وہیں واپس چلو، چنانچہ وہ حجاز

. . . . واپس آئے، مدینہ اور حجاز میں یہود کی یہ پہلی
(ج، ص ۲۷۴) آبادی تھی جو یہاں آباد ہوئی،[۱]

اس روایت کے متعلق تاریخ الیہود کے مصنف اسرائیل ولفنسون نے لکھا ہے کہ یہ روایت قابلِ اعتبار نہیں ہے، اس لیے کہ صحف قدیم میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس کی تردید کے لیے صرف اتنا ثبوت کافی نہیں ہے کہ "صحف قدیم میں اس کا تذکرہ نہیں ہے"۔ بہت سے ایسے قدیم تاریخی واقعات ملیں گے جو مسلّمات کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، مگر صحف قدیم ان کے تذکرہ سے خالی ہیں، تو کیا یہ سب ناقابلِ اعتبار ہیں؟ اور پھر مصنف کو بھی یہ تسلیم ہے کہ سنہ ۱۲۰۰ ق.م سے پہلے حجاز میں یہود کی آمد شروع ہو گئی تھی، تو پھر اس روایت کے عدم قبولیت کا سبب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ اپنی یہودی عصبیت کی بنا پر عربی ماخذ کی روایات کو کمزور کرنا چاہتا ہے، جیسا کہ اس نے کتاب میں متعدد جگہ اس کا اظہار کیا ہے،[۲]

اس کے بعد جزیرۂ عرب میں یہود کی دوسری آمد بنی شمعون کی ہجرت قرار پا سکتی ہے؛ اس کے متعلق صحفِ قدیم کا بیان ہے کہ وہ چراگاہ کی تلاش کے لیے طور سینا تک گئے اور وہاں ان سے اور قبائلِ معان سے جو وہاں کے قدیم باشندے تھے، جنگ ہوئی، جس میں بنو شمعون غالب رہے، وہ پورا بیان یہ ہے:

(۳۸) یہ جن کے نام مذکور ہوئے، اپنے اپنے گھرانے کے سردار تھے، اور ان کا آبائی گھرانا بہت بڑھ گیا (۳۹) اور وہ جدور کی در آمد تلک اس وادی کے پورب تک اپنے گلوں

---

[۱] اس روایت کو اغانی نے (ج ۱، ص ۹۱) میں اور سمہودی نے وفاء الوفاء، ص ۱۱۱ میں اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ ج ۲، ص ۲۸۷ میں نقل کیا ہے۔ [۲] اس روایت کو ناقابلِ اعتبار ٹھہرانے میں مصنف کی غلط فہمی کا سبب شاید یہ ہو کہ اس روایت کا ماخذ اس نے صرف اغانی کو سمجھا ہے، حالانکہ دوسری مستند کتابوں میں جن کا تذکرہ اوپر آ چکا ہے ان میں بھی یہ روایت موجود ہے،

کے لیے چراگاہ ڈھونڈھنے گئے، (۴۰) وہان انھون نے ستھری اور اچھی چراگاہ پائی کہ وہ زمین وسیع اور چکنی اور سکھ کی جگہ تھی، آحام کے لوگ قدیم سے اس مین رہتے تھے (۴۱) اور وہ جن کے نام لکھے گئے ہین، شاہ یہودا اور حزقیاہ کے دنون مین چڑھ آئے اور انھون نے انکا پڑاؤ مارا اور معونیم[۱] کو جو وہان ملے قتل کیا ایسا کہ وہ آج کے دن تک نابود ہین، اور ان کے گھرون مین آپ رہے، کیونکہ ان کے گلّے کے لیے وہان چرائی تھی (۴۲) اور ان مین سے یعنی بنی شمعون کے بیٹون مین سے پانچ سوم دشعیر کے پہاڑ پر گئے اور یسعی کے خلطیاہ اور نعراہ اور رفایاہ اور عزمئیل ان کے سردار تھے (۴۳) اور ان باقی عمالیقون کو جو بھاگ نکلے تھے قتل کیا اور آج کے دن تک وہان بستے ہین۔" (تواریخ ا باب ۴)

اس ہجرت کے سنہ کی تعیین مین اختلاف ہے، ڈوزی (Dozy ڈوزی) نے اپنی کتاب "بنی اسرائیل مکہ مین" مین یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ہجرت حضرت داؤدؑ کے زمانہ سے کچھ پہلے یعنی ۱۱۰۰ سنہ ق۔م کے قریب ہوئی، لیکن مارگولیتھ (Margolouth) نے ڈوزی سے اختلاف کیا ہے، اور اپنی کتاب "عربون اور بنی اسرائیل کے تعلقات" مین یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ہجرت حزقیل کے وقت مین ہوئی، جنھون نے ۷۹۱ سنہ سے ۶۱۷ سنہ ق۔م تک بلاد یہودا پر حکومت کی ہے، خود بائبل کے مترجمین نے اس ہجرت کے سنہ کی جو تعیین کی ہے اس سے بھی مارگولیتھ کے خیال کی تائید ہوتی ہے، یعنی انھون نے اسکو ۶۱۵ سنہ ق۔م کا واقعہ قرار دیا ہے،

[۱] معونیم یعنی قبائل معان یا معین جو مکہ اور یثرب کے اطراف مین آباد تھے، تاریخ الیہود ص ۵، اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سے اور قبائل معان مین جو جنگ ہوئی اس مین بنی اسرائیل غالب رہے، اور انھون نے معان کو قتل کر کے اس سرزمین پر قبضہ کر لیا، یہ قبائل عرب کے بہت قدیم قبائل ہین، انھون نے کئی سو برس تک جزیرۂ عرب مین حکومت کی ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے ارض القرآن، جلد اول،

تاریخ الیہود کے مصنف کا خیال ہے کہ کم از کم اس ہجرت کا زمانہ سنہ ۱۲۰۰ ق.م ہے، لیکن اس نے کوئی ثبوت پیش نہین کیا ہے، غالباً اس نے یہ رائے اس لیے قائم کی ہے کہ بائبل مین اس واقعہ کا سنہ تو سنہ ۱۵۰۰ ق.م درج ہے، لیکن اس واقعہ سے پہلے اور بعد کے جتنے واقعات ہین، وہ سب سنہ ۱۳۰۰ ق.م کے تحت درج ہین، صرف اسی واقعہ کے سامنے سنہ ۱۵۰۰ ق.م درج ہے۔

بہر حال اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ سنہ ۵۰۰ ق.م سے پہلے بنی شمعون عرب مین آباد ہو چکے تھے، اسی اختلاف روایات کی بنا پر بعض مستشرقین نے بنی شمعون کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے، لیکن کتاب یوشع بن نون کے دیکھنے سے ان کے اس خیال کی تردید ہو جاتی ہے، اس مین ان قبائل کے نام اور انکی جائے قیام کے حدود مفصل درج ہین،[1]

اس کے علاوہ صحف قدیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب تاجر برابر کنعان اور بنی اسرائیل کے دوسرے شہرون تک سامان تجارت لیکر جایا کرتے تھے، اور یہود تجار سبا تک برابر تجارتی سفر کرتے رہتے تھے،[2] اوپر یہود اور عمالقہ کی جنگ کا ذکر آچکا ہے، اس کے علاوہ متعدد بار عمالقہ اور عربی قبائل مین لڑائیان ہوئی ہین[3] جو یہود کے عرب مین متوطن ہونے کا بڑا سبب ہوئین،

غرض ان ہی مذکورہ اسباب کی بنا پر حجاز مین یہود کی آمد و رفت اور بود و باش شروع ہوئی، لیکن اس دور کے یہود کے تاریخی آثار باقی نہین رہ گئے ہین، اس لیے ان کو یہود بائدہ (یعنی مٹ جانے والے) کہا جاتا ہے۔

دوسرا دور | دوسرے دور مین جو یہود حجاز آئے، وہ زیادہ تر شام و فلسطین کے باشندے تھے،

[1] کتاب یوشع بن نون فصل ۱۹ آیت ۱ تا ۹ [2] حزقیاہ باب ۲۷ آیت ۲۱ [3] ملوک ج ۱ باب ۹ آیت ۲٦،

اس شکست کے بعد خاص طور سے ان کے قافلے کے قافلے فلسطین سے نکلنے لگے، اور ان کو جہان جائے پناہ ملی، وہان چلے گئے، ان تارکین وطن مین ایک بڑی تعداد نے عرب کا رخ کیا، جہان ایک کثیر تعداد مین یہود پہلے سے موجود تھی، یہود کی اس ہجرت کی پوری تفصیل یہودی مورخ یوسف جو ان جنگون مین شریک بھی رہا ہے اسکے بیان سے معلوم ہوتی ہے، [1]

رومیون اور یہودیون کی جنگ اور یہود کی جزیرۂ عرب کی طرف ہجرت کے متعلق بہت سی مفید باتین عربی مصادر مین بھی مل جاتی ہین، چنانچہ صاحب اغانی نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کی ہجرت کے سلسلہ مین لکھا ہے کہ

لما ظهرت الروم على	جب رومیون نے شام کے بنو اسرائیل (یہود)
بنی اسرائیل جمیعا بالشام	پر غلبہ پایا تو ان کو خوب برباد کیا، انکو قتل
فوطؤهم وقتلوهم ونكحوا	کیا، ان کی عورتون کو اپنے حبالۂ عقد مین لے آئے
نساءهم خرج بنو نضير و	اس ظلم وستم سے بچنے کے لیے بنو نضیر
بنو قريظة وبنو هدل هاربين	بنو قریظہ اور بنو ہدل وغیرہ حجاز مین
منهم الى من بالحجاز من	اپنے دوسرے یہودی بھائیون کے
بنی اسرائیل [2]	یہان چلے آئے،

بہر نوع یہی اسباب تھے جن کی بنا پر یہود حجاز مین آئے،

جزیرہ عرب اپنی طبعی تقسیم کی بنا پر توکئی حصون پر مشتمل ہے، لیکن تمدنی اور سیاسی اعتبار سے دو حصون مین منقسم ہے، حجاز اور یمن۔ اب تک زیادہ تر بحث حجاز مین یہود کی آمد اور اس سے ان کے قدیم وجدید تعلقات پر تھی، اب ہم عرب کے دوسرے حصہ یمن سے

[1] دیری یوبی لیشر تیل بحوالہ تاریخ الیہود ص ۹ [2] اغانی جز ۱۹ ص ۹۰۵

وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر انھوں نے اپنے سرسبز و شاداب وطن کو چھوڑ کر جزیرۂ عرب جیسی بے آب وگیاہ سرزمین کا رخ کیا، ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ مختصر طور پر ان کی ہجرت کے تین قوی سبب یہ تھے۔

(۱) فلسطین میں یہود کی آبادی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی چنانچہ اس وقت ان کی تعداد چالیس لاکھ تک بتائی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ فلسطین جیسی چھوٹی جگہ میں اتنی کثیر آبادی کا فراغت اور خوش حالی کے ساتھ رہنا، اور پھر اس کے ذرائع معاش کا مہیا ہونا دشوار ہوگا، اس لیے وہ عرب اور عراق کا رخ کرتے تھے، جہاں کی آبادی انکے رقبہ کے اعتبار سے بہت کم تھی، اور پھر جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، یہود کی آبادیاں متفرق طور پر پورے جزیرۂ عرب میں پھیلی ہوئی تھیں جو یہاں ان کی آمد کا ایک بڑا سبب بن گئیں،

(۲) پہلی صدی ہجری میں رومیوں نے متعدد بار فلسطین پر حملہ کیا، یہاں تک کہ یہود کو زمام حکومت ان کے ہاتھ میں دیدینا پڑی لیکن ظاہر ہے کہ فلسطین یہود کا صرف وطن ہی نہیں تھا، بلکہ وہ ان کی سب سے مقدس عبادت گاہ بھی تھی، اس لیے وہ چین سے نہیں بیٹھے اور بغاوت کے فتنے برابر اٹھاتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں نے ان پر ہر قسم کے ظلم توڑنے شروع کر دیئے، اب ان کے لیے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ فلسطین چھوڑ کر کہیں ہجرت کر جاتے جس کیلیے انکو سب سے قریب آزاد سرزمین جزیرۂ عرب ہی کی مل سکتی تھی،[۱]

(۳) اس کے بعد پہلی صدی ہجری یعنی ۷۰ء میں رومیوں اور یہودیوں میں ایک زبردست جنگ ہوئی جس میں پورا فلسطین تہ و بالا ہو گیا، یہاں تک کہ بیت المقدس کی مشہور عبادت گاہیں تک برباد کر دی گئیں، اس جنگ میں یہودیوں کو شکست اٹھانی پڑی، اور

---

[۱] ویری یہودی بنشر نیل بحوالہ تاریخ الیہود ص ۹

یہود کے تعلقات پر بھی ایک نظر ڈال لینا چاہتے ہیں،

یمن میں یہودیت | یمن گو جزیرہ عرب ہی کا ایک حصہ ہے لیکن سیاسی اور تجارتی اہمیت کے اعتبار سے ہمیشہ وہ ایک مستقل ملک رہا ہے، اس اہمیت کی بنا پر اس کا تذکرہ ہم علیحدہ کرتے ہیں،

اہل یمن سے بھی یہود کے تعلقات قدیم زمانہ سے شروع ہو چکے تھے، اوپر آچکا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے وقت یعنی سنہ ۱۰۰۰ ق۔م میں اہل عرب اور یہود میں تجارت ہوتی تھی جس کا سب سے بڑا مرکز سبا تھا جو یمن کا دارالسلطنت تھا،

اس کے علاوہ قرآن پاک میں حضرت سلیمانؑ اور ملکہ سبا کا جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے اس سے بھی یہود اور اہل یمن کے تعلقات پر کافی روشنی پڑتی ہے معین جو یمن کے بیچ میں واقع تھا، اس کا تذکرہ تحریری طور پر سنہ ۸۰۰ ق۔م میں ملتا ہے،[۱]

یمن میں یہودیت کو اصل فروغ حمیری حکومت کے بعد ہوا، اس لیے کہ یہودیت حمیری حکومت کا تقریباً سرکاری مذہب ہو گیا تھا، اس کے فرمانرواؤں میں ایک ستارہ پرست ایک دو عیسائی، بقیہ سب یہودی تھے لیکن حمیری حکومت کی ابتدا کب ہوئی، اس بارے میں مورخین کی بہت مختلف اور متضاد رائیں ہیں،

حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے ارض القرآن میں اس پر مفصل بحث کی ہے، ڈاکٹر ہالوے نے اس کی ابتدا ۱۱۵ ق۔م قرار دی ہے، لیکن سید صاحب نے اس پر نقد کیا ہے، اور مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ حمیری حکومت کی ابتدا ۲۰ ق۔م سے آگے نہیں بڑھتی، بہرنوع اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوسری صدی قبل مسیح یا پہلی صدی

---

[۱] تاریخ دوم آیت ۲۶-۸ یہ بڑی ترقی یافتہ حکومت تھی، جدید اثری تحقیقات نے اسکے بارے میں بہت کچھ معلومات فراہم کر دیے ہیں،

کے وسط سے یمن میں یہودیت کو فروغ ہونا شروع ہو گیا تھا، اور ۵۵۰ برس تک وہاں اس کو فروغ حاصل رہا، لیکن حمیری حکومت کے آخری فرمانروا ذونواس کی موت (۵۲۵ء) کے بعد، یمن میں یہودیت کا دور ٹوٹ گیا، اور اسکی جگہ عیسائیت نے لے لی جس کا تذکرہ آگے آتا ہے،

جزیرۂ عرب میں یہودیت کا ذکر کرتے ہوئے یعقوبی نے لکھا ہے کہ

فاما من تهوّد منهم فاليمن بأسرها [1]	جزیرہ عرب میں جو لوگ یہودی ہوئے ان میں یمن بھی ہے، یمن پورا کا پورا یہودی تھا،

پھر اس کے بعد یعقوبی نے یمن میں یہودیت کی ابتدا کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ

کان تبع حمل حبرین من احبار اليهود الى اليمن فابطل الاوثان وتهوّد من باليمن [2] (ج ۱ ص ۲۹۸)	ملک تبع نے دو یہودی عالموں کو یمن بھیجا، انھوں نے وہاں سے بت پرستی کو مٹایا اور انکے اثر سے یمن کے باشندوں نے یہودیت قبول کر لی،

جدید اثری تحقیقات کے مطابق تبابعہ کا زمانہ تیسری صدی عیسوی سے آگے نہیں بڑھتا، اس لیے یعقوبی کے بیان کے مطابق یمن میں یہودیت کو پورا فروغ تیسری صدی میں ہوا، اور یمن میں یہودیت کی جو قدامت دکھائی گئی ہے، اس سے یہ بیان کچھ مختلف معلوم ہوتا ہے، مگر اس میں کوئی تضاد نہیں ہے، ممکن ہے کہ وہاں یہودیت بہت قدیم زمانہ سے موجود ہو، مگر اہل یمن کا وہ عام مذہب تیسری صدی میں ہوا ہو،

کیا عرب کے یہود ہجرت کرکے نہیں آئے تھے؟

اوپر ذکر آچکا ہے کہ مختلف اسباب کی بنا پر یہود شام و فلسطین کی سرسبز و شاداب سرزمین چھوڑ کر جزیرہ عرب جیسے بے آب و گیاہ مقام

[1] تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۲۹۸ [2] ایضاً

کا رخ کرتے تھے لیکن بعض مورخین کا خیال ہے کہ عرب کے یہود کہین باہر سے نہین آئے تھے، بلکہ یہ عرب ہی نسل سے تھے، جنھون نے یہودیت قبول کرلی تھی، یعقوبی کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ وہ بنی نضیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے

وھم فخذ من جذام الا انھم تھودوا ونزلوا یقال لہ النضیر فسموا بہ (ج ۲ ص ۴۹)	یہ جذام کی ایک شاخ تھی، مگر یہ یہودی ہو گئے تھے، اور جہاں یہ آباد ہوئے، اس مقام کا نام نضیر تھا، اسی نسبت سے ان کا بھی نام یہی مشہور ہو گئے

پھر بنو قریظہ کے متعلق لکھتا ہے،

وھی فخذ من جذام اخوۃ النضیر ویقال انھم تھودوا فی ایام عادیا بن سموئیل ثم نزلوا بجبل یقال لہ قریظۃ فنسبوا الیہ (ج ۲ ص ۵۲)	یہ بھی جذام کی ایک شاخ ہے، بنونضیر کے بھائی بند تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ عادیا بن سموئیل کے زمانہ مین یہودی ہوئے، پھر جبل قریظہ کے پاس آباد ہوئے، اور اسی نسبت سے ان کا یہ نام پڑگیا،

جو لوگ اس خیال کے موید ہین، یعقوبی کے بیان کے علاوہ ان کا قیاسی استدلال یہ ہے کہ دنیا کے دوسرے حصون کے یہود اپنے عادات واطوار اور اپنے تمدنی اثرات کے اعتبار سے وہان کے باشندون سے ہمیشہ ممتاز رہے، لیکن عرب کے یہود کسی حیثیت سے بھی عربون سے ممتاز نہین تھے، اور نہ انھون نے کوئی تمدنی یا علمی یادگار چھوڑی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی ہی جنس سے تھے، صرف انھون نے کسی وجہ سے اپنا مذہب تبدیل کرلیا تھا،

لیکن صرف یعقوبی کے بیان اور فرضی قیاسات پر یہ فیصلہ کرلینا کہ عرب کے تمام کے تمام

یہود عربی النسل تھے، صحیح نہین ہے،

اوپرجن واقعات کا تذکرہ آچکا ہے، ان ہی سے اس کی پوری تردید ہو جاتی ہے، لیکن اس سلسلہ مین دو تین باتین قابلِ لحاظ ہین،

(۱) یعقوبی نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح نہین ہے، انشاء اللہ ان قبائل کے تذکرے کے وقت اس کے دلائل ہم پیش کرینگے،

(۲) یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ عرب کے یہود دنیا کے دوسرے حصون کے یہود سے ممتاز نہین تھے، یا ان کا کوئی تمدنی امتیاز نہین تھا، ہم گوشۂ یہود کے تمدنی اثرات کے تحت آیندہ ہم مفصل بحث کرینگے لیکن یہان دو ایک باتین سرسری طور سے کہی جاتی ہین، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہود کو دنیا کے کسی گوشہ مین کوئی امتیاز کبھی بھی حاصل نہین تھا، اس لیے کہ ان کے پاس وہ اسباب و ذرائع (خصوصیت سے حکومت) موجود ہی نہین تھے، جن کی بنا پر قومین امتیاز حاصل کرتی ہین، اس لیے یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ وہ کہین بھی ممتاز تھے، دوسری بات یہ ہے کہ عرب کے یہود کو شاید سب سے زیادہ امتیازی حیثیت حاصل تھی، اس لیے کہ قرآن نے زیادہ تر ان ہی کے عقائد، اور اخلاق و معاملات سے بحث کی ہے، اس خیال کی زیادہ تر تائید غالباً یہودی مستشرقین نے بھی کی ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کے ان بیانات کی اہمیت گھٹائی جائے، جن کا تعلق یہود سے ہے، لیکن یہ خیال تاریخی حیثیت سے صحیح نہین ہے،

یہ بات کہ یہود باہر سے نہین آئے تھے، پورے جزیرہ کے متعلق تو یہ کہنا صحیح نہین ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ جزیرۂ عرب کے باشندون کی ایک بڑی آبادی نے یہودیت قبول کر لی تھی خصوصیت کے ساتھ یمن کے یہود تو اکثر و بیشتر عرب ہی تھے، اس لیے اس سلسلہ مین صحیح مسلک یہ ہے کہ

یہود باہر سے بھی آئے اور خود عربون کے بعض قبائل اور افراد نے بھی اسے قبول کیا، جن کا تذکرہ آگے آئے گا، خصوصیت سے شمالی حجاز کے یہود زیادہ تر باہر سے آئے تھے،

کیا عرب کے یہود دنیا سے منقطع ہو چکے تھے؟

تاریخ الیہود کے مصنف اسرائیل ولفنسن نے لکھا ہے کہ عراق مصر، یونان اور اس کے علاوہ جہان بھی یہودیون کی آبادی تھی، وہان کے یہود کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے، یہی نہین بلکہ انھون نے تاریخ مین اپنے سیاسی و تمدنی آثار کے گہرے نقوش چھوڑے ہین، اور دنیا کی دوسری قومون سے ان کے گوناگون تعلقات تھے، لیکن جزیرہ عرب کے یہود دنیا سے بالکل منقطع ہو گئے تھے، اور عربون مین اس طرح گھل مل گئے تھے کہ دونون کی تہذیب و معاشرت مین کوئی نمایان فرق باقی نہین تھا، اور نہ دوسرے ممالک کے یہود کی طرح ان کے کوئی قابل ذکر تمدنی اور علمی آثار موجود تھے، لیکن واقعات کی روشنی مین یہ خیال صحیح نہین معلوم ہوتا۔

(۱) یہ بات کہ وہ عربون مین بالکل گھل مل گئے تھے، اور دونون مین کوئی نمایان فرق نہین تھا بالکلیہ صحیح نہین ہے، جزیرہ عرب مین جہان یہود منتشر طور پر موجود تھے، وہان واقعی ان کی کوئی نمایان حیثیت نہین تھی، لیکن جو ان کے مرکزی مقامات مثلاً یثرب، خیبر، وادی القری اور تیما وغیرہ تھے وہان وہ ہر نقطۂ نظر سے عربون سے ممتاز تھے، پوری تفصیل آگے آتی ہے۔

(۲) دنیا کے دوسرے حصون سے ان کا تعلق نہین تھا، یہ غلط فہمی ویسی ہی ہے جیسی کہ خود عربون کے متعلق یہ خیال کہ وہ دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھے، لیکن یہ خیال نہ تو عربون کے متعلق صحیح ہے اور نہ یہود کے متعلق عراق اور حجاز اور یمن کے یہود کے تجارتی اور معاشرتی تعلقات دوسرے ملکون سے قدیم زمانہ سے تھے، ذکر آ چکا ہے کہ یمن کے یہود تجارت کی غرض سے برابر شام کا سفر کرتے رہتے تھے، جزیرہ عرب کے جتنے تجارتی مرکز تھے وہ سب یہودیون کے قبضہ مین تھے، یمن کی حمیری حکومت اور حبشہ کی

عیسائی حکومت کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک برابر سیاسی چشمک جاری رہی، خصوصیت سے شام کے یہودیوں سے تو ان کے بعض معاشرتی تعلقات بھی تھے۔ شام کے یہودی مدینہ کے یہودیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیا کرتے تھے، بنو قینقاع جلا وطن کیے گئے تو وہ یہاں سے اذرعات جو شام کے علاقہ میں ہے، چلے گئے، اسی طرح دوسرے یہودی قبائل کا بھی شام کی طرف جانا ثابت ہے، حجاز سے مدینہ کو جو راستہ جاتا ہے اس شاہراہ پر جتنے مرکزی مقامات تھے، ان میں یہودیوں کی آبادیاں ملتی ہیں، اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ قریش تو تجارت کے لیے شام تک کا سفر کریں اور یہود جو جزیرہ عرب کے سب سے زیادہ تاجر اور مالدار باشندے تھے، شام کا تجارتی سفر نہ کرتے ہوں، اور پھر مزید برآں یہ کہ شام ہی میں ان کا قبلہ اور سب سے مقدس عبادت خانہ تھا، ان وجوہ کی بنا پر یہ خیال کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ یہود دنیا سے منقطع ہو کر بالکل قبائلی زندگی گذار رہے تھے،

(۳) تمدنی اور علمی حیثیت سے بھی عرب کے یہود ممتاز تھے۔ ان کے تمدنی و سیاسی اثرات پر بحث آگے آئے گی، البتہ علمی حیثیت کے متعلق کچھ باتیں یہاں لکھی جاتی ہیں،

جزیرہ عرب کے یہود کے علمی امتیاز کے لیے یہی ثبوت بہت ہے کہ ان میں حضرت عبد اللہ ؓ ابن سلام، حضرت زید بن سعنہ، حضرت مخیریق، حضرت میمون بن یامین، کعب احبار، محمد بن کعب القرظی، وہب بن منبہ جیسے علما، اور کعب بن اشرف اور سموأل جیسے شعرا موجود تھے، حضرت عبد اللہ بن سلام کے صاحبزادے حضرت یوسف نے اپنی ایک علمی یادگار بھی چھوڑی تھی، ان کے متعدد مدارس قائم تھے، خود مدینہ میں بیت المدارس کے نام سے ان کی ایک مشہور درسگاہ تھی،

جزیرہ عرب میں سب سے زیادہ لکھے پڑھے یہودی ہوتے تھے، مدینہ میں غالباً سب سے پہلے

تحریر کا رواج یہود ہی کے ذریعہ ہوا، وہ صرف اپنی مذہبی زبان عبرانی ہی نہین بلکہ عربی سے بھی بخوبی واقف تھے، اور اپنے بچون کو اس کی تعلیم دیتے تھے، ان ہی کی زبان بھی یہی تھی، پوری تفصیل آگے آئے گی،

غالباً یہ یہود ہی کا اثر تھا کہ ظہور اسلام کے وقت متعدد صحابہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، بعض صحابہ تو عربی کے ساتھ عبرانی سے بھی واقف تھے،

بہر نوع یہ کسی طرح صحیح نہین ہے، کہ عرب کے یہود تمدنی اور سیاسی حیثیت سے کوئی ممتاز حیثیت نہین رکھتے تھے، یا وہ علمی حیثیت سے دوسرے مقامات کے یہود سے پست تھے،

یہود کے مرکزی مقامات اور ان کے مشہور قبائل

یون تو جزیرۂ عرب کے ہر حصہ مین یہودیون کی آبادیان موجود تھین، لیکن خصوصیت سے شمالی عرب کے تمام مرکزی مقامات پر یہودی قبائل آباد تھے، اور ان مین اکثریت ان یہودیون کی تھی جو باہر سے ہجرت کرکے آئے تھے، ان قبائل کے نام، ان کی آمد اور مقام ہجرت کے سلسلہ مین جو معلومات مل سکی ہین وہ درج ذیل ہین،

یثرب ظہور اسلام کے وقت جزیرۂ عرب مین یہود کی سب سے بڑی آبادی یثرب اور خیبر[۱] مین تھی، اس لئے سب سے پہلے ان ہی مقامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، یثرب کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ مین صاحب معجم البلدان نے لکھا ہے کہ یہ یثرب بن قانیہ کا آباد کیا ہوا ہے، اسلیے اس کا نام یثرب پڑ گیا، یثرب بن قانیہ حضرت نوحؑ کی اولاد کی ساتوین پشت مین تھا، اگر یہ بیان صحیح ہے تو یہ بہت قدیم آبادی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت

۱؎ بعثت نبوی سے ایک سو سال پہلے یہودیت کا سب سے بڑا مرکز یمن تھا، لیکن حمیری حکومت کی شکست اور ذو نواس کے قتل کے بعد یمن مین یہودیت کی جگہ نصرانیت نے لے لی تھی، تفصیل آگے آئے گی،



نقشہ
مدینہ منورہ
شمال
جنوب
مشرق
مغرب
جبل ثور
جبل احد
وادی قناۃ
العریض
الحرۃ
جبل عیر
علامات

بھی یہی نام رائج تھا، مگر آپ نے اس کا نام طابہ اور طیبہ رکھا، پھر آپ کی ہجرت کے بعد وہ مدینۃ النبی کے نام سے پکارا جانے لگا، اور آخر مین یہی نام مخفف ہوکر زبان زد خاص و عام ہو گیا،

مدینہ مین جو یہودی قبیلے آباد تھے ان کی تفصیل یہ ہے،

بنو قریظہ | یہ نہایت قدیم قبیلہ تھا، جو اپنے وطن شام کو چھوڑ کر یہان آیا، اور وادی مہر زور کے قریب جو مدینہ کے مشرق مین واقع ہے، آباد ہو گیا[۱]، یہ وادی بعد مین انہی کے نام سے مشہور ہو گئی، اور رفتہ رفتہ ان کی ملک مین آگئی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے جن قبائل سے معاہدہ کیا تھا ان مین بنو قریظہ کا قبیلہ بھی تھا، معاہدہ کی رو سے مسلمان اور یہود ایک دوسرے کے خلاف کسی جنگ مین شریک نہین ہو سکتے تھے، لیکن ۵ھ مین انھون نے معاہدہ شکنی کی، اس سے پہلے بھی غزوۂ احزاب وغیرہ مین یہ مسلمانون کے خلاف سازش کر چکے تھے، اسلیے ان کو اس جرم کی سزا بھگتنی پڑی، حضرت ثعلبہؓ، حضرت زید بن سعنہ، حضرت سعیہؓ، حضرت عطیہؓ، حضرت ریحانہؓ وغیرہ اہل کتاب صحابہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے،

بنو نضیر | اس خاندان نے بھی بنو قریظہ کے ساتھ ہی اپنا آبائی وطن چھوڑا اور مدینہ کے جنوب مشرق مین وادی بطحان کے پاس آکر آباد ہوا، یہ مدینہ کی سب سے بڑی وادی تھی، یاقوت نے بطحان کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بنو نضیر اسی وادی کے قریب آباد ہوئے، لیکن ایک جگہ ایک مقام بویرہ کو ان کی طرف منسوب کیا ہے، اور اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

---

[۱] معجم البلدان ج ۸ ص ۲۱۲

ھو موضع منازل بنی نضیر ۔ بنو نضیر کی آبادی اسی جگہ پر ہے،

بویرہ ایک کنوئین کا نام ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ کنوان وادی بطحان کے قریب ہی رہا ہو، اس بنا پر دونون روایتون مین کوئی تضاد نہین ہے،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ سے بھی معاہدہ کیا تھا لیکن انھون نے بھی معاہدہ شکنی کی، اور اس کی پاداش مین سنہ ھ مین جلاوطن کیے گئے، حضرت صفیہؓ حضرت یامینؓ حضرت ابوسعدؓ وغیرہ اسی قبیلہ سے تھے،

بنو قینقاع اس قبیلہ کے متعلق یہ نہین معلوم ہوسکا کہ یہ باہر سے ہجرت کرکے آیا تھا یا یہین کا کوئی عرب قبیلہ تھا، جس نے یہودیت قبول کر لی تھی، اس قبیلہ کے لوگ عام طور پر صناع اور زراعت پیشہ تھے خصوصیت سے آہنگری اور زرگری ان کا خاص پیشہ تھا، خود انکا نام بھی ان کے پیشون کی طرف راہ نمائی کرتا ہے، قین عربی مین لوہار کو کہتے ہین، اور قاع اس ہموار اور نرم زمین کو کہتے ہین جس مین کھیتی کی جاسکے، جس سے ان کی دونون خصوصیتین معلوم ہوتی ہین، مدینہ کے دوسرے یہودی قبائل کے مقابلہ مین یہ زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے، سب سے پہلے اسی قبیلہ نے معاہدہ شکنی کی، اور اس کے نتیجہ مین جلاوطن کیے گئے، مدینہ سے نکلکر اذرعات مین، جو شام کا ایک ضلع ہے، چلے گئے،

بنو ہدل یہ قبیلہ بھی بنو قریظہ کے ساتھ اپنے وطن سے ہجرت کرکے مدینہ آیا تھا، اور ان ہی کے ساتھ وادی مہزور مین آباد ہو گیا تھا،[2] یہ قبیلہ اپنی کوئی الگ حیثیت نہین رکھتا تھا، بلکہ ہر معاملہ مین بنو قریظہ ہی کا شریک تھا، بعض کتابون مین اس کا نام بنو ہبدل لکھا ہوا ہے، سمہودی نے لکھا ہے کہ ان کو بنو ہدل اس لیے کہتے تھے کہ عام طور پر ان کے ہونٹ موٹے اور لٹکے

---

[1] معجم البلدان ج ۲ ص ۲۲۶ [2] ایضاً ج ۸ ص ۲۹۶

ہوئے ہوتے تھے، عربی میں ایسے آدمی کو ہدل کہتے ہیں[1] حضرت ثعلبہؓ حضرت اسد بن کعبؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام اسی قبیلہ سے تھے،

بنو زباع | یہ قبیلہ بھی بنو قریظہ ہی کی ایک شاخ اور اس کے ماتحت تھا، بنو قریظہ سے اس کے تعلق کی بنا پر یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبیلہ بھی ہجرت کرکے آیا تھا، مگر اس کی جائے قیام کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی، حضرت رافعؓ کا نسبی تعلق اسی قبیلہ سے تھا،

یثرب کے دوسرے یہودی قبائل | مذکورہ قبائل کے علاوہ مدینہ منورہ میں اور بھی متعدد یہودی قبائل تھے جن کو خود کوئی ممتاز حیثیت حاصل نہیں تھی، بلکہ وہ ہر معاملہ میں ان ہی یہودی قبائل کے پابند تھے، مثلاً بنو عریض جبل احد کے قریب آباد تھے، بنو ظفر وادی مہزور کے آخری سرے پر آباد تھے، بنو اشہل اور بنو حارثہ مدینہ کے بالکل مشرق میں آباد تھے، ان کے علاوہ چند اور قبائل کے نام اس معاہدہ میں آئے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے کیا تھا،

(۱) یہود بنی عوف (۲) یہود بنی نجار (۳) یہود بنی ساعدہ (۴) یہود بنی عوف،

(۵) یہود بنی الاوس (۶) یہود بنی ثعلبہ (۷) بنو جفنہ (۸) بنو الشطیبہ (۹) بنو حارث،

اس معاہدہ میں ان قبائل کے ذکر کے بعد یہ دفعہ بھی ہے کہ

وان بطانة يهود	اور یہودیوں (کے قبائل) کی ذیلی شاخوں کو
كانفسهم	بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو اصل کو حاصل ہیں،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے اور بھی دوسرے ذیلی قبائل تھے، چنانچہ اس کی تائید سمہودی کے بیان سے بھی ہوتی ہے، وہ مدینہ کے یہودی قبائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[1] وفاء الوفا، ج ۱ ص ۱۱۴

ان یہود کانوا نیفا و عشرین قبیلۃ[1] مدینہ مین یہودی قبائل بیس سے زیادہ تھے،

ان ذیلی قبائل مین بیشتر ایسے تھے جن کا نسبی تعلق اوس وخزرج سے تھا، مگر انھون نے یہودیت قبول کر لی تھی، اس لیے وہ یہودی قبائل مین شمار ہوتے تھے، مثلاً بنو اشہل، بنو حارثہ بنو عوف وغیرہ قبیلہ اوس کی شاخین تھین، اسی طرح بنو نجار، بنو حارث، بنو ساعدہ وغیرہ خزرج کے تحتی قبائل تھے،

خیبر شمالی حجاز مین یہود کا دوسرا اہم مرکز خیبر تھا، جو شام کے راستہ مین مدینہ منورہ سے تقریباً آٹھ منزل پر واقع ہے، یہ نہین معلوم ہو سکا کہ یہان کی یہودی آبادی کہین سے ہجرت کر کے آئی تھی، یا یہین کی خود عرب آبادی نے یہودیت قبول کر لی تھی، بعض قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قدیم آبادی ہے، معجم البلدان نے خیبر کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ مین لکھا ہے کہ یہ بستی خیبر بن قانیہ کی طرف منسوب ہے، اس لحاظ سے ان کے اور انصار کے جد اعلیٰ ایک ہی ہین، انصار کے جد اعلیٰ یثرب بن قانیہ کا ذکر اوپر آچکا ہے،

اس بیان سے یہ پتہ نہین چلتا کہ یہان یہودیت کو فروغ کب ہوا، اس سلسلہ مین عاجز کی رائے یہ ہے کہ خیبر عبرانی لفظ ہے، جس کے معنی قلعہ کے ہین، یہ لفظ خود اشارہ کر رہا ہے کہ اس بستی کو یہود سے بڑا قدیم تعلق ہے، اور پھر اس سرزمین کو قلعون کی سرزمین کہا جائے تو صحیح بھی ہے، اس لیے کہ یہان بہت سے قلعے تھے جنکی یادگار آجتک باقی ہے،

خیبر حجاز کا بڑا زرخیز علاقہ ہے، جس کو تجارتی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت حاصل تھی، یہان کے یہود اقتصادی حیثیت سے بہت ممتاز تھے، انھون نے متعدد جنگی قلعے بنا رکھے تھے، جن مین سات قلعے بہت مشہور تھے، ناعم، قموص، حصن الشق، حصن النطاۃ، حصن السلم

[1] وفاء الوفا، ص ۱۱۶

حصن الوطیح، حصن لکتیبہ، یعقوبی کا بیان ہے کہ اس مین بیس ہزار سپاہی رہتے تھے[1] یعقوبی کے اس بیان سے خیبر کی وسعت اور اسکی آبادی کی کثرت کا اندازہ ہوتا ہے،

دوسرے یہود کی طرح اسلام کے خلاف انکی ریشہ دوانیان جب بہت بڑھ گیئن تو ۷ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف جارحانہ کاروائی کرکے انکو شکست دی پوری تفصیل آگے آئے گی، حضرت صفیہؓ کا وطن خیبر ہی تھا،

فدک خیبر اور مدینہ کے درمیان فدک کی بستی تھی، یہان بھی یہودیون کی آبادی تھی اور دوسرے مقامات کی طرح یہان کے یہود بھی نہایت ہی خوش حال تھے، یہ بستی بھی پرانی ہے، مگر یہان یہود کب آباد ہوئے، اس کی کوئی تصریح نہین ملتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے آس پاس کے جن قبائل سے صلح کی تھی ان مین اہلِ فدک بھی تھے، تاریخون مین اس کا تذکرہ اسی حیثیت سے آتا ہے،

وادی القریٰ شام اور مدینہ کے درمیان ایک وادی ہے، جس مین بہت سی بستیان آباد تھین، اس کو "وادی القریٰ" (بستیون کی وادی) کہتے ہین، یہ نہایت ہی قدیم آبادی ہے، قدیم زمانہ مین یہان عاد و ثمود آباد تھے، یہ بستیان اپنی سرسبزی و شادابی کے لحاظ سے ہمیشہ سے ضرب المثل تھین، قرآن مجید کی ان آیات مین انہی بستیون کی طرف اشارہ ہے،

أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هٰهُنَا آمِنِيْنَ	کیا تم کو ان ہی چیزون مین بے فکری سے
فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ	رہنے دیا جائیگا جو یہان موجود ہین یعنی باغون
وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ	چشمون مین اور کھیتون مین اور ان کھجورون
(شعراء)	مین جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہین،

ارباب تاریخ وجغرافیہ لکھتے ہین کہ عاد و ثمود کی تباہی کے بعد یہان یہود آباد ہوئے

[1] اس کی تفصیل معجم البلدان وغیرہ مین ملتی ہے [2] یعقوبی جلد ۲ ص ۵۶

انھون نے دوبارہ یہان کی زراعت اور آب رسانی کو ترقی دی، یہود کے بعد دوسرے عربی قبائل بھی یہان آباد ہوئے، مگر وہ سب کے سب یہود کے زیر اثر رہے، قضاعہ، جہینہ اور عذرہ وغیرہ قبائل اسی وادی مین آباد تھے،[1] اس تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ یہان کے یہود جزیرہ عرب مین ہجرت کرکے آئے تھے، اور بہت قدیم زمانہ سے یہان آباد تھے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر اور فدک سے واپس ہوئے تو یہان کے باشندون نے بھی خیبر کے شرائط صلح کے تحت صلح کرلی،

عہد اسلام کے بعد بھی کئی صدیون تک یہان یہودیون کے وجود کا پتہ چلتا ہے، تاریخ الیہود کے مصنف کا بیان ہے کہ گیارہوین صدی عیسوی تک یہان یہود موجود تھے (ص ۱۸۷) یاقوت نے اپنے زمانہ یعنی ساتوین صدی ہجری مین اس کا حال ان الفاظ مین لکھا ہے، اس وقت یہ سرزمین بالکل ویران ہے، کنوئن اور چشمون کا پانی اب تک ویسے ہی جاری ہے، مگر اس سے فائدہ اٹھانے والا کوئی موجود نہین ہے،[2]

ان دونون بیانون سے پتہ چلتا ہے کہ پانچوین اور ساتوین صدی ہجری مطابق گیارہوین اور تیرہوین صدی عیسوی کے درمیان یہود نے اس سرزمین کو چھوڑا ہے، لیکن یہ نہین معلوم ہوسکا کہ ان کے ترکِ وطن کے اسباب کیا تھے، اور وہ یہان سے کہان گئے،

بلاذری کی ایک روایت ہے کہ "حضرت عمرؓ نے خیبر کے یہودیون کے ساتھ وادی القریٰ کے یہودیون کو بھی جلاوطن کر دیا تھا"[3] لیکن یہ بیان محل نظر ہے، دوسرے یہ روایت "قیل" کے لفظ سے مروی ہے، جو اس کے ضعف پر دال ہے، اس کے علاوہ کچھ اور بھی دلائل ہیں

---

[1] معجم البلدان ج ۸، ص ۴، یہود اور مسلمانون مین جتنی جنگین ہوئیں ان سب میں یہ قبائل یہود کیساتھ نظر آتے ہیں

[2] معجم البلدان ج، ص ۳، [3] فتوح البلدان ص ۴۱

جس کی بنا پر بلاذری کی یہ روایت صحیح نہین معلوم ہوتی، واللہ اعلم

تیما، وادی القریٰ سے قریب ہی تیما، کی بستی تھی، فدک اور وادی القریٰ کی طرح تیما، بھی مدینہ اور شام کے راستہ پر واقع تھا، یہان بھی یہود کی آبادی تھی، ظہور اسلام سے پہلے یہان بنو عادیا کا خاندان حکمران تھا، اس خاندان کا ایک ممتاز فرد سموئل بن عادیا تھا،[1] جو اپنی شاعری اور وفاشعاری مین ضرب المثل تھا، حضرت رفاعہؓ جن کا تذکرہ اس کتاب مین موجود ہے، اسی کے لڑکے تھے، یہ حضرت صفیہؓ کے ماموں ہوتے تھے،

بلاذری نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی القریٰ سے واپس ہوئے تو اہل تیما، نے صلح کی درخواست کی اور آپ نے قبول کر لی،[2] مگر یہ بیان بھی قابل غور ہے تفصیل آگے آئے گی،

نجران بعض واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ نجران مین بھی قدیم زمانہ سے یہود آباد تھے لیکن یمن کی یہودی سلطنت کے زوال کا اثر نجران کے یہودیون پر بھی پڑا، اور آہستہ آہستہ انکی آبادی وہان سے ختم ہو گئی، اور ان کی جگہ نصرانیون نے لے لی،

ظہور اسلام سے پہلے نجران مین یہود کی موجودگی کے واقعات کے سلسلہ مین یہ واقعہ ارباب تاریخ اور مفسرین عام طور پر لکھتے ہین کہ "عیسائیون نے نجران کے کسی یہودی کے دو لڑکون کو کسی وجہ سے قتل کر دیا، یہودی نے یمن کے یہودی حکمران ذونواس سے دادرسی کی، اس نے نجران پر حملہ کیا،[3] اور وہان کی عیسائی آبادی کا قتل عام کیا جس کی

---

[1] کتاب الشعر والشعراء ص ۸۵ [2] فتوح البلدان ص ۴۲ [3] اس حملہ کے سلسلہ مین یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ نجران کے عیسائیون کا رجحان اور انکا تعاون دینی رشتہ کی بنا پر حبشہ کی عیسائی حکومت کیساتھ زیادہ تھا، اور یمن کے یہودی حکمرانون اور حبشہ کے عیسائی حکمرانون مین برسون سے سیاسی کشمکش چلی آرہی تھی، اس کشمکش کی موجودگی مین اہل نجران کی

(باقی ص ۴۴ پر)

طرف قرآن کی اس آیت مین اشارہ ہے[۱]

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ (بروج)

خندق والے یعنی بہت سی ایندھن کی آگ رکھنے والے ملعون ہوئے

یہ واقعہ ظہور اسلام سے ایک صدی پہلے کا ہے، اس کے بعد ہی یمن کی یہودی سلطنت ذونواس کے بعد ختم ہوگئی، اور پھر یہودیون کو جزیرۂ عرب مین سیاسی غلبہ نہین ہوا، اس زوال کا اثر یہودیون کی تمام آبادیون پر پڑا، ظہور اسلام کے وقت نجران مین عیسائیون کے ساتھ یہود بھی آباد تھے، مگر تاریخ کی عام کتابون مین اس کا ذکر نہین ملتا، البتہ ابوداؤد کی ایک روایت سے ان کی آبادی کا پتہ چلتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ "نجران مین یہود کی آبادی تھی، جو حضرت عمرؓ کے زمانہ تک باقی رہے، اور آپ ہی کے زمانہ مین بعض سیاسی مصلحتون کی بنا پر جلاوطن کردیے گئے[۲]"

آیندہ اوراق مین "جزیرۂ عرب مین عیسائیت" کے عنوان کے تحت اس کی پوری تفصیل آئے گی،

اذرح اور جربا جزیرۂ عرب کی سرحد پر یہ بستیان پاس ہی پاس واقع تھین جنمین یہود آباد تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳) یہ روش یہودیون کے لیے سیاسی حیثیت سے خلش کا سبب بنی ہوئی تھی، حبشہ پر براہ راست حملہ کرنا انکے بس سے باہر تھا، اسلیے انھون نے نجران ہی کو اپنی دشمنی کا نشانہ بنایا، ممکن ہے یہودی بچون کے قتل ہی کو یہودیون نے نجران پر حملہ کرنیکا ایک سیاسی اور قانونی بہانہ بنایا ہو جسطرح یمن کے عیسائیون نے کعبہ پر حملہ کیلیے ایک معمولی بہانہ نکال لیا تھا،

(حواشی صفحہ ہذا) [۱] اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ مین تفسیرون مین متعدد واقعات مذکور ہین، ممکن ہے ایک ہی واقعہ نے متعدد جگہ پر مختلف شکلین اختیار کرلی ہون، جیسا کہ عام طور پر اس قسم کے واقعات مین ہوتا ہے، [۲] ابوداؤد ج ۲ باب اخراج الیہود

اور ان ہی کا غلبہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس ہوئے تو یہاں کے باشندوں نے صلح کی درخواست کی، اہل اذرح نے سو دینار سالانہ اور اہل جرباء نے جزیہ کے طور پر کچھ متعین رقم دینے کی خواہش ظاہر کی، اس پر آپ نے ان سے صلح کر لی،[1]

مقنا یہ بستی خلیج عقبہ (ایلہ) کے کنارے آباد تھی، اس کی حیثیت ایک بندرگاہ کی تھی، یاقوت اور بلاذری دونوں نے لکھا ہے کہ یہاں کے باشندے یہودی تھے، مگر یہ کسی نے نہیں لکھا ہے کہ وہ یہاں کب آباد ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو معاہدہ کیا تھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ شکار ماہی، کتائی اور زراعت ان کا خاص پیشہ تھا،[2] اہل مقنا کے معاہدہ کے سلسلہ میں کچھ قابل غور باتیں ہیں جنکا تذکرہ آگے آئے گا،

بحرین بحرین فارس اور جزیرہ عرب کی سرحد پر واقع ہے، جو فارس کے ماتحت تھا، یہاں کے باشندے نہ خالص عربی تھے اور نہ عجمی، بلکہ یہ مقام مختلف اور متضاد مذہب اور تہذیب و تمدن رکھنے والی قوموں کا سنگم تھا، عرب و عجم، یہود و نصاریٰ اور مجوس و آتش پرست سبھی یہاں موجود تھے، عربوں کو جن مقامات پر دوسری قوموں سے ملنے اور قریب سے ان کی تہذیب و ثقافت سے واقف ہونے کا موقع ملا، ان میں ایک بحرین بھی ہے فتوح البلدان میں ہے کہ

احل الارض من المجوس والیھود والنصاریٰ (ص۸۰)	اہل بحرین کی آبادی مجوس، یہود اور نصاریٰ پر مشتمل تھی،

عرب کے مشہور قبائل عبد القیس، بکر بن وائل، تمیم وغیرہ یہیں آباد تھے،

افسوس ہے کہ بحرین کی قدیم تاریخ پردۂ خفا میں ہے، ظہور اسلام کے وقت منذر بن ساوی

[1] فتوح البلدان ص ۶۶ [2] ایضاً ص ۶۷

وہاں کا حکمران تھا، غالباً یہ عرب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں جب قریب کے ملوک وسلاطین کو دعوتی خطوط لکھے تو ایک خط منذر والی بحرین کو بھی لکھا، اور حضرت علاء رضی ابن عبد اللہ کے ہاتھ روانہ فرمایا، منذر پر اس خط کا بہت اچھا اثر پڑا، اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا، اس کے ساتھ اہل بحرین کی ایک بڑی تعداد بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر کو اس عہدہ پر جوں کا توں باقی رکھا،[1]

۸ھ میں منذر نے تحریری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہاں کے یہود کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے، آپ نے جواب میں لکھا کہ جو لوگ تبلیغ اسلام کے بعد بھی اسلام نہ قبول کریں، ان سے فی کس ایک دینار سالانہ جزیہ لیا جائے،[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سعادت کے بعد یہاں کے باشندے عام طور پر مرتد ہونے لگے، تو حضرت بشر بن جارود رضی جن کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے، انھوں نے اہل بحرین کو ارتداد سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی،[3]

مکہ وطائف | مکہ وطائف میں خالص عرب مشرکین کی آبادی تھی، مگر مکہ کی قدیم تاریخوں میں عربوں اور خصوصیت سے قریش اور یہود میں تجارتی وتمدنی تعلقات کے بیان کے سلسلہ میں یہود کا ذکر بھی آتا ہے، جس سے یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ آیا مکہ وطائف میں بھی عرب مشرکین کے ساتھ یہود آباد تھے یا نہیں، بعض مستشرقین نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام سے پہلے مکہ میں عربوں کے ساتھ یہود بھی آباد تھے،[4] مگر عربی تاریخوں سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس کی صحت میں ہم کو تامل ہے،

[1] فتوح البلدان ص ۸۶ [2] ایضاً ص ۹۱ اور سیاسی زندگی ڈاکٹر حمید اللہ ص ۳۵۰ [3] فتوح البلدان ص ۹۱ [4] تاریخ الیہود ص ۹۸

اس سلسلہ مین قابل غور بات یہ ہو کہ اگر مکہ مین یہود موجود ہوتے تو قریش کا وفد مکہ کے یہودیون کو چھوڑ کر مدینہ کے یہود کے پاس کیون جاتا، جیسا کہ ابن ہشام اور دوسرے ارباب سیر نے تصریح کی ہے کہ قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن معیط وغیرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے مین کچھ باتین دریافت کرنے کے لئے مدینہ بھیجا تھا، چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اصحاب کہف، روح اور ذوالقرنین کے سلسلہ مین جو آیات نازل ہوئین ان کا سبب نزول یہی واقعہ ہے،

یہ ضرور ہے کہ اہل مکہ اور یہود مین گوناگون تعلقات تھے، مکہ کے عکاظ اور مجنہ کے بازارون مین یہودی تاجر اور کاہن شریک ہوتے تھے، جہان کہانت کی شعبدہ بازیان زیادہ تر ان ہی کے دم سے قائم تھین، مکہ مین بعض یہودی غلامون کا تذکرہ بھی ملتا ہے، پھر مکہ کے قریب ہی بنوکنانہ آباد تھے، جن مین یہودیت موجود تھی، مین سمجھتا ہون کہ ان ہی وجوہ کی بنا پر یہ خیال قائم کر لیا گیا کہ یہان یہود موجود تھے، حالانکہ یہ صحیح نہین ہے،

البتہ طائف کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ یہان قدیم زمانہ سے یہودیون کی ایک نوآبادی موجود تھی، فتوح البلدان مین ہے،

کان بمخالیف الطائف قوم من اليهود طردوا من اليمن ويثرب فاقاموا بها للتجارة (ص ۶۳)	طائف کے ایک حصہ مین یہودیون کی آبادی تھی جو یمن و یثرب سے نکالدیئے گئے تھے اور بسلسلۂ تجارت یہان آکر آباد ہوگئے تھے۔

جب طائف پر مسلمانون کا قبضہ ہوا تو وہان کے یہودیون پر جزیہ لگایا گیا، بلاذری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہو کہ حضرت معاویہؓ نے یہان کے بعض یہودیون کی جائداد خریدی تھی،[1]

[1] فتوح البلدان ص ۶۳

اس سے زیادہ یہان کے یہودیون کے وجود کے متعلق کچھ معلوم نہین ہو سکا،

تبالہ وجرش

تبالہ وجرش طائف کے جنوب مین واقع ہین، تاریخون مین ہے کہ ان بستیون مین بھی عربون کے ساتھ اہل کتاب آباد تھے، یہ بصراحت معلوم نہین ہوسکا کہ اہل کتاب سے یہود ونصاریٰ دونون مراد ہین یا صرف یہود، لیکن ہمارا قیاس ہے کہ دونون مراد ہین، اور دونون آباد ہون گے، اس لیے کہ اکثر مرکزی مقامات مین دونون کے آباد ہونے کا پتہ چلتا ہے، جیسا کہ مقنا اور بحرین کے سلسلہ مین ذکر آچکا ہے،

یہ بہت ہی قدیم اور زرخیز بستیان تھین، اور خصوصیت سے تبالہ کے بارے مین تو یاقوت نے لکھا ہے" اس کی زرخیزی ضرب المثل ہے"[1]

سنہ ۱۰ھ مین یہان کے عرب باشندون نے تو اسلام قبول کرلیا، لیکن اہل کتاب اپنے دین پر قائم رہے، اور انھون نے جزیہ دینا قبول کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہان کی امارت پر حضرت سفیانؓ کا تقرر فرمایا تھا،[2]

یہودیون کی ان یکجا آبادیون کے علاوہ عرب کے مختلف قبائل مین ایک ایک دو دو اشخاص ملتے ہین، جنھون نے یہودیت قبول کرلی تھی، اور بعض ایسے عربی قبائل کا بھی پتہ چلتا ہے جو پورے کے پورے دائرۂ یہودیت مین داخل ہو گئے تھے، مثلاً حمیر، بنو کندہ، بنو کنانہ، بنو الحارث، قضاعہ،[3] غسان اور جذام کے بعض خاندانون مین بھی یہودیت تھی،[4]

یہودی قبائل اور ان کی آبادیون کا ذکر اس وسعت کیساتھ اسیلیے کیاگیا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ جزیرۂ عرب کے اندر جتنے بھی تجارتی، زراعتی، سیاسی، مرکزی مقامات تھے، تقریباً ان سب پر یہودیون کا قبضہ تھا، یا کم از کم وہان ان کا اثر و رسوخ تھا، دوسرے آئندہ جو مباحث آنیوالے

---

[1] معجم البلدان ج ۲ ص ۵۶، [2] فتوح البلدان ص ۶۶، [3] معارف ابن قتیبہ ص ۲۶۶، [4] یعقوبی ج ۱ ص ۲۹۸

ہین ان مین بھی اس تفصیل سے واقعات کے سمجھنے مین بہت کافی مدد ملے گی.

اسلام سے پہلے عربون اور یہودیوں کے تعلقات اور اس کی نوعیت

جزیرۂ عرب مین یہودیون کی آمد اور ان کی آبادیون کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے، اس سے اجمالاً عربون اور یہودیوں کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے، مگر پھر بھی اس سلسلہ مین مزید تفصیل کی ضرورت ہے، تاکہ ان کے تعلقات کی تمام جہتین اور انکی نوعیتین پورے طور سے سامنے آجائیں،

اسلام سے پہلے عربون اور یہودیون مین گوناگون معاشرتی اور تمدنی تعلقات تھے، مگر ان کے باوجود ذہنی طور پر ان مین ایک طرح کی اجنبیت اور مغائرت بھی موجود تھی، مگر وہ وطنی اور معاشرتی نہیں تھی، بلکہ معاشی اور مذہبی تفوق یا افضلیت و مفضولیت کی تھی،

یہود دین الٰہی کے ماننے والے اور صحف سماوی کے حامل تھے، پھر اسی کے ساتھ انکو پورے جزیرہ مین معاشی غلبہ بھی حاصل تھا، اس لیے وہ عام عربون کے مقابلہ مین اپنے کو افضل اور بہتر سمجھتے تھے،

غالباً اسی تفوق پسندی ہی کا نتیجہ تھا کہ یہود خالص عرب آبادی مین بہت کم آباد تھے، اور جہان عربون کے ساتھ وہ آباد بھی تھے، تو وہان انھون نے اپنا تفوق قائم رکھنے کے لیے کوئی نہ کوئی امتیاز بھی باقی رکھا، یہودی آبادیون کے نقشے پر آپ نظر ڈالین گے تو عاجز کے اس خیال کی پوری تائید ہوگی،

مگر چونکہ ان کو پورے جزیرہ مین عددی اکثریت حاصل نہین تھی، اور دوسرے ان کے تجارتی اسباب وسامان اور زراعتی پیداوار وحاصلات کی منڈی زیادہ تر عربی آبادیان تھین، اس لیے وہ عربون سے بالکل منقطع اور بے تعلق ہوکر نہین رہ سکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس تفوق کے باوجود انھون نے ہمیشہ عربون سے اپنے تعلقات استوار رکھنے کی کوشش

کی جیسا کہ ہر تجارت پیشہ اور کاروباری قوم کا شیوہ ہوتا ہے، اسی کے مقابلہ مین عام اہل عرب مذہبی اور معاشی دونون حیثیت سے اپنے کو یہود سے کمتر سمجھتے تھے، اور وہ شاید سمجھنے پر مجبور بھی تھے، اس لیے کہ ان نعمتون سے جو یہودیون کو حاصل تھین، ان کا دامن قریب قریب خالی تھا، نہ تو ان کے پاس کوئی کتاب الٰہی تھی اور نہ معاشی حیثیت سے وہ مطمئن تھے، قریش جو تجارت مین معروف و مشہور تھے، اور جن کو کعبہ کے کلید بردار اور نگران ہونے کی وجہ سے سارے عرب کی سیادت ہی نہین بلکہ پورے جزیرۂ عرب کی بے تاج کی بادشاہی بھی حاصل تھی، وہ بھی یہود کی مذہبی فضلیت و تفوق کے معترف اور ان کی معاشی برتری کے ماننے پر مجبور تھے۔

قرآن نے متعدد جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر تم کو (اہل عرب) رسول کی سچائی اور دین حق مین شبہ ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو، حدیث و سیر کی کتابون سے ثابت ہے کہ قریش نے متعدد بار اپنے وفود مدینہ کے یہود کے پاس اس لیے بھیجے کہ وہ آپ کی نبوت اور آپ کے صفات کتب سابقہ کی روشنی مین ان سے دریافت کرین، اسی تفوق و فضیلت ہی کا اثر تھا کہ جب لوگون کے بچے زندہ نہین رہتے تھے تو وہ منت مانتے تھے کہ بچہ زندہ رہ جائیگا تو اسے یہودی بنا دین گے، چنانچہ مدینہ مین اس طرح کے بہت سے[1] جدید الیہودیہ افراد موجود تھے، تفصیل آگے آئے گی۔

معاشی حیثیت سے بھی یہود کو عربون پر عام طور سے تفوق حاصل تھا، مدینہ کی بیشتر عرب آبادی ان کی مقروض تھی، خیبر کا بھی یہی حال تھا، وہان وہ عربون سے مزدوری کراتے تھے، جس وقت خیبر فتح ہوا ہے، اس وقت بہت سے عرب خدمت گار ان کے پاس موجود تھے[2]۔

---

[1] ابو داؤد ج ۲ ص ۹ کتاب الجہاد [2] ابن ہشام وغیرہ

قریش جو پورے عرب میں ممتاز اور صاحب "رحلۃ الشتاء والصیف" تھے، وہ بھی شادی بیاہ کے موقع پر خیبر کے یہودیوں سے زیورات کرایہ پر لیجاتے تھے، ایک مرتبہ اسی طرح کے مستعار زیورات گم ہوئے تو قریش نے یہودیوں کو دس ہزار دینار ہرجانہ ادا کیا،[1]

کہنا یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں اور یہودیوں میں باہم معاشی اور معاشرتی تعلقات تھے، اور باوجود تفوق و مذہبی مغایرت کے جنگ وغیرہ کے مواقع پر اپنے مصالح کے ماتحت عربی قبائل سے وہ تحلیف و معاہدہ کرتے تھے، اور اس میں شریک ہوتے تھے،

مدینہ کے مشہور عربی قبائل اوس و خزرج میں جتنی لڑائیاں ہوئیں،[2] ان میں وہاں کے یہودی قبائل کسی نہ کسی کے حلیف تھے، اسی طرح خیبر کے یہودیوں سے آس پاس کے تمام قبائل سے معاہدۂ جنگ تھا، چنانچہ اسلامی غزوات کے مواقع پر انھوں نے اس حلف و معاہدہ سے پورا فائدہ اٹھایا،[3]

یہی نہیں، بلکہ بعض عربی قبائل اور یہودیوں میں شادی بیاہ کے رشتے بھی شروع ہو گئے تھے، کعب جو یہود مدینہ کا اشعر الشعراء اور سب سے بڑا دشمن اسلام تھا، اس کا باپ اشرف قبیلہ طے اور بعض روایتوں میں ہے کہ بنو نبہان سے تھا، جس نے مدینہ میں آکر اپنا اثر و رسوخ پیدا کیا، اور سردار بنو نضیر ابورافع کی لڑکی سے شادی کر لی تھی،[4] اس طرح مدینہ کے یہود اور عربی قبائل میں بھی غالباً اسی قسم کے تعلقات تھے، اور خصوصیت سے وہ قبائل جو جدید الیہودیہ تھے،[5]

---

[1] السیر الکبیر جلد ۱ ص ۸۶، تقریباً ۲۵ ہزار روپئے ہوئے۔ [2] مثلاً جنگ فجار اور جنگ بعاث وغیرہ [3] مثلاً غزوۂ بدر، غزوۂ خندق، غزوۂ خیبر وغیرہ [4] زرقانی ج ۲ ص ۹ [5] ان قبائل کا ذکر اوپر آچکا ہے،

ظہور اسلام سے پہلے یہود اور عرب کے ایک دوسرے پر تمدنی اور معاشرتی اثرات

یہ تو اب تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ عرب اسلام سے پہلے دنیا سے بالکل منقطع نہین ہو گئے تھے، بلکہ دنیا کے دوسرے ملکون سے ان کا ہمیشہ واسطہ رہا، اور دنیا کی مختلف قومون کے تمدنی اور مذہبی اثرات بھی ان پر پڑے تھے، اسی طرح ان ملکون اور قومون پر بھی انھون نے اپنے اثرات ڈالے جن سے ان کا واسطہ رہا یا جو جزیرۂ عرب مین آباد تھین،

یہود ایک قدیم قوم تھی، جو دنیا کے ہر خطہ مین آباد تھی، خصوصیت سے عراق، ایران، مصر، یونان اور شام کے علاقہ مین ان کی کثیر آبادی تھی، لیکن اس قدامت کے باوجود انکی قسمت مین زیادہ تر ہجرت ہی مقدر تھی، یا ان کی طبیعت ہی ایسی واقع تھی کہ کسی ایک جگہ جمکر نہین رہ سکتے تھے، جو بات بھی ہو، بہر حال ایسا ضرور ہوا کہ وہ جہان بھی آباد ہوے وہان سے انھین ہجرت ضرور کرنی پڑی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو دنیا کی مختلف قومون اور انکے تمدنون اور تہذیبون سے واسطہ پڑا، کسی کو کچھ دیا اور کسی سے کچھ لیا،

عرب مین جو یہود آباد تھے، جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ ان کی اکثر آبادی باہر سے اور خصوصیت سے شام و فلسطین کے علاقون سے ہجرت کر کے آئی تھی، ظاہر ہے کہ وہ جب یہان آئے تو ان ملکون اور قومون کے تمدنی اور مذہبی اثرات بھی اپنے ساتھ لائے، جن سے ان کا واسطہ رہ چکا تھا، اور چونکہ یہ جزیرۂ عرب کے ہر خطہ مین آباد تھے، اس لیے انھون نے پورے جزیرہ کی عرب آبادی کو اس سے کم و بیش متاثر کیا، لیکن یہ اثرات صرف ایک ہی طرف سے نہین، ہر دو طرف سے پڑے تھے، بلکہ بعض حیثیتون سے تو عربون کے اثرات ان پر زیادہ معلوم ہوتے ہین، اسی بنا پر بعض مستشرقین نے یہ رائے قائم کر لی کہ جزیرۂ عرب کے یہود دنیا سے بالکل منقطع ہو چکے تھے، اور ان مین یہودی خصوصیات

باقی نہین رہ گئی تھین، اور بعض نے یہ خیال قائم کرلیا کہ جزیرہ عرب کے یہود باہر سے ہجرت کر کے سرے سے آئے ہی نہین تھے،

اب ہم مختصر طور سے یہود کے اثرات کا ذکر کرتے ہین جس کے ضمن مین عربون کے بعض بعض اثرات کا ذکر بھی آئے گا، اوپر ذکر آچکا ہے کہ یہود کو عربون پر مختلف حیثیتون سے تفوق حاصل تھا جس کا عرب بھی اعتراف کرتے تھے، اور بہت سے معاملات مین انہی کی اقتدا کرتے تھے، ابن عباسؓ کے اثر سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے، وہ فرماتے ہین،

کان ھذا الحی من الانصار وھم اھل وثن مع ھذا الحی وھم اھل الکتاب، فکانوا یرون لھم فضلا علیھم فی العلم وکانوا یقتدون فی کثیر من فعلھم (ابوداؤد)	یہ انصار کے قبائل اہل کتاب کے قبائل کے ساتھ آباد تھے، انصار انکو علم و فضل مین اپنے سے افضل سمجھتے تھے، اور اکثر معاملات زندگی مین ان کی اقتدا کرتے تھے،

یہود کے پیشے جزیرۂ عرب مین جہان بھی یہود آباد تھے، عموماً ان کے خاص تین پیشے تھے زراعت، تجارت، اور صنعت وحرفت،

زراعت بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ زراعت مین یہود عربون کے استاذ تھے[1]، اسکا یہ مطلب نہین کہ عرب یہود کی آمد سے پہلے زراعت کرنا نہین جانتے تھے، اور یہود نے اگر ان کو سکھایا، بلکہ انھون نے زراعت کے نئے نئے طریقے، اور اس کے لیے جدید قسم کے آلات عربون کو بتائے، اور بعض نئے قسم کے پودون اور درختون سے ان کو آگاہ کیا[2]، جن سے پہلے یہان کے لوگ واقف نہین تھے، اسی طرح یہود یون کو پرندون اور جانورون

[1] تاریخ الیہود ص ۱۷ و ۱۸ [2] ابن ہشام بحوالہ تاریخ الیہود

کے پالنے کا بھی شوق تھا،

حجاز کے یہود عموماً شام و فلسطین سے آئے تھے، جہان کی زمین زرخیزی اور زراعت کی موزونیت کے لحاظ سے ضرب المثل تھی، اس لیے وہان سے آنے والے یہودیون نے اگر عربون کو نئے طریقۂ زراعت سے آگاہ کیا ہو تو اس مین تعجب کی کوئی بات نہین ہے، پھر شام کی سرزمین کو صحف قدیم مین تین و زیتون کی زمین کہا گیا ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ اور اسی قسم کے اور دوسرے درخت بھی یہودیون کے ذریعہ جزیرہ مین آئے ہون،

لیکن جانورون کے پالنے کا شوق تو اس مین دونون شریک ہین، بلکہ کہنا چاہیے کہ یہودیون سے کہین زیادہ عربون مین تھا، اس لیے کہ جزیرۂ عرب کی بیشتر آبادی کا مدار زندگی جانورون کے دودھ ہی پر تھا، دوسرے وہان کی زیادہ تر آبادی خانہ بدوش تھی، جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور اسباب لیجانے کے لیے بھی جانورون کی ضرورت ہوتی تھی، یہ بات ضرور ہے کہ عرب زیادہ تر نقل و حمل اور دودھ اور غذا کے لیے جانورون کی پرورش کرتے تھے، ہو سکتا ہے کہ زراعت اور اس کی سیرابی وغیرہ کے لیے جانورون کی پرورش اور ان کا گوناگون استعمال عربون نے یہود سے سیکھا ہو،

تاریخ الیہود کے مصنف نے ابن ہشام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بعض یہود مرغیان بھی پالتے تھے، مگر مجھے ابن ہشام مین یہ واقعہ نہین مل سکا، اگر یہ صحیح ہے تو یہ یہود کی خصوصیت تھی،

تجارت | ظہور اسلام کے وقت اور اس سے بہت پہلے سے یہود اور عرب دونون جزیرہ مین اور جزیرہ کے باہر تجارت کرتے نظر آتے ہین، اور خصوصیت سے قریش تو اس حیثیت سے پورے عرب مین ممتاز تھے، اس لیے ان مین سے کسی ایک کو مقدم یا مؤخر کرنا بہت

فتوح البلدان ص ۶۷ و ۶۸ ؎ تین اور زیتون قرآن نے بھی سورۂ تین مین ان چیزون کا تذکرہ کیا ہے،

دشوار ہے، تاہم یہ صحیح ہے کہ یہودی کئی سو برس قبل مسیح سے تجارت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہین اور جہان بھی وہ رہے، یہ پیشہ ان کے ساتھ رہا، جزیرہ عرب مین آئے تو یہان بھی انھون نے یہی پیشہ اختیار کیا، جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہین، دوسرے اپنی سکونت و رہایش کے لیے بھی انھون نے خاص طور سے جزیرہ کے ان ہی خطون اور علاقون کو پسند کیا، جن مین پہلے سے کچھ زرعی و کاروباری صلاحیت موجود تھی، بخلاف اس کے عربون کی عام بستیون اور آبادیون کو اس طرح کی کوئی خصوصیت حاصل نہین تھی، ہان مکہ کو کعبۃ اللہ اور بیت الحرام کی وجہ سے دینی اہمیت و مرکزیت ضرور حاصل تھی، اور اسی کی کشش دور دور سے لوگون کو یہان کھینچ لاتی تھی، اور اس طرح وہ سال کے کچھ مہینون مین تجارتی منڈی بن جاتا تھا، لیکن بذات خود اس مین کوئی زرعی یا تجارتی صلاحیت نہین تھی، اور اسی لیے رب کعبہ نے اس کو قرآن پاک مین وادی "غیر ذی زرع" سے تعبیر کیا ہے،

پورے حجاز مین طائف اور مدینہ دو ایسے مقامات تھے جنھین تجارتی اور زرعی اہمیت بھی حاصل تھی، اور جہان عربون کی عددی اکثریت بھی تھی، اور یہود اقلیت مین تھے، مگر وہان کی تجارت و زراعت پر یہودی ہی چھائے ہوئے تھے، ان دونون مقامات کا تذکرہ اوپر آ چکا ہے،

یہ وجوہ ہین، جن کی بنا پر ہمارا قیاس ہے کہ یہ پیشہ عربون مین یہودیون ہی کے ذریعہ آیا ہوگا،

تجارتی بازار عربون کی ہر مشہور بستی مین چھوٹے بڑے میلے اور بعض جگہ ہفتہ وار بازار لگتے تھے،[۱] ان کے علاوہ سال مین بعض اور بھی بڑے بڑے بازار اور میلے لگتے تھے، جہان

[۱] نظام حکمرانی ڈاکٹر حمید اللہ ص ۲۳۴

یہود کے شرکت کی تصریح کم ملتی ہے، مگر وہ ان مین شریک ضرور ہوتے ہون گے، اسلیے کہ جزیرہ عرب کے ۲۰ مشہور شہرون مین سے تقریباً دس، گیارہ شہرون مین یہود کا معاشی و اقتصادی غلبہ تھا، محمد بن حبیب نے لکھا ہے کہ بحرین اور دومۃ الجندل مین جہان یہود آباد تھے، دو مشہور میلے لگتے تھے[1] یقیناً ان میلون مین ان کی موثر شرکت ہوتی ہوگی، مدینہ مین ایک بازار سوق بنی قینقاع تو یہود کے مشہور قبیلہ قینقاع ہی کے نام سے مشہور تھا جس کا تذکرہ سیر کی کتابون مین موجود ہے،

سامان تجارت سامان تجارت مین عموماً غلے، کھجورین، اسلحے اور کپڑے وغیرہ ہوتے تھے، جنھین یہ بیچنے کے لیے باہر لے جاتے تھے، بعض حصون کے یہود مچھلی کی بھی تجارت کرتے تھے، مثلاً مقنا کے یہودیون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاہدہ کیا تھا، اس مین جو چیزین بطور ٹیکس لینا طے پائی تھین ان مین مچھلیان بھی تھین[2]،

ظہور اسلام کے وقت جزیرہ سے باہر یہود سے زیادہ عرب اور ان مین بھی خصوصیت سے اہل مکہ ہم کو تجارتی سفر کرتے نظر آتے ہین، ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہود جن کا قدیم زمانہ سے عرب سے باہر بھی کاروبار تھا، اور جنکا ایک فرد، ابورافع یہودی آخری دور مین بھی، بہت زیادہ مشہور تھا، یہانتک کہ اس کا لقب ہی تاجر الحجاز والشام پڑ گیا تھا[3]، ظہور اسلام کے وقت دفعتہً ان کی برآمدی تجارت کیون کم ہوگئی، اور ان کا کاروبار اندرون ملک تک کیون محدود ہوکر رہ گیا،

اسی کے ساتھ یہ بھی قابل ذکر امر ہے کہ پورے جزیرۂ عرب مین ربا یعنی سود خوری کا بھی رواج تھا جس مین یہود و نصاریٰ، اور مشرکین عرب سب برابر کے شریک سے تھے،

[1] کتاب المحبر ص ۲۶۵، [2] فتوح البلدان ذکر مقنا [3] تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۱۲، صحیح بخاری باب قتل النائم والمشرک

خصوصیت سے اہل طائف سودی کاروبار مین زیادہ مشہور تھے، معجم البلدان مین ہے،

کانوا اصحاب ربا[۵]　　　　　اہل طائف بڑے سود خوار تھے،

مشرکین عرب اگر سودی کاروبار کرتے تھے، تو کچھ زیادہ تعجب خیز نہین ہے، لیکن یہود و نصاریٰ کی سود خواری البتہ حیرت انگیز ہے کہ وہ صاحب شریعت اور اہل کتاب تھے، اور قرآن کی تصریح ہے کہ ان کو جہان اور بہت سی باتون پر ملامت کی گئی تھی، اوران کو ان سے روکا گیا تھا، ان مین ایک سود بھی تھا، مگر وہ باز نہ آئے،

وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ　　　　　اور ان کے سود لینے کی وجہ سے (ملامت کیگئی) حالانکہ وہ اس سے روکے گئے تھے،

البتہ عربون کا خیال تھا کہ ربا بھی ایک قسم کی تجارت ہے، قرآن مین ہے،

قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا　　　　　ان لوگون نے کہا کہ بیع مثل ربا کے ہے،

بہرحال یا تو یہ لعنت یہود کے ذریعہ عربون مین آئی یا عربون کے اثر سے یہود اس مین مبتلا ہوئے، دونون باتون کا امکان ہے،

لیکن سورہ مائدہ میں جہان یہود کے ان معائب کا جو بہت قدیم زمانہ سے ان میں موجود تھے تذکرہ ہے، ان مین ایک سود خواری بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قدیم زمانہ سے وہ اس مین مبتلا تھے، اس کے برخلاف عربون کی تجارت کی تاریخ بہت زیادہ قدیم نہین ہے، اس لیے غالب گمان یہ ہے کہ اس طریق تجارت کو یہود ہی نے یہان فروغ دیا ہوگا، جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ربا کا جتنا عام رواج یہود مین تھا اور اس کی جتنی سخت سے سخت شرحین وہ مقرر کرتے تھے، عرب اس مین ان سے پیچھے تھے،

رہن و ارتہان کا طریقہ بھی یہود اور عرب دونون مین رائج تھا، خصوصیت سے مدینہ

۵ فتوح البلدان ص ۶۰، ۶۱

اور خیبر کے یہودیون مین یہ بہت عام تھا، یہ بھی سودخواری ہی کی ایک شاخ تھی، مگر اس کو بھی وہ ایک قسم کی تجارت سمجھتے تھے،

صنعت و حرفت

صنعت و حرفت کا رواج اگرچہ جزیرۂ عرب کے تمام باشندون مین تھا، مگر یہود اس مین بہت ممتاز تھے، اور وہ عموماً کپڑے، اسلحے اور سونے اور لوہے کا کام کرتے تھے، اور بعض حصون کے یہودیون مین لکڑی کی صنعت بھی تھی[1]، روئی کی کتائی اور کپڑے کی بنائی مین مردون کے ساتھ عورتین بھی حصہ لیتی تھین، یثرب کے یہودیون مین تو کپڑے کی صنعت بہت کم تھی، مگر مقنا، دومۃ الجندل اور یمن کے یہودی اس مین بڑی مہارت رکھتے تھے[2]، اسلحہ سازی یہود کا خاص پیشہ تھا، یہود جس جگہ بھی آباد تھے، یہ صنعت ان مین موجود تھی، مدینہ مین بنو قینقاع اور خیبر کے یہودی اس مین بہت ممتاز تھے، اس زمانہ کے ہر قسم کے مروج اسلحے مثلاً تلوار، نیزے، ڈھال، خود اور زرہ وغیرہ تیار کرتے تھے، خیبر کے یہود تو شاید منجنیق تک جو اس وقت کا سب سے ترقی یافتہ اسلحہ تھا، تیار کرتے تھے، غزوۂ خیبر مین انھون نے مسلمانون کے خلاف اسی استعمال بھی کیا تھا[3]، کیا عجب ہے کہ مسلمانون کو منجنیق یہین سے ہاتھ لگی ہو، جسکو انھون نے بعد مین طائف وغیرہ کی جنگ مین استعمال کیا،

اس صنعت کی وجہ سے یہود اپنے کو دفاعی حیثیت سے بہت زیادہ مضبوط اور مامون تصور کرتے تھے، اور اس کی وجہ سے ان مین ایک قسم کا غرور و تکبر بھی پیدا ہوگیا تھا، چنانچہ بنو قینقاع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تحدی کے کہا تھا کہ ہم سے مقابلہ ہوگا تو معلوم ہوگا،

فن تعمیر مین بھی عربون کے مقابلہ مین یہود زیادہ ترقی یافتہ تھے، مدینہ اور خیبر کے یہودیون

---

[1] ابن سعد ج ۲ ص ۲۸، فتوح البلدان ص ۶۷ و ۶۸

[2] فتوح البلدان،

کے بعض مکانات اور قلعون کے نشانات اب بھی باقی ہین، جو ان کے ذوق تعمیر کی شہادت دیتے ہین،

عربی ادب مین یہود کا حصہ

یہود کی مادری زبان عبرانی تھی، مگر جزیرۂ عرب مین آکر ان کی زبان رفتہ رفتہ بالکل عربی ہوگئی تھی، ان مین عبرانی زبان مذہبی حیثیت سے اب بھی باقی تھی جسکو ان کے علماء و احبار جانتے تھے، اس مین ان کی مذہبی کتابین تھین، اور اسی زبان مین وہ ان کی تلاوت کرتے تھے، مگر عوام شاید اس قدر بھی عبرانی نہین جانتے تھے،

لا یعلمون الکتاب الا امانی — ان مین بعض ہین جو کتاب کا علم نہین رکھتے مگر صرف خواہشات،

بخلاف اس کے ان کی روزمرہ کی زبان اور ان کی شاعری کی زبان عربی تھی، اور اسی مین وہ کاروبار اور معاہدۂ صلح و جنگ کرتے تھے، یہ ضرور ہے کہ عبرانی زبان کی سیکڑون ترکیبین، مذہبی اصطلاحین اور تمدنی و معاشرتی الفاظ ان کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے، جو ان کے ذریعہ عربی زبان مین داخل ہوئے، خود قرآن مجید مین ایسے متعدد الفاظ موجود ہین، جن کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ عبرانی زبان سے عربی مین آئے ہین،

مثلاً حبر کا لفظ عربی ادب اور خود قرآن مین مستعمل ہے، عبرانی مین ابتداءً اس کے معنی رفیق (חבר) کے تھے، پھر یہ گروہ اور مذہبی فرقہ کے معنی مین مستعمل ہونے لگا، اس کے بعد عالم کے معنی مین استعمال ہوا، اور اسوقت عربی زبان مین اسی معنی مین مستعمل ہے، اسی طرح نسیٔ کے لفظ کے متعلق بعض مستشرقین نے لکھا ہے کہ عبرانی لفظ ہے، عبرانی مین الناسی (دن N) اس شخص کو کہتے ہین جو مہینون کو مقدم و موخر کرتا تھا، عربی مورخین لکھتے ہین کہ عربون مین نسیٔ کا رواج سب سے پہلے بنو کنانہ مین شروع ہوا[1]، اور یہ ذکر آچکا ہے کہ بنو کنانہ مین یہودیت موجود تھی، اسلیے

[1] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۴۵

اس لیے ممکن ہے کہ یہ طریقہ انھون نے یہودیون سے سیکھا ہو، اور پھر عربون مین اس کو رواج دیا ہو، اس خیال کی تائید مقریزی اور بیرونی کے بیان سے بھی ہوتی ہے، انھون نے لکھا ہے کہ عمل کبیسہ اہل عرب نے یہود سے دوسو برس قبل اسلام سیکھا تھا،[۱]

لفظ آطام کے متعلق بھی بحث ہے کہ یہ خالص عربی لفظ ہے، یا عبرانی، اس لفظ کے جتنے عربی مشتقات ہین ان سب مین ارتفاع، بلندی، حفاظت اور بند کرنے کے معنی پائے جاتے ہین،[۲] جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عبرانی سے عربی مین آیا ہے، اسلیے کہ عبری مین اطم تقریبًا ان ہی مذکورہ معنون مین مستعمل ہے، ظہور اسلام کے وقت یہ لفظ عام طور پر قلعون اور اونچے ٹیلون کے معنی مین بولا جاتا تھا، مگر یہود خصوصیت سے اطم کو قلعہ کے علاوہ ان مقامات کے لیے بھی استعمال کرتے تھے جن مین وہ جمع ہو کر مشورہ کرتے تھے،[۲] یہ لفظ زیادہ تر شمالی حجاز مین مستعمل تھا، عرب کے دوسرے حصون مین اس کا استعمال شاید نہین تھا، اور اگر تھا تو بہت کم جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ یہود کے ذریعہ یہان آیا، ان وجوہ کی بنا پر اسے عبرانی کہنا زیادہ صحیح ہے،

امام سیوطی نے قرآن کے ان جملون کو عبرانی سے ماخوذ بتایا ہے،

کفر عنهم سیأتهم، اس کے معنی عبرانی مین محا عنهم ہین، اخلد الی الارض کے معنی عبرانی مین رکن ہین، انا هدنا الیک کے معنی تبنا الیک ہین،

ان الفاظ کو بھی عبرانی الاصل بتایا گیا ہے،

رمز، مرقوم، اوّاہ، یمّ، حِطّة، اسباط، راعنا، بعیر، لینة، قیسیس ابلیس، جهنم، شیطان،

ان مین بعض لفظ ایسے ہین جن کے ساتھ ایک دینی اصطلاح اور ایک تاریخ

---

[۱] تاریخ الیہود بحوالہ الآثار الباقیہ [۲] دیکھیے لفظ اطم لسان العرب ج ۱۴،

وابستہ ہے، ظاہر ہے کہ ان اصطلاحون اور ان واقعات کی تفصیل سے زیادہ تر یہود ہی واقف تھے، اس لیے اہل عرب ان کے متعلق سوالات کرتے ہون گے، اور وہ انکی تشریح کرتے ہون گے جس کو کتنے نئے واقعات اور کتنے نئے تصورات، کتنے جدید الفاظ سے عربی زبان کا دامن مالامال ہوتا ہوگا اسی بنا پر اہل عرب یہود کے بارے مین کہتے تھے،

لکم علم لیس لنا[۱] — تم لوگون کے پاس علم ہے جس سے ہم بے بہرہ ہین'

تحریر کا رواج

اس سلسلہ مین یہ بحث بھی آتی ہے کہ عربی تحریر کا رواج سب سے پہلے کس کے ذریعہ ہوا؟ صاحب فتوح البلدان نے عربی خط پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سب سے پہلے قبیلہ طے کے چند افراد نے عربی خط ایجاد کیا، اور اس کے حروف تہجی کی بنیاد انھون نے سریانی زبان پر رکھی، اس کے بعد ان سے اہل انبار نے اور اہل انبار سے اہل حیرہ نے سیکھا، پھر اہل حیرہ سے دومۃ الجندل کے حکمران بشر بن عبدالملک نصرانی نے سیکھا، اور اسی نے اس کو مکہ مین رواج دیا[۲]، پھر آگے لکھا ہے کہ قبیلہ طے کے ان ہی افراد سے بنو کلب اور اہل وادی القریٰ نے بھی عربی تحریر سیکھی[۳]،

اس بیان سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربون ہی کی ایجاد ہے، مگر اس کی ایجاد کا جو زمانہ اس مین بیان کیا گیا ہے وہ ظہور اسلام سے کچھ ہی پہلے کا ہے، حالانکہ عربی خط کی تاریخ اس سے قدیم ہے،

معجم البلدان کا ایک دوسرا بیان یہ ہے

کان الکتاب (الکتابۃ) بالعربیۃ فی الاوس والخزرج قلیلا — قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگ عربی مین لکھنا پڑھنا بہت کم جانتے تھے، مدینہ کے

---

[۱] ابن ہشام بحوالہ تاریخ الیہود ص ۷۰ [۲] فتوح البلدان ص ۴۷۱ [۳] ایضاً

وکان بعض الیهود قد علم کتاب العربیۃ وکان تعلمہ الصبیان بالمدینۃ فی الزمن الاول[1]

بعض یہود نے بہت قدیم زمانہ سے عربی مین لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، اور اپنے بچون کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے،

اسی بیان کو سامنے رکھکر تاریخ الیہود کے مصنف نے لکھا ہے کہ

ان یھود یثرب کانوا اساتذۃ العرب فی تعلیم الکتابۃ العربیۃ (ص۲۰)

یثرب کے یہود عربی تحریر مین عربوں کے استاذ تھے،

بلاذری کے بیان سے یہ تو نہین معلوم ہوتا کہ پورے جزیرۂ عرب مین یہود کے ذریعہ عربی تحریر کا رواج ہوا، مگر اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ شمالی حجاز مین یہود ہی کے ذریعہ اسے فروغ ہوا، یہ قرین قیاس بھی ہے، اس لیے کہ تحریر کی ترویج و ترقی تمدن و حضارت کے سایہ مین ہوتی ہے، اور وہ اہل عرب مین مفقود تھی، بخلاف یہود کے کہ وہ عربون کے مقابلہ زیادہ متمدن تھے، پھر ان کو تجارتی کاروبار مین بھی اس کی ضرورت پڑتی رہی ہوگی ظہور اسلام کے وقت مکہ اور مدینہ مین جو چند پڑھے لکھے لوگ ملتے ہین وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ تمدنی ضروریات نے انھین لکھنے پڑھنے پر مجبور کیا، ورنہ اس سے پہلے یہ چیز ان مین ناپید تھی[2]،

شعروشاعری شعروشاعری اہل عرب کے خمیر مین تھی، اس کا چرچا ہر محفل اور ہر گھر مین تھا، اس کے ذریعہ بڑے بڑے معرکے سر ہوتے تھے، اور اسی کے سہارے قبیلون اور خاندانون کی سیادت وقیادت ملتی تھی۔ جزیرہ مین جتنی قومین آباد تھین، یہودی، نصرانی یا مجوسی، وہ سب عربون کے

---

[1] فتوح البلدان ۳۷۹ [2] اس کی تفصیل کا موقع نہین، ورنہ اس کے دلائل پیش کیے جاتے،

شعروشاعری سے متاثر ہوئین اور انھون نے خود بھی اس مین حصہ لیا، اور اس طرح سے عربون کے بہت سے اخلاق وعادات اور تصورات غیرمحسوس طور پر ان مین رواج پا گئے،

جزیرۂ عرب کے یہود مین متعدد خطبا، وشعراء پیدا ہوئے، ابن سلام نے طبقات الشعرا مین ان کا تذکرہ کیا ہے، مگر ان مین کسی قدیم شاعر کا نام نہین ہے، ان مین بیشتر ظہور اسلام کے وقت موجود تھے، یا اس سے کچھ پہلے گذر چکے تھے، ان کے نام یہ ہین:

(۱) سموئل بن عادیا، یہ یہود کے صاحب دیوان اور فحول شعرا مین تھا، اس کا دیوان الاب شیخو صاحب المنجد نے بڑے اہتمام سے چھپوایا ہے[۱]، اس کا زمانہ ظہور اسلام سے کچھ پہلے ہے، اسی کے لڑکے حضرت رفاعہؓ صحابی ہین جن کا تذکرہ اس کتاب مین موجود ہے۔

(۲) رافع بن الحقیق، قبیلہ بنو نضیر سے اس کا تعلق تھا، اس نے اسلام کے خلاف اپنے اشعار مین بہت زہرافشانی کی ہے، سیرت اور طبقات کی کتابون مین اس کے بہت سے اشعار موجود ہین۔

(۳) کعب بن اشرف۔ یہود مدینہ کا سب سے مشہور شاعر اور ان کا سرگروہ تھا، اسکو شاعری پر پوری قدرت تھی، اسلام سے اس کو طبعی بغض تھا، اس لیے وہ اپنے اشعار کے ذریعہ اسلام کے خلاف خوب زہر اگلتا تھا، مقتولین بدر کا مرثیہ لکھکر اس نے قریش سے خراج تحسین وصول کیا، ادب وسیرت کی کتابون مین اس کے مراثی اور دوسرے اشعار کثرت سے ملتے ہین۔

ان کے علاوہ شریح بن عمران، شعبہ بن غریض، ابوقیس بن رفاعہ، ابوالذیال، درہم بن زید وغیرہ یہودی شعرا کا تذکرہ بھی ابن سلام نے کیا ہے[۲]، بعض یہودی شعرار کا تذکرہ اس کتاب مین بھی موجود ہے، اغانی مین ایک یہودی شاعر کا تذکرہ موجود ہے جس نے یہودی مقتولین کا

---

[۱] اسکے یہودی یا نصرانی ہونے کی بحث کتاب مین موجود ہے اسلیے ہم یہان نظرانداز کرتے ہین [۲] طبقات الشعراء ص ۱۰۹ و ۱۱۰

مرثیہ کہا تھا،[1] اسی طرح صاحب تاریخ الخمیس نے ایک خاتون شاعرہ عصماء کا تذکرہ کیا ہے،[2] طوالت کے خیال سے ان شعراء کے اشعار نقل نہیں کیے گئے، لیکن ان کے اشعار کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عربی شاعری کی عام خصوصیات ان کی شاعری مین بھی بڑی حد تک پائی جاتی ہین، خصوصیت سے سموٴل اور کعب اس حیثیت سے بہت زیادہ ممتاز ہیں،

شعراء یہود کی شاعری اس حیثیت سے عام عرب شعراء سے ممتاز ہے کہ ان کے اشعار مین مذہبی اصطلاحین، مذہبی تصورات، انبیاء اور کتب مقدسہ کے نام خدا و آخرت کے تذکرے کثرت سے ملتے ہین جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے بہت سے تمدنی اور مذہبی تصورات شاعری کے ذریعہ بھی عربون مین آ گئے ہون گے۔

اجتماعی ادارے | عربی تاریخون سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مقامات پر یہود کے اجتماعی ادارے بھی قائم تھے، خود مدینہ مین بیت المدارس کے نام سے ان کا ایک ادارہ تھا جس مین ان کے احبار اور صاحب امر یکجا ہو کر آپس مین صلاح و مشورہ کرتے تھے، ممکن ہے کہ مراسم عبادت بھی وہ یہین ادا کرتے ہون اور یہین پر ان کی مذہبی کتابین بھی محفوظ رہتی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کئی بار بغرض تبلیغ یہان تشریف لے گئے تھے،[3] خصوصیت سے حضرت عمرؓ کے بارے مین مذکور ہے کہ وہ اکثر ان کے مدارس مین جاتے رہتے تھے، جس کی بناء پر یہود ان سے کہتے تھے کہ ہم کو آپ سے بہت انس ہے۔[4]

اس کے علاوہ ان کے قلعے بھی اجتماعی کامون مین استعمال کیے جاتے تھے، خیبر مین ان کے فوجی اور مالی دونون الگ الگ ادارے تھے، اور ان کے علحدہ علحدہ ذمہ دار تھے،

مذہبی اثرات | اوپر ذکر آ چکا ہے کہ اہل عرب یہود کو علمی اور مذہبی حیثیت سے ممتاز سمجھتے تھے، اور

---

[1] اغانی ج ۱۹ ص ۹۶ [2] ج ۱ ص ۴۰۶ [3] روض الانف ج ۲ ص ۳۰ [4] تفسیر طبری ج ۱ ص ۳۲۶

بہت سے امور میں ان کی اقتدا بھی کرتے تھے، یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ادب و شاعری کے ذریعہ ان کی بہت سی مذہبی اصطلاحیں، الفاظ اور تصورات عربی زبان میں داخل ہو گئے تھے، اس سلسلہ میں حضرت سلمہؓ نے ظہور اسلام سے قبل کا ایک واقعہ جو قابلِ ذکر ہے، بیان کیا ہے فرماتے ہیں،

"میرے پڑوس میں قبیلہ بنو اشہل کا ایک یہودی رہتا تھا، اس نے ایک دن تمام بنو اشہل کو جمع کیا اور ان کے سامنے قیامت، بعث بعد الموت، حساب کتاب، میزان، جنت اور دوزخ وغیرہ کے متعلق ایک وعظ کہا، اور آخر میں کہا کہ یہ اہل شرک اور بت پرست لوگ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہیں ہیں، اس پر حاضرین نے کہا کہ تم کیا بک رہے ہو کیا مرنے کے بعد ہم لوگ پھر زندہ کیے جائیں گے، اور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا؟ یہودی نے پھر مجمع کو اس کے بارے میں سمجھایا، مجمع نے اس سے دوبارہ مطالبہ کیا کہ وہ اس کی کوئی دلیل اور نشانی بتائے، اس نے کہا کہ اس سرزمین سے ایک نبی پیدا ہوں گے، اور وہ اس کے بارے میں بتائیں گے،[1]

قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ اہل عرب عام طور پر آخرت اور بعث بعد الموت کے قائل نہیں تھے، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ اس کے قائل تو نہیں تھے لیکن یہود کے ذریعہ ان سے آگاہ ضرور ہو گئے تھے،

سیر کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہود تین وقت کی نماز بھی پڑھتے تھے[2]، ابن الہیبان یہودی عالم تھا کا تذکرہ اس کتاب میں آیا ہے، اس کے متعلق کتابوں میں ہے کہ وہ پانچ وقت کی

---

[1] ابن ہشام بحوالہ التاریخ الیہود [2] ایضاً

نماز پڑھتا تھا[5]

نماز کے اعلان کے لیے وہ بوق[5] بجاتے تھے، وہ روزے بھی رکھتے تھے[3]،

ظاہر ہے کہ یہود کے ان مذہبی مراسم کو عرب اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہون گے، ان مین اس کا چرچا رہتا ہوگا، اور اس کا اثر بھی ان پر پڑتا رہا ہوگا. اس کا ثبوت یہ ہے کہ جہاں جتنے زیادہ یہود آباد تھے وہان اسی قدر ان کے اثرات بھی عربون پر نمایان تھے، مثلاً مدینہ کے عرب یہود کے رسم ورواج اور مذہبی امور سے سب سے زیادہ واقف اور متاثر نظر آتے ہین، اور غالباً اسی تاثر کا نتیجہ تھا کہ انصار نے بہت آسانی سے اسلام قبول کرلیا، اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کی حقانیت سے وہ پہلے سے آگاہ ہو چکے تھے، سوال یہ ہے کہ عقائد کے لحاظ سے اسلام سے اس درجہ قریب ہونے کے باوجود خود یہودیون نے اسلام کے قبول کرنے مین کیون تاخیر کی اور کیون لیت ولعل سے کام لیا، واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ یہود کا صالح طبقہ آپ کی نبوت اور اسلام کی حقانیت کا قائل اور اس کی قبولیت کی طرف مائل ضرور تھا، لیکن ان کے لیے کچھ موانع تھے جن کی وجہ سے وہ اس سعادت ابدی سے محروم رہے، پھر بھی ان مین جو صاحب عزم اور صاحبِ ہمت تھے، اور ان موانع کا مقابلہ ڈٹ کر کرسکتے تھے، وہ قبولِ حق سے باز بھی نہین رہے. تفصیل آگے آئے گی،

قبائلی نظام اوپر یہودیون کے علمی وتمدنی اثرات کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے، اس سے یہ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہود عربون کے مقابلہ مین زیادہ متمدن اور صاحب علم تھے، مگر اس کے ساتھ جب ہم ان کی معاشرتی زندگی پر غور کرتے ہین تو وہ عربون سے کچھ مختلف نظر نہین آتے، عربون کی طرح وہ بھی مختلف قبائل مین بٹے ہوئے تھے، ہر قبیلہ کا ایک جدا سردار اور علیحدہ نظام

[1] تاریخ الیہود ص ۲۰۸، [2] سینگ کی طرح کی کوئی چیز ہوتی تھی [3] عام کتب حدیث

نظام تھا، اور صلح وجنگ کے مواقع پر وہ اپنی قبائلی مصلحتوں کے تحت ایک دوسرے سے معاملہ کرتے تھے، اسی کا اثر تھا کہ متعدد جاہلی اور اسلامی لڑائیوں میں وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں یا ایک دوسرے کے خلاف مدد کرتے نظر آتے ہیں، تفصیل آگے آئے گی، اسی طرح یہود کا رہن سہن، معاشرت اور وضع ولباس وغیرہ بھی تقریباً وہی تھا جو عربوں کا تھا، ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربوں کی قبائلی زندگی کا ان پر اچھا خاصا اثر پڑا تھا،

یہود کی دینی اور اخلاقی حالت

قرآن نے یہود کی دینی حالت اور اخلاقی معائب کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں دنیا کے تقریباً تمام یہود مبتلا تھے، مگر ہمارا موضوع بحث صرف جزیرۂ عرب کے یہود ہیں، اس لیے قرآن نے ان کے جن معائب کی نشاندہی کی ہے، ہم اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں،

دینی گمراہیاں

تمام انبیاے کرام کی تعلیم میں یہ بات مشترک رہی ہے کہ عزت وشرافت اور آخرت کی فلاح وسعادت کا مدار اور خدا کے نزدیک محبوبیت اور مقبولیت کا معیار ایمان وعمل ہے، نہ کہ نسل وذات، مگر یہودیوں کی ایک بنیادی غلطی اور گمراہی یہ تھی کہ انھوں نے شرافت ونجات کا معیار ہی سرے سے بدل دیا، اس کا مدار ایمان وعمل کے بجائے نسل وذات پر رکھا، ان کے نزدیک یہودی گھرانے میں پیدا ہونا ہی دنیا کا سب سے بڑا شرف اور نجات آخرت کے لیے کافی تھا، کہتے تھے کہ

نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُهٗ (مائدہ) — ہم اللہ کے لڑکے اور اسکے محبوب ہیں

اور سمجھتے تھے کہ

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس سلسلہ میں متعدد یہود مدینہ کا نام بھی لیا ہے، طبری میں انکا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود میں عام طور پر یہ خیال تھا،

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً (بقرہ) ہم دوزخ میں چند دن کے لیے ڈالے جائینگے،

ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا،

قُلْ اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے لیے (اے یہود!)

عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنْ دُوْنِ آخرت کی فلاح مخصوص ہے تو پھر موت کی

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ تمنا کر کے دکھلاؤ اگر تم سچے ہو۔

صٰدِقِیْنَ (بقرہ)

دوسری جگہ قرآن نے ان کو خطاب کر کے فرمایا ہے،

قُلْ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ آپ فرما دیجئے کہ اے یہود! اگر تم کو زعم ہے کہ

اَنَّکُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ تم اللہ کے محبوب ہو، تو موت کی تمنا کرو

اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (جمعہ) اگر تم سچے ہو،

اسی غلط تصور کا نتیجہ تھا کہ ان کے نزدیک کسی بدعقیدگی، بدمعاملگی اور بداخلاقی کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ گئی تھی، یہودیت کی سند مل جانے کے بعد وہ سمجھتے تھے کہ ان کی کوئی برائی برائی نہیں رہ جاتی، یہی وجہ تھی کہ ان میں وہ تمام برائیاں گھس آئیں جن کا کم از کم ایک صاحب شریعت قوم میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا، عقائد میں سب سے اہم اور اساسی چیز عقیدۂ توحید ہے، اسی کی صحت اور اسی میں اخلاص کی بنیاد پر سارے دین کی عمارت تعمیر ہوتی ہے، اگر اس میں کہیں سے کوئی نقص اور کمی آجاتی ہے تو پھر دین کمزور اور اس کے دوسرے اقدار بالکل بے روح ہو کر رہ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کی بنیادی تعلیم یہی رہی کہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو

یہود ایک صاحب شریعت قوم تھی جس کو حضرت موسیٰ کے ذریعہ پہلے ہی دن یہ سبق

دیا گیا تھا کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ — میرے سوا کوئی معبود نہین تو تم میری ہی عبادت کرو

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (طٰہٰ) — اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو،

مگر یہود کی تاریخ بتاتی ہے کہ انھون نے ہمیشہ عقیدۂ توحید مین رخنہ اندازی کی اور اس چشمۂ صافی کو کفر و شرک اور فسق و فجور سے گدلا کرنے کی برابر کوشش کی، جزیرۂ عرب کے یہود بھی اس جرم مین دنیا کے دوسرے یہود سے پیچھے نہین تھے، قرآن کو واضح طور پر ان پر کفر و شرک کے ارتکاب کا الزام عائد کرتا ہے،

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ (نساء) — ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کی،

سورۂ نساء کے آخر مین ان کے بارے مین وبکفرھم کے الفاظ بار بار دہرائے گئے ہین، گو یہ کفر، کفر باللہ نہ ہو، مگر کفر باحکام اللہ تو ضرور تھا، جیسا کہ ایک جگہ قرآن نے ان کے بارے مین وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ[1] ـ اور ان مین سے اکثر فاسق ہین، اسی بنا پر قرآن ان سے کہتا ہے

تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (آل عمران) — (اے اہل کتاب) آؤ ایک ایسی بات کیطرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے، یہ کہ بجز اللہ کے کسی کی عبادت[2]

وہ شرک مین بھی مبتلا تھے، جیسا کہ قرآن مجید مین ہے کہ وہ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے،[3]

---

[1] اس سلسلہ مین بعض یہودیون مثلاً رفاعہ بن زید وغیرہ کا واقعہ تفسیرون مین درج ہے۔ [2] آل عمران ،

[3] بعض مستشرقین نے لکھا ہے کہ صحف قدیم مین اسکا کوئی تذکرہ نہین ہے اور نہ اسوقت یہود کا یہ عقیدہ ہے، یہ بحث طویل ہے اسلیے ہم نظر انداز کرتے ہین، مختصراً اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ یہودیون مین یہ خیال عیسائیون کے اثر اور انکی ضد سے پیدا ہوا، اور عرب کے یہودیون مین ظہور اسلام کے وقت یہ عقیدہ تھا، چنانچہ طبری وغیرہ نے متعدد یہود کا نام بھی لیا ہے مثلاً فنحاص، سلام بن مشکم وغیرہ پھر انکے اس قول نحن ابناء اللہ واحباءہ اور اتخذوا احبارھم وغیرہ کو سامنے رکھا جائے تو اسمین کوئی تعجب باقی نہین رہ جاتا۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ — اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہین،

انھون نے اپنے علما، احبار کو وہ مرتبہ اور درجہ دیدیا تھا جو صرف اللہ ہی کے لیے مخصوص ہی،

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (توبہ) — انھون نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علما و مشائخ کو اپنا رب بنا رکھا ہے،

یہ آیت یہود اور نصاریٰ دونون کے بارے مین ہے، نصاریٰ کے سوء اعتقاد کے بارے مین حضرت عدیؓ بن حاتم کی روایت حدیث کی تمام کتابون مین مذکور ہے، یہود سے متعلق اس آیت کی تفسیر مین طبری مین یہ روایت ہے کہ

قال الربیع قلت لابی العالیہ کیف کانت الربوبیۃ فی بنی اسرائیل قال ماامرونا ائتمرنا وما نھونا عنہ انتھینا لقولھم وھم یجدون فی کتاب اللہ ماامروا بہ و مانھوا عنہ فاستنصحوا الرجال[2]

(طبری ج۱۰ ص ۷۰)

ربیع نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ بنو اسرائیل نے کس طرح سے اپنے احبار کو ارباب بنالیا تھا، انھون نے فرمایا کہ جس چیز کا وہ احبار حکم دیتے تھے اسکو ہم کرتے تھے، اور جس بات سے وہ روکتے تھے ہم رک جاتے تھے، یہ سب انکے کہنے کی وجہ سے کرتے تھے، حالانکہ وہ باتین کتاب مین موجود ہوتی تھین، چنانچہ اس طرح انھون نے احبار و علما کے اقوال و افعال کو اختیار کرلیا اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈالدیا،

اس کفر و طغیان نے ان کے قلوب کو اتنا سخت اور ان کے ذہن و دماغ کو اسقدر ماؤف کردیا تھا کہ وہ خدا ے قدوس کے بارے مین گستاخانہ اور طنز آمیز الفاظ استعمال کرنے لگے تھے،

---

[1] اس انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو العالیہ بھی اہل کتاب مین تھے، یہ غلام تھے، اس لیے ان کے اہل کتاب ہونے کا اور بھی قوی امکان ہے [2] طبری ج۱۰ ص ۷۰

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ — یہود کہتے تھے کہ اللہ کا ہاتھ تنگ ہو گیا ہے۔

یہی نہیں بلکہ وہ کہتے تھے،

اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاءُ — اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں،

کتاب الٰہی (توراۃ) کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ کچھ اچھا نہیں تھا، وہ کتاب کی تاویل وتفسیر اپنی خواہشات اور دنیاوی اغراض کے تحت کرتے تھے، قرآن میں ہے

يُحَرِّفُوْنَ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ — پھر اسکو بدل ڈالتے تھے اسکے سمجھنے کے بعد

يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ — اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ — اللہ کی طرف سے ہے، اس سے غرض یہ ہوتی

ثَمَنًا قَلِيْلًا (بقرہ ۹) — ہے کہ کچھ روپے پیسے حاصل کریں؛

جب اس معنوی تحریف سے کام نہ چلتا تو کلام الٰہی کو چھپا دیتے (مائدہ) اگر ضرورت پڑتی تو لفظی تحریف بھی کر ڈالتے[۱]،

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (مائدہ) — کلام الٰہی کو اسکے موقع ومحل سے بدل دیتے ہیں،

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ (مائدہ) — وہ کلام الٰہی کو اسکے موقع سے بدلتے رہتے ہیں۔

یہ تو پڑھے لکھے یہودیوں کا حال تھا، جو اپنی ہر خواہش اور غرض کی تکمیل کے لیے کتاب اللہ کو آلۂ کار بناتے تھے، اور اس کی من مانی تفسیریں کرتے تھے، لیکن ان کے عوام جو ان اسلحہ کا استعمال نہیں جانتے تھے، وہ صرف اپنی خواہشوں اور تمناؤں ہی کو آخری سند سمجھتے تھے،

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ — اور ان میں بہت سے ناخواندہ ہیں جو کتابی علم

الْكِتٰبَ اِلَّا اَمَانِيَّ (بقرہ ۱۰) — نہیں رکھتے، لیکن دل خوش کن باتیں،

حضرت زید بن سعنہؓ کے حالات میں تحریف کی ایک مثال آئے گی جس سے آپ کو اندازہ

[۱] اس سلسلہ میں متعدد واقعات عہد نبوی میں پیش آئے جن میں سے بعض کا تذکرہ اوپر آچکا ہے،

ہوگا کہ وہ اس مین کس درجہ بے باک تھے،

ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے مین توراۃ مین جو پیشین گوئیان اور بشارتین تھین، اور جن کو پڑھکر متعدد صالح الفطرت یہود حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ان کو انھون نے چھپانے کی کوشش کی، اسی طرح احادیث مین آتا ہے کہ رجم سے متعلق، توراۃ کے حکم کو بھی انھون نے پوشیدہ رکھنا چاہا، مگر بعض حق پرست علماے یہود نے اسے آپ پر ظاہر کردیا، اور آپ نے اس کے مطابق عمل کیا، (بخاری و مسلم)

انبیا، و رسل کے ساتھ بھی انھون نے ہمیشہ طغیان و سرکشی ہی کی روش اختیار کی یہانتک کہ ان نفوس قدسیہ مین سے بعض کو انھون نے قتل تک کرڈالا، اسی وجہ سے حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے ان پر لعنت کی (مائدہ)

جزیرۂ عرب کے یہود بھی اس بارے مین اپنے پیشرؤن سے کچھ مختلف نہین تھے، وہ حضرت ابرہیمؑ کے بارے مین کہتے تھے کہ وہ یہودی تھے، (آل عمران) قرآن نے ان کے اس خیال کی تردید کی (آل عمران) نبوت و رسالت صرف یہود کے لیے مخصوص سمجھتے تھے (جمعہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی انھون نے وہ سب کچھ کیا جو ان کے پیش روُن نے اپنے وقت کے انبیاے کرام علیہم السلام کے ساتھ کیا، تفصیل آگے آتی ہے،

فرشتون کے متعلق ان کے خیالات عربون سے بالکل مختلف تھے، عرب ان کو خدا کا شریک ٹھیراتے تھے، اور یہ ان سے دشمنی و عداوت رکھتے تھے، خصوصیت سے حضرت جبرئیلؑ کے بارے مین وہ کہتے تھے کہ یہ ان کا قدیم دشمن ہے، قرآن نے ان کے اس خیال کی شدت سے تردید کی، [1]

[1] اس سلسلہ مین طبری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے یہود کی گفتگو کو نقل کیا ہے، ص ۳۲۷، ج ۱

مشرکانہ اوہام وخرافات، جادو، گنڈا، اور عملیات وغیرہ پر ان کا اعتقاد تھا، لبید، عاصم وغیرہ بہت سے یہودی عامل تھے، جو کنگھیوں اور بالوں میں منتر پڑھکر پھونکتے تھے[۱]، یہ ان کے دینی معائب کا ایک مختصر خاکہ ہے، جن میں وہ دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تک مبتلا تھے،

اب ان کے اخلاق و معاملات پر روشنی ڈالی جاتی ہے،

اخلاق و معاملات اخلاق و معاملات کے اعتبار سے جزیرہ عرب کے یہود نہایت ہی گرے ہوئے تھے، یہ اخلاقی گراوٹ ان ہی تک محدود نہیں تھی، بلکہ اس میں ہر جگہ کے یہود برابر کے شریک تھے، ان کے اخلاق و اعمال حد درجہ مبتذل، رکیک اور قابل نفریں تھے، جن کا انسانیت، شرافت اور فضائلِ اخلاق سے کوئی دور کا بھی تعلق باقی نہیں رہ گیا تھا، سورہ بقرہ اور آل عمران میں خاص طور سے ان کے ایک ایک عیب کی نشاندہی کی گئی ہے، ذیل کی سطروں میں ان کے چند بنیادی عیوب کا تذکرہ کیا جاتا ہے،

نفاق یہود حجاز جن اخلاقی کمزوریوں کا شکار تھے، ان میں سب سے اہم منافقت ہے، یہ روح انسانی کے لیے ایسا روگ ہے جو انسان کی تمام اخلاقی خوبیوں اور فطری صلاحیتوں کو ختم کردیتا ہے، جس فرد یا جماعت میں یہ مرض پیدا ہو جائے اس سے کسی خیر کی امید نہیں کی جاسکتی، چنانچہ یہود حجاز کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان میں بھی نفاق نے اچھی طرح گھر کرلیا تھا، انھوں نے اسلام کے بارے میں مسلسل نفاق کا ثبوت دیا، اور ان کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ایک ایسا گروہ تیار ہوگیا تھا، جو مرتے دم تک اس روگ میں مبتلا رہا، اور اسلام اور مسلمانوں کو نقصان اور اذیت پہنچاتا رہا، قرآن کہتا ہے،

وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا۟ — وہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲ کتاب الطب،

عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (آل عمران)

ایمان لائے، اور جب تم سے جدا ہوتے ہین تو تم پر اپنی انگلیان کاٹ کاٹ کھاتے ہین، ارے غصہ کے، آپ کہدیجئے کہ مر رہو اپنے غصہ مین،

سورہ بقرہ (ع ۔ ۸) مین اسی طرح کی ایک آیت موجود ہے،

دوسرون کو بھی اس نفاق پر ابھارتے تھے،

وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (آل عمران)

بعض اہل کتاب نے کہا کہ ایمان لے آؤ اس پر جو مسلمانون پر نازل ہوا (یعنی قرآن) اور صبح کے وقت اور شام تک اس سے انکار کردو، شاید کہ وہ پھر جائین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ساتھ انھون نے مستقلاً جو منافقانہ طرز عمل اختیار کر رکھا تھا اس کی پوری تصویر ان آیتون مین آگئی ہے، وہ مسلمانون ہی کے ساتھ نفاق نہین برتتے تھے، بلکہ اس عادت بد کی وجہ سے اپنون تک سے منافقانہ پیش آتے تھے، اور ایک دوسرے کو دھوکا اور فریب دیتے تھے، غزوات کے سلسلہ مین متعدد مواقع پر انھون نے خود ایک دوسرے کو دھوکا دیا،[1]

حرام خوری

حرام خوری بھی ان کا شاید قومی خاصہ ہو گیا تھا، قرآن مین ہے،

اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (مائدہ)

یہ بڑے حرام کھانے والے ہین،

سورہ مائدہ مین ان کی حرام خوری کو متعدد بار دہرایا گیا ہے،

ان کے سودی کاروبار کا ذکر آچکا ہے، رشوت ستانی اور ناجائز طریقہ پر شکم پری کے بھی

[1] مثلاً غزوۂ نضیر، غزوۂ خندق وغیرہ کے مواقع پر،

یہ عادی ہو گئے تھے،

وَاَکْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (نساء)	اور ان کے ناحق طریقہ سے مال کھانے کی وجہ سے،

دوسرون کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسمین کھاجاتے تھے،

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا	یقیناً جو لوگ حقیر رقم لے لیتے ہین بمقابلہ اس عہد کے جو انھون نے اللہ سے کیا ہے، اور بمقابلہ اپنی قسمون کے

اس سلسلہ مین حضرت اشعثؓ اور ایک یہودی کا واقعہ تفسیرون مین ملتا ہے،

ان کے علماء و احبار بھی دوسرون کا مال ہڑپ کر لیتے تھے، (توبہ)

حرص وطمع | یہ مالدار اور خوش حال تھے، مگر ان کی حرص وطمع کا یہ حال تھا کہ دو دو چار چار روپے کے لیے معصوم بچون کو ہلاک کر ڈالتے تھے،[۱] سودی قرضون مین بچون اور عورتون کو رہن رکھ لیتے تھے،[۲] ان کے پاس سونے چاندی کا ڈھیر تھا، مگر راہ حق مین ایک پیسہ بھی نہین خرچ کر سکتے تھے،

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (توبہ)	(حرص کی وجہ سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہین، اور ان کو اللہ کی راہ مین خرچ نہین کرتے،
اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا (نساء)	کیا ان کے پاس سلطنت کا کوئی حصہ ہے، اگر ہوتا تو وہ ایک ذرہ برابر اس مین سے دوسرون کو نہ دیتے،

خیانت | خیانت حرص وطمع ہی کا نتیجہ ہے، چنانچہ ان مین یہ عیب بھی موجود تھا،

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶، کتاب الدیات [۲] ایضاً قتل کعب بن اشرف

وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ — ان مین بعض ہین کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار

لَا يُؤَدِّهٖ اِلَيْكَ اِلَّا مَادُمْتَ — بھی امانت رکھو تو تم کو وہ ادا نہ کرین گے،

عَلَيْهِ قَائِمًا (آل عمران) — جبتک کہ تم انکے سر پر سوار نہ ہو جاؤ،

پھر اس خیانت کو اپنے لیے جائز اور اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے،

قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيِّيْنَ — (یہ خیانت) اسلیے ہے کہ وہ کہتے ہین کہ غیر اہل کتاب

سَبِيْلٌ (آل عمران) — (کے مال) کے بارے مین ہم پر کوئی جرم نہین،

بغض وحسد

بغض وحسد کا جذبہ ایک بدترین جذبہ ہے، اسکی موجودگی مین کبھی حق وانصاف کا جذبہ آدمی کے دل مین پرورش نہین پاتا جس کے اندر یہ جذبہ موجود ہوتا ہے اس کو دوسرون کی خوبیان اور بھلائیان نظر ہی نہین آتین، یا اگر نظر آتی ہین تو وہ ان کی طرف سے صرف نظر کرلیتا ہے، اگر کسی کو کوئی شرف اور فضل حاصل ہوجاتا ہے تو ایسے شخص کو انتہائی تکلیف ہوتی ہے یہود کی زندگی اس برے جذبہ کا مکمل نمونہ تھی،

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا — کیا دوسرے آدمیون سے ان چیزون پر جلتے ہین

اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (نساء) — جنہین اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کی ہین،

هٰاَنْتُمْ اُولَاۤءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا — ہان تم ایسے ہو کہ ان لوگون سے محبت رکھتے ہو

يُحِبُّوْنَكُمْ (آل عمران) — اور یہ لوگ تم سے قطعاً محبت نہین رکھتے۔

قرآن نے ان کے اسی بغض وحسد کی بنا پر فرمایا کہ

مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ — اپنے غصہ سے مر رہو،

دروغ گوئی اور بدعہدی

دروغ گوئی، بدعہدی اور جھوٹی قسمین کھانا ان کا شیوہ تھا،

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ (مائدہ) — یہ لوگ غلط باتون کے سننے کے عادی ہین۔

اتخذوا ایمانھم جنۃ (مجادلہ)   انھون نے اپنی قسمون کو ڈھال بنالیاہے،

عہد نبوی مین ان کی دروغ گوئی اور بدعہدی کی بے شمار مثالین ملتی ہین، معاہدہ کے ذکر مین، اس کی تفصیل آئے گی،

اسی طرح وہ فواحش اور بے حیائیوں سے بھی باز نہین رہتے تھے، عرب عورتون کو چھیڑا کرتے تھے، اور ان سے کھلا ہوا مذاق کرتے تھے، کعب بن اشرف ان کا مشہور شاعر اس مین بیحد بدنام تھا، ایک مرتبہ ایک انصاری بزرگ نے اس سے قرض مانگا تو اس نے ان سے برجستہ کہا کہ اس کے بدلے اپنی بیوی کو میرے یہان گرو رکھدو، اس کی دنائت اور اس کا سفلہ پن اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ازواجِ مطہرات اور صحابیات کا نام لیکر تشبیب[1] کرتا تھا،[2]

ایک برائی ان مین یہ بھی تھی کہ اگر کوئی شریف و معزز آدمی زنا کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی معمولی اور کم رتبہ آدمی اس کا ارتکاب کرتا تو اس کو سزا دیتے،[3]

ان مین خود غرضی اور قساوتِ قلبی بھی حد درجہ تھی جس کا مظاہرہ دن رات ہوتا رہتا تھا، حتیٰ کہ وہ اپنے یہودی بھائیون کو گھر سے نکال دیتے، اسی خود غرضی کی وجہ سے وہ آپس مین برابر لڑتے بھڑتے رہتے تھے، یہی نہین بلکہ ایک دوسرے کے خلاف اپنے دشمنون تک کو مدد دیتے تھے،[4]

قرآن نے ان کے ان معائب کی تصویر ان الفاظ مین کھینچی ہے،

تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ   تم ایک دوسرے سے قتل وقتال بھی کرتے ہو

---

[1] وہ اشعار جن مین حسن و عشق کے جذبات ظاہر کیے جا ئین [2] طبقات الشعراء ص ۱۱۰۔
[3] صحیح مسلم باب رجم یہود [4] اوپر ذکر آچکا ہے،

فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ (بقرہ)	اور ایک دوسرے کو گھروں سے نکالدیتے ہو
تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ	تم انکو متفق خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل
شَتَّىٰ (حشر)	آپس میں متفق نہیں ہیں،

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایت مسند احمد میں ہے، آپ نے فرمایا کہ جاہلیت میں یہود دو گروہ میں بٹ گئے تھے، ان میں ایک غالب تھا اور دوسرا مغلوب، جب غالب گروہ کا کوئی آدمی قتل کیا جاتا تو اس کی دیت مغلوب کو زیادہ دینی پڑتی اور اگر مغلوب کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا، تو اس کی دیت کم ملتی، جاہلیت میں تو مغلوب گروہ اس ظلم کو برداشت کرتا رہا، مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایک بار جب ایسا واقعہ پیش آیا تو اس نے زیادہ دیت دینے سے انکار کر دیا، اور غالب گروہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اب نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد ہم یہ ظلم و ستم سہنے کے لیے تیار نہیں[1]،

پھر ان تمام اخلاقی جرائم پر وہ خوش ہوتے اور چاہتے تھے کہ جو خوبیاں ان میں نہیں ہیں ان پر بھی ان کی تعریف و تحسین کی جائے۔

الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ	یہ لوگ اپنے اخلاق و کردار پر خوش ہیں اور جو کام انھوں نے
أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا (آل عمران)	نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو،

ان کے دینی اور اخلاقی انحطاط کا یہ بہت مجمل خاکہ ہے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے جس قوم میں اتنا زیادہ دینی انحطاط، اور اتنے زیادہ ذمائم اخلاق ہوں اس کی موجودگی میں کوئی صالح معاشرہ اور پرسکون ماحول کیسے پیدا ہو سکتا ہے، چنانچہ جب تک یہودیوں کا معاشی، اقتصادی، سیاسی تغلب اور ان کا زور باقی رہا، پورے حجاز اور خصوصیت سے مدینہ میں سکون و اطمینان کی فضا پیدا

[1] مسند ج ۱ ص ۲۴۶

نہ ہو سکی، مگر جون جون ان کا زور ختم ہوتا گیا، امن و سلامتی کی فضا پیدا ہوتی گئی، تا آنکہ پورا حجاز انکی ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں سے پاک و صاف ہو گیا،

ایسے معائب، مثالب اور ذمائم اخلاق میں گھرے ہونے پر بھی اس بد باطن اور کج فطرت قوم کے جتنے افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، وہ اسلام کی بڑی کامیابی ہے، ورنہ ایسا دین جس کے قبول کرنے میں کوئی جبر و سختی نہ ہو[1] اس میں ایسی تیرہ بخت اور دون فطرت قوم کے ایک دو فرد کا داخل ہونا بھی درحقیقت اسلام کا ایک معجزہ ہے،

بعثت نبوی کے بعد یہود اور مسلمانوں کے اجتماعی اور سیاسی تعلقات کی نوعیت

بعثت نبوی سے قبل یہودیوں کے سیاسی، تمدنی اثرات کا جائزہ لینے اور ان کی اخلاقی اور دینی حالت کا تذکرہ کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ظہور اسلام کے بعد، ان میں اور مسلمانوں میں باہم جو سیاسی و اجتماعی تعلقات پیدا ہوئے، اور اس سے جو تصادم اور مصالح پیدا ہوئے اس پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مکہ میں ہوئی، اور ذکر آچکا ہے کہ مکہ میں یہود نہیں تھے، اس لیے مکی زندگی میں براہ راست ان سے کوئی سیاسی و اجتماعی تعلق نہیں پیدا ہوا لیکن دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں جو ابتدائی سورتیں نازل ہوئیں ان میں حسب ضرورت اگلے انبیاء خصوصاً حضرت موسیٰ کا ذکر آتا ہے، مثلاً سورہ مزمل میں، جو بالکل ابتدائی سورتوں میں ہے، حضرت موسیٰ اور فرعون کا ذکر آتا ہے، پھر سورہ اعلیٰ میں صحف موسیٰ کا تذکرہ بھی آتا ہے، اسی طرح اسکے بعد نازل ہونے والی سورتوں مثلاً سورہ قمر، سورہ ق اور سورہ بروج وغیرہ میں بھی حضرت موسیٰ

[1] لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں ہے، چنانچہ مدینہ سے یہودی قبائل کے اخراج کے بعد متعدد یہودی موجود رہے جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، لیکن ان سے کوئی تعارض نہیں کیا گیا، بعض کا تذکرہ اس کتاب میں آیا ہے، حضرت صفیہؓ نے اپنی ایک جائداد کے متعلق اپنے یہودی رشتہ دار کو وصیت کی تھی،

کی کامیابی اور فرعون کے برے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے،

غرض مکہ کے ابتدائی سالون مین براہ راست یہود سے قرآن نے خطاب نہین کیا، محض دعوت و تبلیغ کے نقطۂ نظر سے اس نے ان مشہور واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جس سے اہل مکہ واقف تھے، تاکہ وہ عبرت حاصل کرین،

مکی سورتون مین سب سے پہلے سورہ اعراف مین ذرا تفصیل سے "بنی اسرائیل" کے نام سے ان کا تذکرہ ملتا ہے، جس مین متعدد انعامات الٰہی کو گنایا گیا ہے، اور ان کی بار بار کی ناشکری و احسان ناشناسی کا ذکر کیا گیا ہے، اس سورہ مین یہ بھی ذکر آیا ہے کہ تورات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی موجود ہے، ان واقعات کی تفصیل اس سورہ کے رکوع ۱۲ سے ۱۸ تک مین موجود ہے، اگر ان مین سے ان آیتون کو نکال دیا جائے جن کو مفسرین مدنی بتاتے ہین، تب بھی یہود کی ابتدائی تاریخ کا خلاصہ مکہ مین نازل ہو چکا تھا[1]، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ قرآن مین بنی اسرائیل کا تذکرہ وسیع ہوتا جا رہا تھا،

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کو کئی برس گذر چکے تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً اہل مکہ نے قرآن کے بیان کردہ واقعات خصوصاً وہ جو یہود سے متعلق تھے، ان کی طرف کچھ زیادہ دھیان نہین دیا، لیکن جب قرآن نے بار بار ان کا اعادہ کیا تو ان کو

---

[1] ابن جریج قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس سورہ مین یہ آیت اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا الآیۃ ان یہود کے بارے مین نازل ہوئی جنھون نے اس کے پہلی والی آیت کے بارے مین جس مین تقویٰ اور زکوٰۃ کا ذکر ہے کہا تھا کہ ہم بھی تو تقویٰ کے حامل ہین اور زکوٰۃ نکالتے ہین، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب براہ راست بھی یہود بحث و مباحثہ کرنے لگے تھے، مگر اس کے علاوہ دوسری کوئی شہادت ہم کو نہین ملی جس سے مکہ مین براہ راست ان سے سوال و جواب کی تائید ہوتی ہو، اس لیے حاشیہ مین اسکا ذکر کیا گیا۔

ان کی تردید کا خیال پیدا ہوا ہوگا، مدینہ اور خیبر کے یہودیون سے ان کے قدیم تعلقات تھے، اسلیے انھون نے ان سے یا طائف اور بنو کنانہ کے یہود سے جو انکے قریب ہی رہتے تھے، ان واقعات کی صداقت اور عدم صداقت اور آپ کی نبوت کے بارے مین سوالات کرتے رہے ہون گے، جیسا کہ مفسرین اور بعض محدثین نے لکھا ہے کہ روح[1]، اصحاب کہف اور ذوالقرنین وغیرہ کے بارے مین جو آیات نازل ہوئین، وہ درحقیقت کفار عرب کے ان سوالات کے جوابات ہین، جو انھون نے یہود سے پوچھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق کیے تھے، اصحاب کہف کے متعلق تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ خود یہود مدینہ نے اہل مکہ سے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کے بارے مین سوال کرو، اگر وہ نبی ہون گے، تو جواب دین گے،[2]

لیکن اب تک یعنی سورۂ اسرائیل کے نزول تک جو کچھ ان کے بارے مین کہا گیا، یا تو اہل عرب کو براہ راست خطاب کرکے کہا گیا، یا پھر غائب کے صیغہ سے کہا گیا، تو یہودیون کو براہ راست خطاب نہین کیا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ معراج سے پہلے تک یہود سے براہ راست تعلق نہین

---

[1] روح کے سلسلہ مین عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال مدینہ مین کیا گیا تھا، مگر ترمذی مین ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے یہود سے کہا کہ ہم کو کچھ ایسی باتین بتاؤ جن کے متعلق ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کرین، اس کے جواب مین یہود نے ان سے کہا کہ روح کے بارے مین ان سے سوال کرو! فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۳۔ اصحاب کہف کے سلسلہ مین طبری مین حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ خود یہود نے اہل مکہ سے ان چیزون کے بارے مین سوالات کرنے کے لیے کہا تھا، بہرنوع دونون باتین بیک وقت ممکن ہین اس مین کوئی تضاد نہین، سیر کی کتابون مین تذکرہ آتا ہے کہ قریش نے ایک دفعہ یہود مدینہ کے پاس آپ کی نبوت کے بارے مین دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا، ممکن ہے یہ اسی وقت کا واقعہ ہو۔

[2] طبری ج ۱۵ ص ۱۱۸

پیدا ہوا تھا، سورۂ اسراء کے بعد سورہ یونس کا نزول ہوتا ہے، اس مین بھی یہود کی پچھلی تاریخ کو دہرایا گیا اور مزید یہ بتایا گیا کہ انھون نے دین کے بارے مین علم الٰہی آجانے بعد بھی اختلاف کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ان قرآنی قصون مین شک کرنے والون کو خطاب کرکے ارشاد ہوا،

فسئال الذین یقرؤن الکتب من قبلک (یونس) — تو آپ ان لوگون سے دریافت کیجئے جو آپ سے پہلے نازل ہونے والی کتابون کو پڑھتے ہین (یعنی توراۃ و انجیل)

اس آیت سے دو باتین معلوم ہوتی ہین، ایک تو یہ کہ یہود مین اس وقت ایسے صالح الفطرت لوگ موجود تھے، جو اظہار حق کر سکتے تھے، اور دوسری یہ کہ اب ان مین اور مسلمانون مین براہ راست سوال و جواب کے امکانات پیدا ہو گئے تھے، لیکن ان امکانات کے لیے قرآن کی اندرونی شہادت، تاریخ نزول قرآن، اور بعض واقعات کی ترتیب کے علاوہ کوئی خارجی ثبوت نہین ملتا، اس لیے اس سلسلہ مین جو کچھ بھی لکھا جائے گا، اس مین غلطی کا امکان ہے، مگر عاجز قرآن و سیرت کے مطالعہ سے اپنی حد تک جو کچھ بھی اخذ کر سکا ہے، اس پر اسے وثوق ہے، اس لیے اسے پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہے، واللہ اعلم بالصواب،

صحیح روایتون کے مطابق معراج کا واقعہ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے پیش آیا، ظاہر ہے کہ سورۂ اسراء (یعنی سورہ بنی اسرائیل) اس کے بعد ہی نازل ہوئی، اور سورۂ یونس جس مین اوپر والی آیت مذکور ہے، سورۂ اسراء کے بعد نازل ہوئی،

اہل مدینہ کے متعلق تمام ارباب سیر لکھتے ہین کہ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی سنہ نبوی مین ان کے چھ آدمیون نے اسلام قبول کیا، جو نزول سورۂ اسراء سے پہلے کا واقعہ ہے، ظاہر ہے کہ

ل‍ه بعض مفسرین نے اس سلسلہ مین عبد اللہ بن سلام وغیرہ کا نام لیا ہے، صاحب روح المعانی نے اس کی تردید کی ہے،

یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ مین جاکر خاموش نہین بیٹھے ہون گے، اسلام کا پیغام دوسرون تک پہنچایا ہوگا، عام طور سے ان کے اسلام کا چرچا ہوا ہوگا، عام اہل مدینہ نے، جس مین یہودی بھی تھے، اسے جانا بھی ہوگا، ہمارے نزدیک اسی کا اثر تھا کہ دوسرے سال یعنی سنہ ۱۱ نبوی مین یہ تعداد دگنی ہوگئی، اور ۱۲ آدمیون نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، اور خواہش ظاہر کی کہ ہمارے ساتھ کسی کو کر دیا جائے جو وہان رہ کر ہم کو اسلام کی تعلیم دے، چنانچہ آپ نے مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا، حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہنچے تو گھر گھر جاکر اسلام کا پیغام پہنچایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی مسلمانون کی تعداد پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوگئی،

یہود جو مدینہ مین ہر طرف پھیلے ہوئے تھے جن سے انصار کا دن رات کا تعلق تھا، خود بھی ایک مذہب اور شریعت کے حامل تھے، ان کی اس حیثیت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مین اہل مکہ بغرض تحقیق ان کے پاس آ بھی چکے تھے، انھون نے اس نئے دین کے بارے مین اگر انصار سے سوال وجواب اور بحث ومباحثہ شروع کر دیا ہو تو کوئی تعجب نہین، اور بعض روایتون سے یہ پتہ چلتا بھی ہے کہ وہ آپ کی نبوت کے منتظر تھے[۱]، جیسا کہ کتب سیر مین ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کے سامنے عقبہ مین سب سے پہلے اسلام پیش کیا تو وہ یہ کہہ کر اسلام لائے کہ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے اس فضل مین سبقت لیجائین،[۲]

ان وجوہ کی بنا پر عاجز کا خیال ہے کہ اس آیت کی تفسیر مین بعض مفسرین نے جو مومنین اہل کتاب کا نام لیا ہے صحیح نہین ہے[۳]، اور نہ یہ صحیح ہے کہ مکہ مین بھی یہود تھے[۴]، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ

۱؎ اس کتاب مین متعدد جگہ اسکا ثبوت ملے گا ۲؎ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۶۲، بحوالہ زرقانی اور ابن سعد ۳؎ جیسا کہ اس سلسلہ میں مفسرین نے عبد اللہ بن سلام اور تمیم داری کا نام لیا ہی، مگر ظاہر ہی کہ یہ سورت اور پھر یہ آیت مکی ہے، اسلیے اس سے انکو مراد لینا صحیح نہیں ہوسکتا ۴؎ بعض مستشرقین کا یہی خیال ہے، اس کی تفصیل اوپر آچکی ہے،

ہجرت سے پہلے ہی انصار مدینہ اور یہود کے درمیان اسلام کے بارے مین گفتگو اور بحث و مباحثہ کا آغاز ہو چکا تھا، اور انھون نے ان کی کچھ نہ کچھ مخالفت بھی شروع کر دی تھی، جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق سے بھی پتہ چلتا ہے، ان ہی تعلقات کی بنا پر آیت مین کہا جا رہا ہے کہ آپ ان لوگون سے (مسلمانون کے ذریعہ) تحقیق کر لیجئے جو کتاب کے عالم ہین،

بیانِ مذکورۂ بالا سے واضح ہوا ہوگا کہ ابتداءً اسلام کے مقابلہ مین یہود کا رویہ معاندانہ نہین تھا، بلکہ بڑی حد تک وہ اسلام کی صداقت کے معترف بھی تھے، مگر جون جون اسلام کی تعلیمات سے واقف ہوتے گئے، ان کی مخالفت اور دشمنی بڑھتی گئی، سورہ یونس کے بعد ہود اور حم سجدہ وغیرہ سورتین نازل ہوئین جن مین ان کے متعلق بار بار یہ بات دہرائی گئی کہ یہ جان بوجھکر قرآن کا انکار کر رہے ہین[1]، ان سورتون کے بعد سورہ غاشیہ کا نزول ہوا، اس مین بھی قریب قریب وہی بات دہرائی گئی، پھر سورہ صافات نازل ہوئی جس مین ان کی کتاب تورات کو اماماً و رحمۃً کے الفاظ سے یاد کیا گیا، اور قرآن کو اس کا حریف نہین بلکہ مؤید قرار دیا گیا، پھر سورہ انبیاء اتری، اس مین اس کو "الفرقان" اور "ضیاء" کہا گیا، لیکن اس ترہیب و ترغیب کے باوجود یہود کی روش مین کوئی تبدیلی نہین پیدا ہوئی، بلکہ اسلام اور مسلمانون کی مخالفت مین وہ اور زیادہ سخت ہو گئے، اور اہل مکہ کو جیسا کہ قرآن مین ہے، پہلے سے زیادہ اسلام کے خلاف اکسانے اور اعتراض کے لیے ابھارنے لگے، چنانچہ سورہ انعام مین کھانے پینے سے متعلق محرمات کے سلسلہ مین ان کے اعتراضات کا جواب ذرا سخت انداز سے اور خاص طور سے ان کی طرف اشارہ کر کے دیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے،

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ — اور یہودیون پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے،

[1] ع۱ آیت ۱۴ اور ۱۲

سورۂ نحل میں مکرر ارشاد ہے

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ — اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جنکا بیان ہم اس سے قبل آپ سے کر چکے ہیں.

ان دونوں آیتوں میں "الَّذِيْنَ هَادُوْا" کے الفاظ خاص طور سے قابل غور ہیں. اس سے پہلے ان الفاظ کے ساتھ ان کو یاد نہیں کیا گیا تھا، پھر دونوں آیتوں کے آخر میں کہا گیا:

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ (انعام) — انکی شرارت کے سبب ہم نے انکو یہ سزا دی تھی،

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (نحل) — ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود اپنے اوپر زیادتی کرتے تھے،

یہود اور مسلمانوں کے درمیان تعلقات کا جو ارتقا، قرآن کی آیات سے دکھایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت سے پہلے ہی چند حق پسند اور صالح الفطرت افراد کے علاوہ پوری قوم یہود میں رفتہ رفتہ اسلام و شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت کا جذبہ پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا، اور اس مخالفت کا اظہار بھی کبھی اہل مکہ کے ذریعہ ہوتا تھا. اور کبھی اہل مدینہ کے ذریعہ، جن سے ان کا دن رات کا سابقہ تھا، مگر ابھی تک یہ مخالفت صرف ذہنی اور زبانی تھی۔

ہجرت کے بعد یہود کا یہ حال تھا کہ آفتاب اسلام کی کرنیں افق مدینہ پر چمکیں یعنی ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے تشریف فرمائے مدینہ ہوئے، یہود کے بعض صالح اور سلیم الفطرت افراد مثلاً عبد اللہ بن سلام اور میمون بن یامین وغیرہ جن کو تورات کی پیشین گوئی[1]، علماء و احبار یہود کی بار بار کی یاد دہانی، اور انصار کی مکہ میں آمد و رفت کے ذریعہ آپ کی بعثت کا علم ہو چکا تھا، بڑی بیچینی سے آپ کی ہجرت اور مدینہ میں آپ کی آمد آمد کا انتظار کر رہے تھے، جو نہی آپ جلوہ فرمائے مدینہ

---

[1] اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے،

ہوئے، وہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔[۱] ان کے ساتھ بعض اور افراد نے بھی آپ کی نبوت کی صداقت کو تسلیم کیا۔[۲] مگر ان کی تیرہ بختی نے نور حق کو ان کے تاریک قلوب تک پہنچنے نہین دیا، اور وہ مسلمان نہ ہوسکے،

عبد اللہ بن سلامؓ اور ابن یامینؓ کے اسلام لانے کا یہود پر بجائے اچھا اثر پڑنے کے اور الٹا اثر پڑا، اور انھون نے اس اقدام حق پر ان کو حد درجہ مطعون اور لعنت ملامت کی،

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے پہلے مکہ ہی مین یہود کی مخالفت اور دشمنی کا علم ہوچکا تھا، مدینہ آنے کے بعد اس کا عینی مشاہدہ بھی ہوا، اس لیے آپنے مسجد نبوی و کاشانۂ نبوت کی تعمیر کے بعد ہی پہلا جو کام کیا وہ انصار اور یہود مدینہ کے ایک ایک قبیلہ سے معاہدۂ امن و صلح تھا، تاکہ یہود کی مخالفت اور زیادہ آگے بڑھنے نہ پائے، اور آپکے اور مسلمانون کے بارے ان کو جو غلط فہمی ہوگئی ہے، اس کا ازالہ ہوجائے، چنانچہ آپنے قبائل یہود سے صرف معاہدہ

---

[۱] ابن الہیبان نے خاص طور پر ان کو جمع کرکے اس پیشین گوئی کو یاد دلایا تھا، کتاب مین حضرت اسیدؓ کے حالات مین یہ پورا قصہ مذکور ہے، انصار کے سامنے آپنے پہلی بار اسلام پیش کیا، تو انھون نے آپس مین مشورہ کیا، اور کہا ایسا نہ ہو کہ اس فضل مین یہود ہم سے سبقت لیجائین، اور ہم رہ جائین، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہود جانتے تھے کہ خاک بطحا سے وہ نبی عنقریب مبعوث ہونے والا ہے، جس کی بشارت حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو دی تھی، ابھی اوپر حضرت سلمہؓ کی روایت گذری ہے، جس مین ہے کہ ایک یہودی عالم نے یہود کے ایک پورے مجمع مین آپکے مبعوث ہونے کا اعلان کیا تھا [۲] مثلاً ابو یاسر بن اخطب نے جب قرآن کی آیتین سنین تو اپنے قبیلہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم جس نبی کا انتظار کررہے تھے وہ آگئے ہیں، انکی اطاعت کرو، مگر اسکے بھائی حی بن اخطب نے اسکی مخالفت کی، چونکہ یہ قبیلہ کا سردار تھا، اس لیے پوری قوم اس کی ہم آہنگ ہوگئی۔ فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۲ اس سلسلہ مین بعض واقعات کا تذکرہ آگے آئے گا۔

امن و صلح ہی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ آپ نے اور آپ کے ساتھ صحابۂ کرام نے ان کے ساتھ اپنا رویہ نہایت مصالحانہ، خیر خواہانہ اور روادارانہ رکھا،

آپ بنفس نفیس ان کے مریضون کی عیادت کرتے تھے، ان کے جنازے جاتے تھے تو آپ احتراماً کھڑے ہو جاتے تھے، آپکی مجلس مین ان کو چھینک آتی تو آپ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے، جب تک کسی مسئلہ مین قرآن کا صریح حکم نازل نہ ہو جاتا، آپ تورات کے حکم پر عمل کرتے، اور اس مین خود یہود سے مشورہ کرتے تھے، آپ خود اور صحابہ ان ہی کی اتباع مین عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، یہود آپ سے اور مسلمانون سے بحث و مباحثہ کرتے، مگر آپ کبھی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے، ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ اور چند یہودیون مین باہم اس بات پر کہ حضرت موسیٰؑ افضل ہین یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سخت گفتگو ہو گئی، یہود خدمت نبوی مین شکایت لے کر آئے، آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو، اسی طرح ایک مرتبہ حضرت یونسؑ کا ذکر آیا، تو اس وقت بھی آپ نے یہی فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت نہ دو۔

ایک طرف یہ لطف و کرم اور اخلاق و محبت کی بارش تھی کہ بچہ بچہ اس سے سیراب تھا، دوسری طرف یہود کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ کی مجلسون مین آتے تو السلام علیکم کے بجائے السام علیکم (تم پر موت آئے) کہتے، آپ کی توہین کے لیے راعنا[2] کا لفظ استعمال کرتے، آپ سے اور مسلمانون سے خواہ مخواہ بحث و مباحثہ کرتے، آپ کی شان مین گستاخیان اور آپ کی نبوت کی تکذیب کرتے، مسلمانون کو طرح طرح سے ستانے کی کوشش کرتے، ان سے بدکلامیان کرتے، لیکن ان کی

---

[1] ترمذی شریف باب اذا عطس الیہود [2] راعنا کے معنی ہین میری رعایت کیجیے، مگر یہود اسکو زبان دبا کر راعینا کہتے تھے، جس کے معنی عربی میں ہمارے چرواہے کے ہین، انکی اس روش کو دیکھکر مسلمانون کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی کہ تم راعنا کے بجائے "انظرنا" کا لفظ استعمال کرو۔ تاکہ ان کو آپ کی اہانت کا موقع نہ ملے،

مسلسل ایذا رسانیون، گستاخیون، شرارتون، ریشہ دوانیون، فتنہ آرائیون اور شر انگیزیون کے باوجود مسلمانون کے ہاتھ سے صبر و تحمل کا دامن کبھی نہین چھوٹا، اور ہمیشہ ان کے مقابلہ مین وہ حلم و بردباری اور صبر و ضبط اور اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا اظہار کرتے رہے، اور انھون نے اس کا خاص طور سے خیال رکھا کہ ان کی طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہو، جو صلح و امن کے لیے مضر اور اس معاہدہ کے خلاف ہو، جو ان کے اور مسلمانون کے درمیان ہو چکا تھا، چنانچہ قرآن یہود کے اس طرز عمل کے بارے مین، مسلمانون کو ہدایت دیتا ہے،

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا	اور تم بہت سی دل آزاری کی باتین اہل کتاب
الْكِتَابَ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا	(یہود) اور مشرکین سے سنوگے، تو تم اگر ان پر
أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا	صبر کروگے اور تقویٰ کا طرز عمل اختیار
وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ	کروگے تو یہ عزیمت کا کام ہوگا ....
الْأُمُورِ (آل عمران)	....

شروع سے یہود کے ساتھ مسلمانون کا جو محبت آمیز برتاؤ تھا، اور جس رفق و لینت اور حسن سلوک کے ساتھ وہ ان سے پیش آرہے تھے، اس کا تو تقاضا یہ تھا کہ وہ مسلمانون سے قریب ہوتے، ان کی دعوت کو قبول کرتے، ان کے معاون و مددگار بنتے، لیکن ہم دیکھتے ہین کہ ان سب کے باوجود وہ اسلام سے بیزار اور مسلمانون سے دن بدن دور ہوتے جارہے تھے، اس کے اسباب اور موانع کیا تھے، اس کو ہم ذرا تفصیل سے یہان لکھتے ہین،

(۱) یہود مین متعدد طبقے تھے اور ان مین سے ہر ایک کا بعثت نبوی کے متعلق الگ الگ نظریہ اور خیال تھا،

(۲) ایک طبقہ تو یہ سمجھتا تھا کہ حضرت موسیٰ کی بعثت اور تورات کے نزول کے بعد اب کسی اور نبی کی بعثت یا کسی اور کتاب الٰہی کا نزول نہین ہوگا[۱] لیکن یہ بہت محدود تھا، اس خیال کے

[۱] التلمود بحوالہ تاریخ الیہود

یہود عرب مین زیادہ نہ تھے،

(ب) دوسرے کا خیال یہ تھا کہ ایک اور نبی کی بعثت تو ہونے والی ہے، مگر وہ بنی اسرائیل سے ہوگا، اور اگر بنی اسرائیل سے نہ بھی ہوا تو ہر معاملہ مین کم ازکم ان کی تائید ضرور کریگا چنانچہ انھون نے بارہا آپکے سامنے اس کا اظہار کیا،

حدیث کی کتابون مین ہے کہ ایک بار دو یہودی آپ کی خدمت مین آئے، اور آپ سے چند سوالات کیے، آپنے جواب دیا، تو کہا کہ بیشک آپ نبی ہین، ارشاد ہوا کہ پھر میرے اتباع سے کیون گریز کرتے ہو، کہا حضرت داؤد نے دعا کی تھی کہ نبوت ان ہی کی اولاد (بنی اسرائیل) مین رہے گی، اگر ہم آپ کا اتباع کرین گے تو یہود ہم کو قتل کر دین گے،[1]

اس خیال کے یہود بکثرت تھے، اور یہی مخالفت مین پیش پیش تھے،

(ج) تیسرا گروہ وہ تھا جو نہ نبوت کو حضرت موسیٰؑ پر ختم سمجھتا تھا اور نہ اس کو بنی اسرائیل مین محدود، بلکہ وہ انبیاء کی اصل پیشین گوئی اور تورات کے بیان کے مطابق یہ سمجھتا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے، خواہ وہ عرب مین ہو یا عجم مین، یہی یہود کا اعتدال پسند گروہ تھا، اور یہی آپ کی بعثت کا منتظر تھا، اور اسی کے بعض افراد نے اسلام قبول کیا،[2] مگر بعض ذاتی مصالح کے تحت بیشتر افراد نے دوسرے گروہ کا راستہ اختیار کیا، اور ان کے ساتھ رہے، اور دولت ایمان سے محروم رہے،

(۲) عام طور پر یہود یہ سمجھتے تھے کہ جو نبی بھی آئے گا، ان کے ہر خیال اور انکی زندگی کے ہر معاملہ مین ان کی تائید کرے گا، لیکن جب ان کی یہ توقع پوری ہوتی نظر نہین آئی،

---

[1] مسند طیالسی ص ۱۶۰ جزء ۵، نسائی باب تحریم الدم [2] تفسیر و سیرت مین یہود کے بارے مین بظاہر مختلف و متضاد روایتین ملتی ہین، اسلیے مطالعہ کرنے والون کے لیے پریشانی اور انتشار خیال کا باعث بنجاتی ہین لیکن اگر یہ تقسیم پیش نظر رہے تو انشاء اللہ ان روایتون مین کہین تضاد نظر نہ آئیگا،

تو انھون نے مخالفت شروع کر دی،

حضرت عیسیٰؑ کے بارے مین یہود جو غلط اور فاسد عقیدہ رکھتے تھے، قرآن نے ابتداے نزول ہی مین اس کا ابطال کیا، اور حضرت عیسیٰؑ کو راست باز اور ان کو مجرم ٹھرایا،

دوسرے انبیاے کرام علیہم السلام کے متعلق بھی ان کی دینی کتابون مین ایسی بے سروپا باتین، اور ان کے درمیان، ایسے قصے عام طور پر مشہور تھے جن سے ان کے دامن عفت پر نعوذ باللہ من ذالک داغ ہی نہین آتا تھا بلکہ انکے فساد عقیدہ کا بھی پتہ چلتا تھا، قرآن نے اس طرح کے قصون اور افسانون کی بھی تردید کی، اور انبیا، کی عصمت وعفت کی شہادتین پیش کین سورہ انعام، سورۂ مریم، سورۂ صافات مین ایک ایک کا نام لیکر کسی کو صدیقاً نبیاً، کسی کو کان من المخلصین وغیرہ کہا، اور سورہ انعام مین تمام مشہور انبیاء کے ذکر کے بعد کہا کل من الصالحین، سب کے سب صالح اور نیکو کار تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ انھون نے بہت زیادہ متہم کیا تھا، اور عجیب وغریب واقعات بلکہ کفر وشرک تک کو ان کی طرف منسوب کر دیا تھا، قرآن نے سورۂ نحل، پھر سورہ بقرہ مین اس کی تردید کی، اور ان کو ان چیزون سے منزہ قرار دیا، اسی طرح دوسرے واقعات قصص وحکایات کا بھی قرآن نے رد کیا، ظاہر ہے کہ یہ ساری باتین یہود کے توقعات کے خلاف تھین، اس لیے ان کا برافروختہ ہونا بالکل طبعی تھا، اور وہ برافروختہ ہوئے،

(۳) یہود، جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین، ہر طرح کے اخلاق ذمیمہ اور معائب سیۂ مین مبتلا تھے، مگر اس کے باوجود اہل عرب مین عزت وشرف کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اس لیے وہ اپنی موجودہ اخلاقی حالت وروش پر مطمئن ہی نہین تھے بلکہ دینی حیثیت سے اس کو اپنے لیے جائز بھی سمجھتے تھے جیسا کہ اہل کتاب کے اموال کے بارے مین انھون نے اپنے خیال کا اظہار

کیا تھا، (آل عمران)

اسلام اس کے برخلاف مکارم اخلاق، فضائل و محاسن کی تعلیم دیتا تھا جس کے فروغ کا لازمی نتیجہ یہودیون کی موجودہ حالت کا زوال تھا خصوصیت سے ان کی اقتصادی زندگی کی تو قطعی موت تھی، اور چونکہ وہ اپنی روش کو بدل نہین سکتے تھے، اس لیے انھون نے مہرِ ہدایت ہی پر خاک ڈالنی شروع کر دی، چنانچہ یہود کے جس طبقہ اور قبیلہ مین جتنی ہی اخلاقی کمزوریان زیادہ تھین، اتنا ہی وہ اسلام کی دشمنی مین پیش پیش تھا،

(۴) یہود نے شرف و نجات کا مدار ایمان و عمل کے بجائے نسل و ذات پر رکھا تھا اسلام آیا تو اس نے شرف و عزت، نجات و بخشائش کا مدار ایمان و عمل قرار دیا، اس نے یہ اصول بتایا،

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا (مزمل-۲)[1]	اور جو نیک عمل اپنے لیے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس پہنچکر اس سے اچھا اور ثواب مین بڑا پاؤ گے،

شرف و عزت کا یہ معیار قرار دیا،

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات-۲)	تم سب مین بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

چونکہ قرآن کے ان اعلیٰ اخلاقی اصولون سے ان کے مزعومہ شرف و عزت کے قلعہ کی دیوارین مسمار ہو رہی تھین، اس لیے وہ چراغ پا ہو گئے،

(۵) اسلام سے پہلے اہل عرب عام طور سے علمی اور دینی اعتبار سے بالکل بے مایہ تھے، اور یہودیون مین علم بھی تھا اور مذہب بھی، اس لیے وہ قدرتی طور پر عربون کو اپنے سے کم تر،

[1] یہ آیت سورۂ مزمل کی ہے جو ابتدائی سورتون مین ہے۔

حقیر اور بے مایہ سمجھتے تھے، خود عربوں کو بھی ان کی برتری کا اعتراف تھا، ان میں اسلام آیا اور انھوں نے اس کی تعلیمات کو قبول کیا، تو ان کی دینی اور علمی بے مایگی دور ہونے لگی، اور ان کا احساس برتری خود بخود بیدار ہونے لگا، قاعدہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی شرف وفضل کی حامل ہوتی ہے، تو طبعاً کسی دوسری قوم کو اس کا شریک بنانا پسند نہیں کرتی، چاہے اس شرف وعزت کی خصوصیات کا کوئی ادنیٰ شائبہ بھی اس میں باقی نہ رہ گیا ہو، اس بنا پر یہود اپنے فضل وشرف میں عربوں کو شریک اور اپنے اوصاف وخصوصیات ان کی طرف منتقل ہوتے ہوئے کیسے دیکھ سکتے تھے۔

(۶) ظہور اسلام سے پہلے عربوں میں آپس میں نہ کوئی وحدت تھی، نہ اخوت، بلکہ ہر طرف اختلاف انتشار، اور ظلم وستم کا دور دورہ تھا، وہ بے شمار قبیلوں اور خاندانوں میں بٹے ہوئے تھے، جب اسلام آیا تو اس نے ان چیزوں کو مٹایا، اس نے اختلاف کو اتحاد سے، انتشار کو وحدت سے بدلا ظلم وستم کے بجائے اخوت ومساوات کی تعلیم دی، جس کی وجہ سے عربوں میں اخوت ومساوات اور اتحاد واتفاق کی نئی روح دوڑنے لگی، پھر مدینہ پہنچکر آپ نے اس کا عملی نمونہ یہ پیش کیا کہ انصار کے ان قبائل کو جو برسوں سے آپس میں لڑتے آرہے تھے، ان کو شیر وشکر کردیا، پھر اس سے بھی بڑھکر مہاجرین اور انصار میں آپ نے مواخات یعنی بھائی چارہ کرادیا، انصار کے قبائل خصوصیت سے اہل مکہ اور اہل مدینہ میں صدیوں سے اختلاف چلا آرہا تھا، اور یہود اس سے برابر فائدہ اٹھاتے رہتے تھے، اس لیے ان کو متحد ومتفق ہوتے اور گلے ملتے یہ کیسے دیکھ سکتے تھے۔

پھر اسی اخوت ومساوات کی فضا سے عربوں ہی کو فائدہ نہیں پہنچا، بلکہ خود یہود مدینہ میں ضعیف اور کمزور طبقہ تھا، اس کے دلوں میں بھی اپنے حوصلے اور انقلابی عزائم کروٹ لینے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہود مدینہ دو طبقوں میں بٹ گئے تھے،

ایک غالب اور مضبوط تھا، دوسرا مغلوب اور مقہور، غالب طبقہ ان غریب یہودیون پر ہمیشہ ظلم وستم کرتا رہتا تھا، حتیٰ کہ اگر غالب گروہ کا کوئی آدمی مغلوب گروہ کے ہاتھون مارا جاتا، تو ان کو سو وسق دیت دینا پڑتی، اور اگر اس کے برعکس ہوتا تو وہ ان کو صرف پچاس وسق دیت دیتے، یہ ظلم وستم کا بازار اسی طرح گرم تھا کہ آپ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے، آپ کی آمد کے بعد ایک بار اسی طرح کا ایک معاملہ پیش آیا، تو مغلوب گروہ نے دیت دینے سے انکار کیا، اور غالب گروہ کے پاس کہلا بھیجا کہ

انا انما اعطیناکم ھذا ضیماً منکم لنا فرقا منکم فاما اذ اقدم محمد فلا نعطیکم ذالک (مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۶)	ہم ابتک زیادہ دیت صرف تمہارے ظلم اور خوف کیوجہ سے دیتے رہے ہین، اب جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کے بعد ظلم و زیادتی کا خوف نہین رہی، تو ہم زیادہ دیت نہین دے سکتے۔

ظاہر ہے کہ یہ چیزین یہود کے لیے کس قدر سوہان روح ہوئی ہون گی،

(۷) یہود کی مخالفت کے اسباب مین ایک سبب تحویل قبلہ بھی ہے جب تک مسلمانون کا قبلہ بیت المقدس تھا، عام عربون اور مسلمانون مین اس کی وجہ سے ان کی ایک عظمت باقی تھی، مگر جب تحویل قبلہ ہوا تو ان کی اس عظمت کو ایک اور دھکا لگا، ان کی مخالفت پہلے ہی سے کیا کچھ کم تھی، اب اس مین اور اضافہ ہوگیا، پہلے وہ یہ کہکر لوگون کے سامنے اسلام کی اہمیت کم کرتے تھے، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمارے ہی قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین، اب وہ یہ کہکر مخالفت کرنے لگے کہ یہ نبی عجیب دین لیکر آئے ہین کہ جن کا قبلہ بھی بدلتا رہتا ہے، اور پھر یہ کہتے کہ جو لوگ اس سے پہلے والے قبلہ کی طرف رخ کرکے عبادت کرچکے ہین، خواہ وہ زندہ ہون یا مردہ ان کی تمام عبادتین اکارت گئین، چنانچہ ان کے اس کہنے سننے کا اثر مسلمانون پر بھی پڑا، اس لیے قرآن نے ان کے

تمام اعتراضات کا جواب دیا، سورہ بقرہ رکوع ۱۷، ۱۸ میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے،

اس تحویل قبلہ کا اثر ان پر اسقدر پڑا کہ جو اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے، مثلاً کعب بن اشرف رفاعہ بن قیس اور قردم بن عمر وغیرہ آپ کی خدمت مین آئے اور کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیا بات ہے کہ تم نے قبلہ تبدیل کر دیا، اگر پہلے قبلہ کی طرف پھر لوٹ جاؤ تو ہم تمھاری تصدیق اور اتباع کریں گے[۱]

ظاہر ہے کہ یہ بات انھون نے کسی اخلاص کی بنا پر نہین کہی تھی، نہ یہ منشا تھا کہ وہ دین اسلام کو قبول ہی کر لیں گے، بلکہ اس تحویل قبلہ سے ان کے وقار اور ان کی دینی عظمت کو جو دھکا لگا تھا چاہتے تھے کہ اس طرح اس کو سنبھال لین اور پھر ان کو یہ بھی خیال تھا کہ اگر وہ دوبارہ بیت المقدس کو قبلہ بنانے مین کامیاب ہو جائینگے تو عام عربون اور کمزور مسلمانون کو برگشتہ کرنے کا ان کو موقع مل جائے گا،

(۸) ان موانع کے باوجود جو نیک فطرت اور حق پسند افراد تھے، وہ اسلام کی حقانیت کے قائل بلکہ اس کے قبول کر لینے کی طرف بھی مائل تھے، مگر چونکہ عام یہود آبادی اس کی مخالف تھی، اس لیے وہ ان کے خوف سے قدم آگے نہین بڑھا سکے، اس سلسلہ مین احادیث وسیر مین متعدد واقعات ملتے ہین،

مسند طیالسی اور نسائی مین ہے کہ کچھ یہود آپ کے پاس آئے، اور انھون نے آپ سے تسع بینات[۲] کے متعلق سوال کیا، ارشاد ہوا کہ شرک نہ کرو، آپس مین قتل وخونریزی نہ کرو، چوری اور زنا سے پرہیز کرو، جادوگری اور سود خواری سے باز آؤ، پاکباز عورتون پر تہمت نہ لگاؤ، بزدلی

[۱] طبری مین اس کی پوری تفصیل موجود ہے [۲] قرآن مین ہو کہ "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ" اس روایت مین اسی طرف اشارہ ہے، تسع آیات کیا ہین اس مین اختلاف ہے،

نہ دکھاؤ، کسی کمزور و بے قصور کو ناحق کوئی الزام رکھکر قتل کرنے یا اس کے مال کے لینے کی کوشش نہ کرو،
آپ جب یہ سب کچھ ارشاد فرما چکے تو انھون نے آپکے ہاتھون اور پیرون کا بوسہ دیا، اور پکار اٹھے

نَشْهَدُ انك نبی — ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ بے شک نبی ہین،

آپ نے فرمایا جب تمھین میری نبوت تسلیم ہے تو میرا اتباع کرنے مین کیا چیز مانع ہے، انھون نے کہا،

إنا نخشی تبعناك ان يقتلنا اليهود (مسند طیالسی ص ۱۷۰ جزء ۵ و نسائی) — ہم کو ڈر ہے کہ اگر ہم نے آپکا اتباع کیا تو ہمین یہودی مار ڈالین گے،

اسی طرح کعب بن اشرف جو بڑا مالدار یہودی تھا، اس کے متعلق زرقانی مین ہے کہ اسکے یہان سے تمام یہودی علما و احبار کو وظیفے ملتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد جب وہ ایک بار اس کے پاس اپنے وظائف لینے آئے تو اس نے کہا کہ اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مین تمھاری کیا رائے ہے، انھون نے کہا کہ

هو الذی کنا ننتظر — یہ وہی ہین جن کا ہم انتظار کر رہے تھے،

چونکہ یہ جواب اس کی توقع کے خلاف تھا، اس لیے یہ کہہ کر کہ میرے مال مین اور بہت سے لوگون کے حقوق ہین، وظیفہ دینے سے انکار کر دیا، علما و احبار اس کے یہان سے لوٹے تو ان کو اپنے اظہار حق پر بڑا رنج ہوا، دوبارہ واپس آئے اور کعب سے عرض کیا کہ ہم نے عجلت مین جواب دیدیا تھا، بعد مین جب ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہم نے جواب مین غلطی کی، یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وہ منتظر نبی نہین ہین، اس کے بعد کعب نے ان کے وظائف جاری کر دیے اور یہ اعلان کر دیا کہ

لكل من تابعهم من الاحبار شيئا — جو علماے یہود (آپ کی نبوت کی تکذیب مین) ان احبار کا

لہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ تمام عیوب ان مین موجود تھے،

من مالہ۔ (ج ۲ ص ۹-۱۰) اتباع کریں انکو بھی کچھ نہ کچھ وظیفہ ملے گا۔

اوپر جو اسباب و موانع بیان کیے گئے ہیں ان سے یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہود کی مخالفت اور اسلام دشمنی کسی حقانیت یا کسی ٹھوس بنیاد پر نہیں تھی بلکہ اس میں صرف ان کی نفسانیت، خود غرضی اور دنیاوی مصلحتیں کام کر رہی تھیں، اور اس کو چھپانے کے لیے وہ مذہب کی آڑ لے رہے تھے۔

یہود سے معاہدہ؛ اوپر ان کے اور مسلمانوں کے تعلقات کے سلسلہ میں ہم معاہدہ کا ذکر کر رہے تھے کہ ضمناً ان اسباب و موانع کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوا جن کی وجہ سے یہود اسلام کی طرف بڑھنے کے بجائے اس سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ اب پھر اس سلسلۂ بحث کو ہم شروع کرتے ہیں، معاہدہ انصار اور یہود دونوں سے ہوا تھا، جو حصہ یہود سے متعلق ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائیگا،

(۲) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

(۳) یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کریگا،

(۴) قریش اور ان کے حلیف قبائل کو کوئی امان نہ دے گا۔

(۵) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کریگا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا، لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی،

(۶) مدینہ پر کوئی حملہ کریگا تو دونوں فریق ملکر مقابلہ کریں گے۔

(۷) خونبہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آرہا تھا، وہ بدستور قائم رہے گا،

(۸) یہود اور انصار میں اگر کوئی اختلاف ہوگا تو اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

یہ آخری دفعہ انصار اور یہود دونوں کے معاہدات میں موجود ہے، یہ معاہدہ ۴۷ دفعات پر مشتمل ہے جن میں تقریباً بائیس دفعات یہود سے متعلق ہیں، جس کا خلاصہ یہاں بیان کردیا گیا ہے یہود کے معاہدہ میں یہ بات بھی کئی بار دہرائی گئی ہے کہ جو کوئی شخص یا قبیلہ عہد شکنی یا ظلم کرے گا، اس کو اس کا وبال اٹھانا پڑے گا۔

اس معاہدہ کے سلسلہ میں دو باتیں قابل غور ہیں، ایک یہ کہ یہ کس سنہ میں ہوا، اور دوسری یہ کہ اس میں یہود کے مشہور قبائل مثلاً بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع کا ذکر کیوں نہیں ہے؟

تمام ارباب سیر معاہدہ کا ذکر ہجرت کے پہلے سال کے سلسلۂ واقعات میں کرتے ہیں، لیکن ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنی کتاب "عہد نبوی میں نظام حکمرانی" کے صفحہ ۸۵ - ۸۶ میں یہود کے معاہدہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے بعد یعنی ۲ھ میں مرتب ہوا، اس پر انھوں نے علمی طور پر کچھ دلائل بھی دیئے ہیں، مگر عاجز کو ڈاکٹر صاحب موصوف کی رائے سے اختلاف ہے، اور اس کے لئے اس کے پاس دلائل بھی ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے، اس سلسلہ میں صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ معاہدہ کا انعقاد اگر غزوۂ بدر کے بعد تسلیم کیا جائے تو پھر بنو قینقاع کے زمانۂ اخراج کو کچھ آگے بڑھانا پڑے گا، اس لیے کہ ۲ سنہ کے رمضان میں غزوۂ بدر پیش آتا ہے اور شوال کے مہینہ میں بنو قینقاع کا اخراج عمل میں آتا ہے، ظاہر ہے کہ ان سے معاہدہ کرنے اور ان کے اخراج میں اتنا کم فصل کسی طرح قرین قیاس نہیں ہو سکتا،

اس معاہدہ میں یہود کے کسی مشہور قبیلہ کا ذکر نہیں ہے، بلکہ زیادہ تر ان ذیلی قبائل کا ذکر ہے جو جدید الیہودیہ تھے، اس لیے خیال ہوتا ہے کہ یا تو ان سے اس سے الگ کوئی دوسرا معاہدہ ہوا، یا پھر ان قبائل میں سے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ معاہدہ ہوا۔

یہ بات اسلیے اور بھی قرین قیاس ہے کہ اس معاہدہ میں دس یہودی قبائل کا الگ الگ ذکر کیا گیا ہے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا ہر قبیلہ اپنی ایک علٰحدہ وحدت اور جداگانہ حیثیت کے ساتھ اس مین شریک ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ جب ان مین سے کسی قبیلہ نے مسلمانون سے جنگ کی تو دوسرے خاموش رہے، بلکہ بعض مواقع پر تو انھون نے اپنے ہم مذہبون کے علی الرغم مسلمانون کی مدد بھی کی، اگر یہ تمام یہودی قبائل کا یہ متحدہ معاہدہ ہوتا تو کسی ایک سے جنگ چھڑ جانے پر دوسرے خاموش نہ رہتے،

یہود مدینہ کا نقض معاہدہ جنگ اور ان کا خاتمہ

ابتک ان کی جو روش تھی، اس سے مسلمانون کو ہر وقت یہ خطرہ لاحق تھا کہ معلوم نہین کس وقت وہ نقض عہد کرکے ان پر حملہ کردین، اسی خطرہ کی وجہ سے جب تک یہود مدینہ مین رہے، آپ جب کسی غزوہ مین مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو مدینہ کی حفاظت کا پورا انتظام فرماجاتے، یہی نہین، بلکہ آہستہ آہستہ وہ معاہدہ کی ان رعایتون کو بھی ختم کرتے جارہے تھے، جنکا مرعی رکھنا ان کے لیے ضروری تھا، غزوہ بدر مین معاہدہ کی رو سے ان کو مسلمانون کی مدد کرنی چاہیے تھی، مگر انھون نے کوئی مدد نہین کی پھر بھی ان کو اس پر کوئی شرمندگی ہوئی، اور نہ ان کے طرز عمل مین کوئی فرق آیا بلکہ بنو قینقاع نے تو غزوۂ بدر کے فوراً بعد ہی نقض معاہدہ[1] کا اعلان کردیا، اور اس کا مظاہرہ بھی شروع کردیا، یعنی یہ کہ ایک مسلمان عورت کی کھلے بازار انھون نے بے حرمتی کی لیکن آپ نے نقض معاہدہ اور اس واقعہ کے بعد بھی ان کے خلاف جارحانہ اقدام نہین کیا، بلکہ اتمام حجت کے طور پر ان کو جمع کرکے سمجھانے کی کوشش کی، اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی لیکن وہ کسی طرح نہ مانے اور انکار وجحود پر قائم رہے، تو آخر مین آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو، کہین ایسا

[1] غزوۂ بدر کے بعد فوراً نقض معاہدہ کی وجہ بجز اس کے کچھ سمجھ مین نہین آتی کہ انھون نے سمجھا کہ مسلمان اس وقت کمزور ہین، اگر ان پر حملہ کردیا جائے تو بآسانی ختم ہوسکتے ہین [2] واقدی ص ۱۸۰

نہ ہو کہ قریش کی طرح عذاب الٰہی تم کو بھی پالے، انھون نے کہا، ہم قریش نہیں ہین، ہم سے جنگ ہو گی تو معلوم ہوگا، چونکہ اس افہام و تفہیم کے بعد اب مزید جہلت کا موقع باقی نہین رہ گیا تھا، اس لیے مسلمانون نے ان کے مکانون کا محاصرہ کرلیا، آخر کار انھون نے مدینہ چھوڑ دینے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا، اور وہان سے وادی القریٰ، پھر کچھ دنون کے بعد شام چلے گئے،[۱]

اس قبیلہ کے بعض افراد کا اس کے بعد بھی مدینہ مین پتہ چلتا ہے، ممکن ہے جن لوگون نے معافی مانگ لی ہو، ان کو رہنے کی اجازت مل گئی ہو۔

بنو قینقاع کے اخراج کے بعد بھی یہود کے دوسرے قبائل کو، کوئی عبرت حاصل نہین ہوئی، اور نہ انھون نے اپنی روش مین کوئی تبدیلی پیدا کی، بلکہ اب پہلے سے بھی زیادہ انھون نے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیان شروع کردین، خفیہ سازباز کی، قریش کو درپردہ مدد دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی، غرض معاہدہ کی ایک ایک دفعہ کو انھون نے عملاً توڑ ڈالا، تو ان کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا گیا، اور ان کو اس کی سزا بھگتنی پڑی، اس لیے کہ معاہدہ مین بار بار یہ بات دہرائی گئی تھی کہ جو ظلم یا نقض معاہدہ کریگا اس کو اس کا وبال اٹھانا پڑیگا، یعنی ۴ھ مین بنو نضیر کا مدینہ سے اخراج ہوا، اور ۵ھ مین بنو قریظہ کا استیصال کیا گیا،

ہم نے یہان قصداً بہت اختصار سے کام لیا ہے، اس لیے کہ اس مختصر مقدمہ مین ان واقعات کی پوری تفصیل کی گنجایش نہین ہے، حالانکہ اس سلسلہ مین عاجز کے مطالعہ مین بعض ایسی چیزین بھی آئی ہین جو سیرت کی متداول کتابون مین نہین ملتین، مگر یہان ان کے تذکرہ کا بھی موقع نہین ہے،

[۱] واقدی ص ۳۶۲

سنہ ۴ھ مین بنو نضیر کے اخراج کے بعد مدینہ کی داخلی فضا بڑی حد تک پر سکون ہو گئی، مگر مدینہ کے باہر کی فضا مسلمانون کے حق مین پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گئی، یہود مدینہ سے نکلے تو بنو قینقاع تو وادی القریٰ ہوتے ہوئے شام چلے گئے، مگر بنو نضیر خیبر مین قیام پذیر ہو گئے، خیبر مدینہ کے بعد یہود کا دوسرا بڑا مرکز تھا، یہان پہنچکر وہ خاموش نہین بیٹھے بلکہ اپنی ریشہ دوانیان برابر جاری رکھین، انھون نے خیبر کے یہود اور آس پاس کے تمام عرب قبائل کو مدینہ پر حملہ کے لیے تیار کیا، ان کا ایک وفد قریش کے پاس بھی گیا، اس وفد کا سرگروہ حی بن اخطب تھا، اس سے اور قریش سے جو گفتگو ہوئی اسے ہم یہان نقل کرتے ہین، تاکہ ان کی ریشہ دوانیون کا پورا اندازہ ہو جائے،

قریش : بنو نضیر کے لوگ کہان ہین، اور کیا کر رہے ہین؟

حی بن اخطب : ترکتھم بین خیبر و المدینۃ یترددون حتی تاتوھم فتسیروا معھم الی محمد واصحابہ [1]

مین نے انکو خیبر اور مدینہ کے درمیان چھوڑ دیا ہے، وہ گشت کر رہے ہین اور تمھاری آمد کا انتظار کر رہے ہین تم انکو محمد اور انکے اصحاب پر حملہ مین اپنے ساتھ پاؤگے،

قریش : بنی قریظہ کا کیا حال ہے،

حی بن اخطب : اقاموا بالمدینۃ مکراً لمحمد حتی تاتوھم فیمیلوا معکم [2]

بنو قریظہ مدینہ مین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکا دینے کی غرض سے مقیم ہین، جب تم مدینہ پہنچو گے تو وہ تمھارے ساتھ حملہ کر دین گے،

اس سے دو باتون کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ایک یہ کہ ان کی سازش کا جال کتنی دور تک پھیلا ہوا تھا، دوسری یہ کہ بنو نضیر کے اخراج کے وقت بنو قریظہ جو خاموش تھے، تو درحقیقت اس مین ان کی ایک سیاسی چال اور سازش پوشیدہ تھی، جو غزوۂ خندق کی صورت مین ظاہر ہوئی

۱؎ مغازی واقدی ص ۳۶۲ مطبوعہ بیپٹسٹ پریس کلکتہ

حجاز کے تمام مشہور قبائل شریک تھے، لیکن نصرت خداوندی اور مسلمانون کے حسن تدبیر سے انکو زبردست شکست ہوئی،

بنو قریظہ جس مقصد سے ابتک مدینہ مین رکے ہوئے تھے، اس کا اس موقع پر انھون نے درپردہ اظہار بھی کیا، مگر ناکامیابی کے آثار دیکھکر وہ کھل کر سامنے نہین آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی درپردہ کیادیون اور فساد انگیزیون کا چونکہ علم ہوچکا تھا، اس لیے غزوۂ خندق کے فوراً بعد ہی مدینہ سے ان کا بالکل استیصال کردیا گیا،

یہود خیبر سے جنگ غزوۂ خندق کی عبرتناک شکست اور بنو قریظہ کی شدید ناکامیابی کے بعد بھی یہود کو تنبہ نہین ہوا، اور وہ دوبارہ خیبر اور اس کے آس پاس کے قبائل مین جنگ کی آگ بھڑکانے کی فکر مین لگ گئے، اس وقت یہود خیبر کا سردار اسیر بن رزام تھا، اس نے تمام عرب قبائل مین دورہ کیا، اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ان کو ابھارا، یہود کے سامنے تقریر کی کہ ہمارے پیشرون نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ کے لیے جو تدبیرین اختیار کین، وہ غلط تھین، صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرکز حکومت پر حملہ کیا جائے، اور مین یہی طریقہ اختیار کرون گا،[1]

امام سرخسی کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ یہود خیبر اور اہل مکہ کے درمیان بھی ایک خفیہ معاہدہ ہوا تھا، ان کے الفاظ یہ ہین،

لما کان بین اھل مکۃ واھل خیبر	اہل مکہ اور اہل خیبر (یہود) کے درمیان یہ معاہدہ
من المواخاۃ علی ان رسول اللہ	تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونون
صلی اللہ علیہ وسلم اذا توجہ الی	مین سے کسی فریق پر حملہ کرین تو دوسرا فریق

[1] زرقانی ج ۲ ص ۱۹۶

احد الفریقین اغار الفریق الآخر[1] — اس کی جنگی مدد کرے۔

ایک طرف یہود کے مکر و فریب کا یہ جال بچھا ہوا تھا، دوسری طرف خود اہل مکہ غزوۂ خندق کی ذلت انگیز شکست کے بعد انتقام کی تیاریان کر رہے تھے، جس کی اطلاعین برابر بارگاہ رسالت مین پہنچتی تھین، ظاہر ہے کہ مسلمانون کیلیے بیک وقت دونون دشمنون سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، دوسرے اس وقت اہل مکہ سے کہین زیادہ اہل خیبر کی طرف سے حملہ کا خطرہ تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اہل مکہ سے حدیبیہ مین صلح کر لی تاکہ دشمن کا ایک بازو بیکار ہو جائے، امام سرخسی لکھتے ہین

فوادع اہل مکۃ حتی یامن جانبھم[2] — اہل مکہ سے آپ نے معاہدۂ صلح کر لیا جس سے آپ کو غنیم کے ایک گروہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا

اور اہل خیبر کے خلاف جارحانہ اقدام کر دیا، چونکہ یہ معرکہ مختلف حیثیتون سے بہت سخت تھا، اس لیے آپ نے مدینہ مین یہ اعلان کر دیا کہ

لا یخرجن معنا الا راغب الجہاد — صرف وہی لوگ ساتھ چلین جن کی نیت جہاد کی ہو

اس کے دو مقصود تھے، ایک یہ کہ بزدل غنیمت کے حریص اور منافقین نہ جانے پائین، اور دوسرا یہ کہ لوگون کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اقدام ملک گیری کے لیے نہین، بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور حفاظت خود اختیاری کے لیے ہے،

مسلمان مدینہ سے خیبر کے لیے روانہ ہوئے، تو یہود کے بعض حلیف قبیلون نے راستہ مین ان سے کچھ چھیڑ چھاڑ کرنی چاہی، مگر مسلمان ان تمام موانع سے بچتے ہوئے خیبر پہنچ گئے۔

اوپر ہم لکھ چکے ہین کہ خیبر کے یہود نہایت مالدار اور جنگی حیثیت سے نہایت مضبوط تھے،

[1] شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۲۰۱ [2] مبسوط ج ۲۳ ص ۹

ان کے پاس متعدد نہایت مضبوط اور مستحکم قلعے تھے، جن مین یعقوبی کے بیان کے مطابق بیس ہزار مسلح سپاہی موجود تھے، اس سے پہلے مسلمانون کو اتنا سخت کوئی معرکہ پیش نہین آیا تھا، تقریباً تین ہفتہ تک مسلسل جنگ ہوتی رہی، مسلمانون کو بہت سخت مقابلہ کرنا پڑا، یہود قلعہ بند ہوکر لڑ رہے تھے، پھر ان کے پاس منجنیقین تھین، جنھین وہ اس موقع پر استعمال کر رہے تھے، لیکن آخر کار یہود کے یہ تمام قلعے جن پر ان کو ناز تھا، یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے، اور ان کو شکست فاش اٹھانی پڑی،

خیبر کے یہود کی گذشتہ ریشہ دوانیان تو ایسی تھین کہ وہ کسی رعایت اور مروت کے مستحق نہین تھے، مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان کے ساتھ کوئی سختی نہین کی بلکہ ان کے ساتھ بہت خیرخواہانہ اور فیاضانہ سلوک کیا، ان کے قلعے، مکانات، باغات سب واپس کر دیے، ان کی زمینین ان کے پاس رہنے دین، اور طے کیا کہ ان مین جو پیداوار ہوگی اس کا نصف حصہ وہ برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے رہین گے،

اس ضمن مین دو ایک واقعے قابل ذکر ہین، اثنائے جنگ مین یہودیون کا ایک چرواہا جس کے ساتھ جانورون کا ریوڑ بھی تھا، آکر مسلمان ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جاؤ، جانورون کو ان کے مالک کے پاس پہنچا آؤ،

دوران جنگ مین توراۃ کے کچھ نسخے مسلمانون کے ہاتھ آگئے تھے، وہ ان کو واپس کر دیے گئے[1]،

یہانتک رعایت کی گئی کہ خیبر مین کوئی مسلمان امیر تک نہین مقرر کیا گیا، بلکہ مسلمان تحصیلدار سال بسال وہان جاتے تھے اور غلہ وصول کرتے تھے، وہ غلہ کی وصولی مین اسقدر عادل وانصاف

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی ص ۱۴۱

برتتے تھے کہ غلہ کو دو حصوں میں برابر تقسیم کر دیتے تھے، اور یہودیوں سے کہتے کہ ان میں سے جو چاہو لے لو، یہ دیکھ کر یہود کہتے تھے کہ اسی عدل و انصاف کی وجہ سے یہ زمین و آسمان قائم ہیں،[۱]

اس موقع پر ایک طویل بحث یہود کے خیبر چھوڑنے کی بھی ہے، مگر ہم اس کو بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہیں،

حجاز کے دوسرے حصوں کے یہود جنگ خیبر کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے، جو ان کے ہم مذہبوں کی شکست کی صورت میں برآمد ہوا، ان کی شکست اور سقوط خیبر کے بعد ہمیشہ کیلیے حجاز سے یہود کا سیاسی اور جنگی زور ختم ہو گیا، امام سرخسی لکھتے ہیں،

ان الیہود بالحجاز کانوا ینظرون	حجاز کے تمام یہود اہل خیبر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما یئول الیہ حال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کے درمیان جو جنگ تھی، اس کے نتیجہ کا انتظار
مع اہل خیبر فقد کانوا عز الیہود	کر رہے تھے، اسلیے کہ خیبر کے یہود حجاز کے یہودیوں
بالحجاز فلما صاروا مقہورین	میں سب سے زیادہ غالب، معزز اور صاحب اثر تھے،
ذلت سائر الیہود وانقادوا	جب وہ مغلوب ہو گئے تو سارے یہودی منقاد و مطیع ہو گئے،

چنانچہ اس کے بعد ہی فدک، تیما، وادی القریٰ اور بنو عذرہ کے یہودیوں نے یکے بعد دیگرے اطاعت قبول کر کے صلح کر لی،

حجاز سے باہر مقنا، جربا، اذرح وغیرہ میں جو یہود تھے، ان میں سے بیشتر نے ۸ھ و ۹ھ کے درمیان اطاعت قبول کی، غرض یہ ہے کہ خیبر کی شکست کے بعد یہود کی قوت و عزت کا خاتمہ ہو گیا، اور پھر ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوئی،

ابھی یہود بعد از اسلام کی تاریخ کے بہت سے گوشے، مثلاً اسلامی علوم و فنون کی

[۱] مبسوط سرخسی ج ۲۳ ص،

ترقی و خدمت مین انھون نے کیا حصہ لیا، اس کے کیا مفید و مضر اثرات مترتب ہوئے مسلمانون کے تمدن و معاشرت پر انھون نے کیا اثر ڈالا، اور اسلامی تمدن و معاشرت کے انھون نے کیا اثرات قبول کیے، وغیرہ تشنۂ تفصیل ہین، لیکن ہم کو ناظرین کتاب کی واماندگی نظر کا احساس ہے، اس لیے اس موضوع کو کسی اور فرصت کے لیے اٹھا رکھتے ہین، اور نصاری کی تاریخ کی طرف توجہ کرتے ہین. جو اس مقدمہ کا دوسرا اہم حصہ ہے،

نصاریٰ

اوپر ہم لکھ چکے ہین کہ عربون سے دوسری قومون کے تعلقات کے جو تین بڑے ذریعے تھے ان مین ایک عیسائیت بھی تھی، جزیرہ عرب مین اس کی ابتدا کب اور کس طرح ہوئی، اسکو سب سے پہلے عرب کے کن قبائل نے قبول کیا، صحیح طور سے ان کی نشاندہی مشکل ہے، تاہم عرب کے نصاریٰ[1] کی تاریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہود کے برخلاف جزیرہ مین ان کی آمد اور عیسائیت کی ترویج و ترقی کے اسباب زیادہ تر سیاسی اور کسی حد تک تبلیغی اور تجارتی تھے، یہود یا تو یہان ہجرت کرکے آئے تھے، یا تجارت کی غرض سے آئے، اور پھر یہان آکر آباد ہوگئے، جس کی وجہ سے یہودیت کو فروغ ہوا، اس کے برعکس یہان عیسائیت کی ابتدا اور اس کی اشاعت زیادہ تر حکومت کے سایہ مین ہوئی، تجارتی آمد و رفت سے بھی کسی قدر اس مین مدد ملی، اور عیسائی مشنریون اور پادریون نے بھی اس کی اشاعت مین حصہ لیا، مگر یہ سب حکومت کے کارندے تھے، تاریخ سے یہ بالکل پتہ نہین چلتا کہ خود عیسائیون کا کوئی طبقہ یا قبیلہ کہین باہر سے ہجرت کرکے جزیرہ مین آیا ہو اور یہان بس گیا ہو، اس لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ عرب مین جو عیسائی تھے وہ سب خالص عربی النسل تھے، عرب کے پڑوس مین روم و حبشہ دو عیسائی حکومتین قائم تھین، جن کے اثر سے

---

[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والون کو عیسائی اور نصرانی دونون کہتے ہین، نصاریٰ اسی نصرانی کی جمع ہی جب حضرت عیسیٰ کے نام کیطرف انکی نسبت ہوتی ہی، تو عیسائی کہے جاتے ہین، اور جب آپکے وطن ناصرہ کیطرف نسبت ہوتی ہی تو نصرانی کہلاتے ہین،

یہان عیسائیت کو فروغ ہوا، اس لیے پہلے ان کے اور عربون کے تعلقات پر ایک سرسری نظر ڈال لینی چاہیئے،

رومیون اور عربون کے قدیم تعلقات

قدیم زمانہ سے عربون کی تجارت تقریباً تمام قریب بعید ملکون مین تھی چین ہندوستان، افریقہ اور یورپ تک عرب اپنا مال تجارت لیجاتے تھے خصوصیت سے ایشیائے کوچک اور رومیون کے تعلقات کا ذریعہ تو عرب تاجر ہی تھے، [۱] لیبان نے لکھاہے کہ ۸ صدی قبل مسیح سے پہلے سے رومیون اور عربون کے تعلقات کا پتہ چلتا ہے، مگر رومی و یونانی مورخین اس سے بہت کم واقف تھے، یہی وجہ ہے کہ مسالے، عطریات، ملبوسات اور جواہرات وغیرہ کی قسم کی چیزین جو ہندوستان وچین سے آتی تھین، اور عربون کے ذریعہ دوسرے ممالک کو جاتی تھین، وہ عرب ہی کی پیداوار اور حاصلات سمجھتے تھے، اسی لالچ مین رومیون نے کئی بار جزیرہ عرب کو فتح کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہین ہوئے، [۲]

عربون اور رومیون کے یہ تعلقات اس وقت تھے جب رومی صرف رومی تھے، عیسائی نہین ہوئے تھے، لیکن ان کے عیسائی ہوجانے کے بعد ان مین اور عربون مین جو تعلقات پیدا ہوئے اس کی تفصیل یہ ہے،

رومی عیسائیون سے تعلقات

قدیم زمانہ مین یمن کے متعدد عربی قبیلے ترک وطن کرکے دمشق وکوفہ مین آباد ہو گئے تھے سنہ عیسوی کی ابتدائی صدیون مین ان قبائل نے یہان اپنی متعدد نوآبادیان اور قبائلی ریاستین قائم کرلی تھین، ایک طرف اگر ایرانی سرحد کے قریب حیرہ (کوفہ) مین ان کی ایک ریاست تھی تو دوسری طرف دمشق مین رومی اور عربی سرحد پر قبیلہ سلیح جنکو

---

[۱] تمدن عرب ص ۸۵ [۲] ایضاً ص ۹۰

ضجاعمہ اور ضجاعم بھی کہتے ہیں، ان کی نوآبادی قائم تھی، ان کے علاوہ سرحدی علاقہ میں اور بھی متعدد قبائل آباد تھے،

عربوں کو ایرانیون اور رومیون دونون سے نفرت تھی، اور پھر وہ معاشی حیثیت سے بھی مطمئن نہین تھے، اس لیے اپنے ملحقہ رومی اور ایرانی علاقون مین برابر لوٹ مار کرتے رہتے تھے، رومیون اور ایرانیون مین صدیون سے سیاسی چشمک تھی، اس لیے دونون کچھ تو اپنے سیاسی مصالح اور دوسرے عربون کی آئے دن کی غارتگری اور لوٹ مار کی وجہ سے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے رہے، جس مین دونون کو کامیابی ہوئی، ایک طرف اگر ایرانیون نے آہستہ آہستہ حیرہ کے عربون کو اپنا ہمنوا بنالیا[۱]، تو دوسری طرف رومی دمشق کے عربی قبائل کی حمایت حاصل کرنے مین کامیاب ہوگئے، اور وہان اپنی ایک باجگذار ریاست بنالی[۲]

دمشق مین پہلے قبیلہ ضجعم کی جو یہان کا سب سے طاقتور قبیلہ تھا، باجگذار حکومت قائم ہوئی، سد مارب کے ٹوٹنے کے بعد قبیلہ غسان جب یمن سے ہجرت کرکے دمشق آیا تو ضجعمیون نے رومی سلطنت کی طرف سے ان پر فی کس ڈیڑھ دینار سالانہ ٹیکس مقرر کیا، پہلے تو اس کے ادا کرنے مین انھون نے پس و پیش کیا، مگر پھر راضی ہوگئے، اور کچھ دنون تک ٹیکس دیتے رہے، پھر اس کے دینے سے انکار کردیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونون مین جنگ ہوئی جس مین ضجعمیون کو شکست ہوئی اور غسانیون نے یہان اپنی حکومت قائم کرلی جس کا سردار اور پاحکمران ثعلبہ تھا،

غسانی چونکہ رومیون کے ٹیکس سے عاجز آکر لڑائی پر اتر آئے تھے، اسلیے غالباً رومی حکومت کو خطرہ پیدا ہوا ہوگا کہ کہیں یہ ایرانیون سے نہ مل جائین، اس لیے انھون نے غسانی سردار ثعلبہ

---

[۱] تمدن عرب ص ۸۵ [۲] خطط الشام ج ۱ ص ۴۳

کے پاس پیام بھیجا کہ "تم بڑے بہادر لوگ ہو، تم نے عرب کے سب سے طاقتور قبیلہ کو شکست دیدی، اس لیے ضجعیون کی جگہ تمھین حاکم مقرر کیا جاتا ہے، تم پر کوئی حملہ آور ہوگا تو رومی حکومت چالیس ہزار فوج سے تمھاری مدد کرے گی، اور اگر ہم پر کوئی حملہ آور ہوا تو تم لوگ بیس ہزار مسلح فوج سے ہماری مدد کروگے، اسی کے ساتھ ہمارے اور ایرانیون کے باہمی معاملات مین تمھین کوئی دخل نہ ہوگا، چنانچہ طرفین مین یہ معاہدہ ہوگیا، اور غسانیون کی حکومت یہان قائم ہوگئی، [1]

غسانی حکومت کس صدی مین قائم ہوئی؟ مختلف فیہ ہے، عام مورخین اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مرتبین کے بیان کے مطابق یہ چھٹی صدی عیسوی کی ابتدا کا واقعہ ہے، مگر صاحب کتاب المحبر کا بیان ہے کہ غسانی حکومت کی ابتدا تیسری صدی کے ابتدائی سالون مین ہوئی، محمد بن حبیب نے لکھا ہے کہ غسانیون سے جس رومی شہنشاہ نے معاہدہ کیا تھا اس کا نام دقیوس (Decius) تھا، جس کی وفات ۲۵۱ء مین ہوئی [2]، اس سے ظاہر ہے کہ غسانیون کی آمد اس سے پہلے ہوئی ہوگی، غرض غسانیون نے ہمیشہ عربی حمیت ووفاداری کی لاج رکھی، اور سخت سے سخت وقت مین بھی رومیون کا ساتھ نہین چھوڑا اور ان کے دمساز رہے، یہانتک کہ ان کے اثر سے خود بھی عیسائی ہوگئے۔ [3]

عربون کی یہی سرحدی ریاست جزیرۂ عرب مین عیسائیت کی سوغات لائی، اور پورے جزیرۂ [illegible] کو لیجا کر تقسیم کیا، اس کے بعد رومیون کے اثرات بتدریج بڑھتے گئے،

---

[1] کتاب المحبر ص [illegible] جزیرہ کی تاریخ جتنی اجاگر ہے، اتنی ہی غسانیون کی تاریخ الجھی ہوئی ہے، یہ بیان ہم نے ڈاکٹر حمید اللہ کے اتباع مین کتاب المحبر سے لیا ہے، جو بہت واضح ہے، اور جس سے غسانیون کی تاریخ پر پوری روشنی پڑتی ہے [2] ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ محمد بن حبیب کے اس بیان کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ابتک یہ خیال تھا کہ ۵۱۸ء کا واقعہ ہے، سیاسی زندگی ص ۲۵۰ [3] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام بحوالہ سیاسی زندگی،

یعنی ان کی اسی حکمبرداری کے سایہ مین ان کا تمدن، ان کا علم اور مذہب بھی آیا جس سے عربون کے دل ودماغ اثر پذیر ہونے لگے، چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ مین سرحدی عربون کی متعدد چھوٹی چھوٹی قبائلی ریاستین پورے طور پر رومیون کے سیاسی اثر کے ماتحت آگئین، اور متعدد قبائل نے عیسائیت قبول کرلی، ان کے یہ تمدنی اور علمی اور مذہبی اثرات صرف سرحدی مقامات و قبائل ہی تک محدود نہین رہے، بلکہ انھون نے اس کو شمالی حجاز کے مرکزی شہرون مکہ، یثرب اور وادی القریٰ تک پھیلانے کی کوشش کی،

کعبہ کی وجہ سے مکہ کو مذہبی تقدس حاصل تھا، اور اس کی تولیت پورے عرب کی سیادت کے ہم معنی تھی، اس لیے ہر زمانہ مین ہر طاقتور قبیلہ نے اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، پہلے جرہم اس پر قابض تھے، اس کے بعد خزاعہ قابض ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پر داداکے دادا قصی نے خزاعی سردار حلیل جو اس وقت کعبہ کا متولی تھا، اس کی لڑکی سے شادی کرلی قصی نہایت ہوشمند اور صاحب صلاحیت تھے، اس لیے حلیل جب مرنے لگا، تو کعبہ کی تولیت کے لیے ان کو وصیت کرگیا، لیکن بنو خزاعہ نے اس کے مرنے کے بعد قصی کو متولی تسلیم کرنے سے انکار کردیا، اور جنگ تک نوبت پہنچ گئی، اور قصی کامیاب ہوگئے، ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ

واعانہ قیصر علیہا (ص ۲۷۹) قیصر روم نے اس اقتدار کے حصول مین قصی کو مدد دی،

بعثت نبوی سے دو سو برس پہلے یثرب مین ایک مرتبہ یہودیون اور اوس و خزرج مین جنگ ہوئی تو غسانی عیسائیون نے ان قبیلون کی مدد کی تھی[1]، ظاہر ہے کہ رومیون اور غسانیون کی قصی اور اوس و خزرج کے ساتھ یہ ہمدردی اور امداد و اعانت یونہی نہین تھی، بلکہ

[1] ابو الفداء ص ۹۸، وفاء الوفاء،

اس مین ان کی ایک سیاسی غرض بھی پوشیدہ تھی یعنی وہ چاہتے تھے کہ سرحدی مقامات کی طرح جزیرہ کے اندرونی مقامات خصوصیت سے حجاز مین بھی ان کا کچھ نہ کچھ عمل دخل ہوجائے اور وہ اس مین کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے تفصیل آگے آتی ہے،

اہل حبشہ اور عربون کے تعلقات | سرحدی مقامات اور شمالی حجاز مین عیسائی اثرات رومی حکومت

یا اس کے زیر اثر سرحدی ریاستون کے ذریعہ پھیلے، مگر جزیرہ کے جنوبی حصہ یعنی یمن اور اس سے ملحقہ علاقون مین عیسائیت کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ حبشہ کی عیسائی حکومت تھی، اسلیے اسکے اور عربون کے قدیم تعلقات پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے،

بعض مستشرقین حبشہ (ابی سینیا) کے صوبہ اجہرہ کا تعلق یمن کے قدیم قبیلہ جہرہ سے ثابت کیا ہے[1]، ابن خلدون نے جہرہ کے متعلق تو نہین، مگر اس سلسلہ کی دوسری شاخون کے بارے مین لکھا ہے کہ یہ مصر و حبشہ تک پھیل گئے تھے[2]، ممکن ہے اسی تعلق کی بنا پر مستشرقین نے یہ رائے قائم کرلی ہو،

اگر ابن خلدون اور مستشرقین کے بیان کو تسلیم کرلیا جائے تو تیسری صدی عیسوی سے پہلے عربون اور اہل حبشہ مین تعلقات قائم ہوچکے تھے[3]،

یمن مین عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز نجران تھا، پانچوین صدی عیسوی سے پہلے یہان عیسائیت آچکی تھی، اس وقت یہان حمیری حکومت تھی، جس کے فرمان روا عموماً یہودی تھے، آخری فرمانروا ذونواس تو غالی یہودی تھا، یمن کی اس حمیری حکومت اور حبشہ کی عیسائی حکومت مین برسون سے کشمکش تھی، یمن مین عیسائیت کے فروغ سے حمیری حکومت اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی تھی، اسلیے وہ اس ملک مین اس کے خاتمہ کی فکر مین تھی، اسی اثنا مین ایک اتفاقی واقعہ پیش آگیا کہ دو یہودی

---

[1] سیاسی زندگی ص ۱۳۹ [2] ابن خلدون ج ۲ ص ۲۴۲ [3] اسلیے کہ جن قبائل کا ذکر ابن خلدون نے کیا ہے وہ مارب ٹوٹنے سے پہلے یمن سے باہر جاچکے تھے، اور سد مارب کے متعلق اوپر ثابت ہوچکا ہے یہ واقعہ تیسری صدی کی ابتدا مین پیش آیا،

نجران مین قتل کر دیے گئے، ذو نواس کو اس کی اطلاع ہوئی، تو اس کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا، پوری ایک فوج کے ساتھ نجران گیا، اور عیسائیون کا قتل عام شروع کر دیا، مفسرین لکھتے ہین کہ قرآن کی اس آیت قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ[1] مین ذو نواس کے اسی حملہ اور قتلِ عام کی طرف اشارہ ہے،

جو نجرانی عیسائی قتل ہونے سے بچ گئے، وہ حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے دربار مین فریاد لیکر پہنچے، اور اس کے سامنے انجیل مقدس کی جلی ہوئی جلدین پیش کین، غالباً وہ تنہا یمنی حکومت سے ان مظالم کا انتقام نہین لے سکتا تھا، اس لیے اس نے قیصر روم سے مدد چاہی بعض مورخین کا بیان ہے کہ خود نجران کے فریادی ہی قیصر روم کے پاس گئے تھے، یہ ممکن ہے کہ ان مین سے کچھ حبشہ گئے ہون، اور کچھ روم، اور مدد کے خواستگار ہوئے ہون،

بہرحال قیصر متاثر ہوا، اور کئی سو کشتیان تیار کرا کے حبشہ روانہ کین، خود نجاشی شاہ حبشہ نے بھی سات سو کشتیان تیار کرائین، اور ان پر ایک لاکھ یا اس سے زیادہ فوج سوار ہوئی، اور یہ فوج ان ہی کشتیون کے ذریعہ آبنائے باب المندب کو عبور کر کے یمن کے ساحل پر اتر گئی، اور یمن پر حملہ کر دیا، جس مین ابتداءً ان کو شکست اٹھانی پڑی، مگر فوراً ہی حبشہ سے مزید کمک آگئی، اور اس نے حمیری حکومت کو شکست دیدی، ان کے فرمانروا ذو نواس نے خودکشی کر لی، یہ واقعہ ۵۲۶ء کا ہے، ذو نواس کی شکست و خودکشی کے بعد پورا یمن حبشہ کی عیسائی حکومت کے تحت آگیا، اور اس کے زیر سایہ عیسائیت کو یہان بڑا فروغ ہوا، اور تقریباً سو برس تک اس کا زور باقی رہا، اس کے بعد یمن پر ایرانیون کا قبضہ ہوا، جس سے عیسائیت کا زور تو گھٹ ضرور گیا، مگر ختم نہین ہوا،

---

[1] اس آیت کی تفسیر و تشریح یہود کے ذکر مین آچکی ہے،

ہم نے اوپر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جزیرہ عرب مین عیسائیت کو فروغ ہمیشہ حکومت کے زیر سایہ، یا عیسائیون کے سیاسی تغلب کے ماتحت ہوا ہے، ان واقعات سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے،

یمن پر حبشہ کے تسلط کے بعد، اس کی طرف سے برابر گورنر مقرر ہو کر وہان جاتے تھے یمن مین حبشہ کی حکومت کا ایک عیسائی گورنر ابرہہ گذرا ہے، جو بڑا مذہبی تھا، اور جس نے وہان بہت سے تاریخی و تمدنی کارنامے انجام دیے ہین، جن کی وجہ سے اس کا نام ابتک زندہ ہے، مثلاً سد مارب کی مرمت اور متعدد گرجون کی تعمیر وغیرہ،

اصحاب الفیل اسی ابرہہ کے زمانہ کا ایک واقعہ کعبہ کے انہدام کی غرض سے خود اس کی سرکردگی مین اصحاب فیل کی مکہ پر چڑھائی کا بھی ہے، جس کا عربون سے بڑا گہرا تعلق ہے، اور قرآن مین اس کا ذکر آجانے کی وجہ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے، اس حملہ کے مفسرین نے متعدد اسباب بیان کیے ہین، جن مین سے ایک یہ ہے کہ

ابرہہ نے یمن کے دارالسلطنت صنعا مین ایک کلیسا تعمیر کرایا، اور شاہ حبشہ کو لکھا کہ اس کلیسا کی تعمیر سے میرا مقصد یہ ہے کہ کعبہ کے بجائے لوگ یہان آئین، اور اس کو کعبہ بنائین، کسی طرح عربون کو اسکا علم ہو گیا، اور اس کا خط ان کے ہاتھ لگ گیا جس سے ان کو بڑا اشتعال پیدا ہوا، اور ایک شخص نے صنعا جا کر کلیسا کو گندہ کر دیا، ابرہہ نے اس پر کعبہ کے انہدام کا فیصلہ کر لیا اور مکہ پر حملہ کر دیا،

دوسرا یہ کہ کچھ عربون کی غلطی کی وجہ سے کلیسا مین آگ لگ گئی، جس سے مشتعل ہو کر ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کر دی،

امام طبری نے لکھا ہے کہ ابرہہ کے یہان سے بہت سے عربون کو وظیفہ اور روزینہ ملتا تھا، ایک مرتبہ خزاعہ کے چند افراد اس کے دربار مین آئے، جن مین محمد بن الخزاعی اور اس کا بھائی قیس

بھی تھا، ابرہہ نے ان سے کہا کہ مین نے یہان ایک کلیسا بنوایا ہے، اور چاہتا ہون کہ تم تمام قبائل مین گھوم گھوم کر اعلان کر دو کہ وہ یمن کے اس کعبہ کے حج کے لیے آئین، یہ دونون اس مہم پر روانہ ہو گئے، جب یہ قبیلہ بنو کنانہ مین پہنچے، تو اس کے چند افراد نے انھین قتل کر دیا، اس پر ابرہہ نے حملہ کی تیاری شروع کر دی۔[1]

عموماً ان ضمنی باتون کو جو اصلی سبب کے ضمن مین پیش آئین حملہ کا سبب بنا دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان واقعات کے پڑھنے والے کو تشویش ہوتی ہے، لیکن اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو کلیسا مین گندگی کرنے، آگ لگ جانے یا خزاعی سردار کے قتل کے واقعات درحقیقت حملہ کا سبب نہین، بلکہ اس کا بہانہ بن گئے، اصلی سبب سیاسی اور مذہبی تغلب تھا، جیسا کہ نجران پر حملہ کرنے کے لیے ذو نواس نے یہودیون کے قتل کو بہانہ بنا لیا تھا، حالانکہ اپنے سیاسی مصالح کے ماتحت وہ پہلے سے اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا،

بات یہ ہے کہ کعبہ کی وجہ سے رومیون کو قدیم زمانے سے حجاز اور خصوصیت سے اس کے مرکزی شہر مکہ پر قبضہ کرنے کی خواہش تھی، اور اس کے لیے انھون نے کئی بار کوشش بھی کی، مگر ناکام رہے، اس کے بعد انھون نے غیر جنگی طریقہ اختیار کیا یعنی اقتصادی و سیاسی مراعات و فوائد کے نام سے انھون نے عربون کی استمالت شروع کی،

اوپر یہ آچکا ہے کہ قصی کو قیصر نے مکہ پر قبضہ کرنے مین مدد دی، اور ان کے حوصلہ مند پوتون کو رومیون اور حبشیون نے اپنے اپنے ملکون مین تجارت اور آمد و رفت کی سہولتین فراہم کین، ہاشم کے چار لڑکے تھے، ہاشم، عبد شمس، نوفل، المطلب، ان مین سے ہر ایک نے جزیرہ عرب کے قریب کے ملکون سے تعلقات پیدا کیے، اور ان ممالک مین تجارتی سہولتین حاصل کین۔

[1] پوری تفصیل طبری تفسیر سورہ فیل مین موجود ہے۔

عبد شمس نے قیصر روم اور شاہ غسان سے، نوفل نے شاہ ایران سے، مطلب نے یمن کے حمیری بادشاہ سے اور ہاشم نے نجاشی شاہ حبشہ سے ملاقات کی، ابن سعد میں ہے کہ قیصر روم نے توان کے لیے نجاشی کے نام ایک سفارشی خط بھی لکھا تھا۔[1] اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر سختی اور جبر سے ان پر قابو پایا نہین جا سکتا تو اسی ذریعہ سے ان پر اپنا سیاسی و مذہبی اقتدار قائم کیا جائے، اور سرحدون پر اس کا کامیاب تجربہ ان کو ہو بھی چکا تھا، مگر حجازی عرب ان سے کہین زیادہ ہوشمند نکلے اور انکی ہوس اقتدار پوری نہ ہو سکی،

جب حبشہ پر رومیون کا اقتدار ہوا اور حبشہ کے ذریعہ یمن قبضہ مین آیا تو ان کے دل مین حجاز کو سر کر لینے کی بھی خواہش پیدا ہوئی ہو تو تعجب نہین، اور کیا عجب ہے کہ اپنی اسی دیرینہ آرزو کی تکمیل ہی کی غرض سے انھون نے یمن کو فتح کرنے مین حبشہ کی مدد کی ہو۔

لیکن اس راہ مین سب سے بڑی جو چیز حائل تھی وہ کعبہ کا تقدس اور اسکی وجہ سے مکہ اور اہل مکہ کی مرکزیت تھی، اس کو ختم کرنے کے لیے ابرہہ نے دو کلیسے بنوائے، ایک صنعا مین اور دوسرا نجران مین، اور سارے عرب قبائل مین ان کی زیارت کے لیے وفود بھیجے، مگر اس کو ان تمام کوششوں میں سخت ناکامیابی ہوئی، نہ کعبہ کی تقدیس کو وہ صدمہ پہنچا سکا، اور نہ وہ مکہ کی مرکزیت و اہلِ مکہ کی مرجعیت کا خاتمہ کر سکا، اس بناپر اس کی آتش غضب بھڑک اٹھی ہو گی، اسی اثنا مین کلیسا مین نجاست ڈالنے اور آگ لگنے کے واقعات پیش آگئے ہون گے، جن کو اس نے اپنے حملہ کا بہانہ بنا لیا، جیسا کہ آجکل کی حکومتین ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے اس طرح کے بہانوں کی تلاش مین رہتی ہین،

اس حملہ مین ابرہہ کو سخت ناکامیابی ہوئی، یہ واقعہ ۵۷۰ء مین ہوا، اسی سال رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی،

حبشہ اور عربوں کے تعلقات مین تجارتی کاروبار، اور ایک دوسرے کے ملک مین آمد و رفت

[1] محمد بن حبیب نے ایلاف کے معنی العہود یعنی پروانے لکھے ہین، کتاب المحبر ص ۱۶۲، اس واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے یعقوبی ج ۱ ص ۲۰۰، ابن سعد ج ۱ ص ۴۳ و ۴۵ بعض مفسرین نے سورۂ ایلاف کی تفسیر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے،

کو بھی دخل تھا جس کا سلسلہ قدیم زمانہ سے قائم تھا، عرب تاجر اپنے ملک سے چمڑے، گوند، لوبان اور اونی کپڑے حبشہ لے جاتے تھے، اور وہان سے غلہ لاتے تھے،

بعثت نبوئی کے وقت رومیون اور حجازی عربون کے تعلقات کشیدہ نظر آتے ہین، اور ان کا میلان رومیون سے زیادہ ایرانیون کی طرف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ قریشی تاجرون کو رومیون کے مقبوضات مین جو پہلے سہولتین حاصل تھین، وہ غالباً ختم ہوگئی تھین بلکہ رومی ان پر بڑے سخت ٹیکس عائد کرنے لگے تھے، ہمارا قیاس ہے کہ رومیون کی کشیدگی کا سبب تو حجاز مین ان کی سیاسی ناکامی ہوگی اور ان کی طرف سے عربون کی رنجش اور کدورت کا سبب ابرہہ کا حملہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ حجاز کے علاوہ دوسرے حصہ کے عربون اور رومیون مین اب بھی تعلقات ویسے ہی قائم تھے، ایرانیون کی طرف ان کے میلان کی کوئی وجہ بظاہر سمجھ مین نہین آئی، بجز اس کے کہ وہ بھی بت پرست تھے، اور عرب لے بھی، غرض ظہور اسلام کے وقت عام طور پر مشرکین حجاز رومیون کو ناپسند اور ایرانیون کو پسند کرتے تھے، چنانچہ بعثت نبوی کے کئی سال بعد رومیون اور ایرانیون مین ایک زبردست جنگ ہوئی جس مین رومیون کو بڑی سخت شکست ہوئی تھی، اس شکست سے اہل مکہ بہت خوش ہوئے، مگر مسلمانون کو اس سے بہت رنج ہوا جس کی وجہ سے سورہ روم کی یہ آیتین نازل ہوئین،

الم غلبت الروم فی ادنی الارض	اہل روم مغلوب ہوگئے، ایک قریب کے ملک
وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی	مین اور اس کے بعد عنقریب چند برسون
بضع سنین	میں وہ پھر غالب ہون گے،

لہ عام مفسرین یہی وجہ بتاتے ہین، لیکن اگر یہی وجہ تسلیم کر لیجائے تو حبشہ سے بھی انکے تعلقات کشیدہ ہونے چاہئین، مگر ایسا نہیں تھا بلکہ حبشہ کی حکومت سے اہل مکہ کے تعلقات ظہور اسلام کے وقت بالکل استوار تھے، ممکن ہو کہ اسمین نجاشی کی طبعی نیکی و شرافت کو بھی دخل ہو،

چنانچہ قرآن کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی، یعنی یہ کہ چند برس کے بعد پھر رومیون اور ایرانیون کو شکست ہوئی، آپ اس وقت مدینہ مین جلوہ فرما تھے، اور عین غزوۂ بدر کے روز یہ خوشخبری مسلمانون کو ملی،

مختصر یہ کہ ان ہی قدیم و جدید تعلقات کی بنا پر جزیرۂ عرب کے تقریباً ہر حصہ میں عیسائیت پھیل گئی، اب ہم ان مقامات اور قبائل کا نام بنام ذکر کرتے ہین جن مین ظہور اسلام کے وقت عیسائیت موجود تھی،

نجران نجران یمن مین ایک مشہور مقام تھا، یہ اپنی زرخیزی و شادابی اور صنعت و حرفت اور تجارت کی وجہ سے پورے یمن مین مشہور تھا، سب سے پہلے یہاں کون لوگ آباد ہوئے اس مین اختلاف ہے، تاہم یہ مسلّم ہے کہ بنو اسماعیل یہان قدیم زمانے سے آباد تھے، اس کے بعد یہان یہودیت اور پھر عیسائیت پھیلی، عیسائیت کی ابتدا کب ہوئی، اس کی صحیح تعیین مشکل ہے، معجم البلدان میں ہے کہ فیمیون ایک نصرانی عابد تھا، اسی کے ذریعہ یہان عیسائیت

ل یورپین مورخین متفقہ لکھتے ہین روم زوال و انحطاط کی آخری حد تک پہنچ چکا تھا، اور ایرانیون سے شکست کھانے کے بعد اس کی رہی سہی قوت بھی ختم ہو گئی تھی ایسی حالت مین قرآن کا چند سال مین ان کے دوبارہ غالب آنے کی پیشین گوئی کرنا اور پھر اس کا پورا ہونا قرآن کا کھلا ہوا معجزہ ہے،

اس سلسلہ مین مفسرین نے لکھا ہے کہ جب ایرانیون کو فتح ہوتی تو اہل مکہ خوش ہوتے، مگر مسلمانون کو اس بنا پر کہ یہ اہل کتاب ہیں اس سے رنج ہوتا ہے ۶۱۴ء مین بعثت نبوی کے چھ برس بعد رومیون کو سخت ہزیمت ہوئی اور قیصر روم کو قسطنطنیہ میں پناہ لینی پڑی، مشرکین عرب کو ایرانیون کے اس فتح کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے بعض مشرکین نے حضرت ابوبکر صدیق سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیون نے تمھارے بھائی رومیون پر فتح پائی ہے، کل ہم بھی تمھین اسی طرح مٹا دینگے، قرآن نے اسباب ظاہری کے خلاف یہ پیشین گوئی کی، حضرت ابوبکرؓ نے اس بنا پر مشرکین مکہ سے یہ شرط لگائی کہ اگر نو برس کے اندر رومی دوبارہ ایرانیون پر فتح یاب نہ ہوئے تو مین تم کو سو اونٹ دون گا، اور اگر کامیاب ہوئے تو تم لوگ مجھے اتنے ہی اونٹ دوگے، چنانچہ ۷ برس کے اندر رومیون نے فتح پائی اور حضرت ابوبکرؓ نے ان سے سو اونٹ لیے،

(طبری تفسیر سورہ روم)

کی ابتدا ہوئی، لیکن اس سے سنہ کی تعیین نہیں ہوتی، البتہ اوپر یمن کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے سنہ کی تو نہیں مگر زمانہ کی تعیین کی جاسکتی ہے، یعنی یہ کہ اس کی ابتدا بعثت نبوی سے ایک صدی پہلے ہوچکی تھی،

سیاسی اور اقتصادی اہمیت کی بنا پر یمن ہمیشہ سیاسی تغیرات و انقلابات کا آماجگاہ رہا، نجران چونکہ اس کا ایک حصہ تھا، اس لیے لازمی طور پر اس کا اثر اس پر بھی پڑتا تھا، حمیری حکومت کے زمانہ میں یہاں یہودیت کو فروغ ہوا، یمن میں عیسائی حکومت قائم ہوئی، تو نجران عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز بن گیا، یہاں ایک بہت بڑا کلیسا تھا، جسکو عبدالمدان نے بنوایا تھا، اور جو "کعبۂ نجران" کے نام سے مشہور تھا[۱]، اس کی تعمیر کا بھی وہی مقصد تھا، جو صنعا میں ابرہہ کے تعمیر کردہ کلیسا کا تھا،

اسلام کے ظہور کے وقت نجران میں ایک چھوٹی سی عیسائی ریاست قائم تھی، جس کا یمن کی مرکزی حکومت سے کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ وہ براہ راست قیصر روم کے ماتحت تھی، اس کا نظم تین شعبوں میں منقسم تھا، اور ان میں سے ہر ایک کا ایک علیحدہ ذمہ دار تھا، خارجی اور جنگی امور جس سے متعلق ہوتے اس کو سید کہتے تھے۔ دنیاوی داخلی امور جس کے سپرد ہوتے اس کو عاقب، اور دینی امور کا جو ذمہ دار ہوتا اس کو اسقف کہتے تھے، ان عہدہ داروں کا تقرر خود قیصر کرتا تھا[۲]، اس وقت سید کے عہدہ پر ابو حارثہ نامی ایک شخص قابض تھا جسکا نسبی تعلق بکر بن وائل سے تھا، زرقانی نے لکھا ہے کہ عربوں میں سے جب کوئی آدمی نصرانیت قبول کرلیتا تھا تو قیصر کو اس سے بڑی خوشی ہوتی تھی، چنانچہ جب ابو حارثہ نے نصرانیت قبول کی تو وہ اس قدر خوش ہوا کہ اسکے سامنے مال و دولت کا ایک ڈھیر لگا دیا اور غالباً اسی وقت

[۱] معجم البلدان ج ۸ ص ۲۶۲ فجر الاسلام ص ۲۰ [۲] فجر الاسلام ص ۲۰

اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا،

سنہ ۱۰ھ میں ساٹھ آدمیوں پر مشتمل ایک وفد نجران سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، جس میں اس ریاست کے تینوں ذمہ دار عہدہ دار بھی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت ان کے سامنے پیش کی، مگر انھوں نے قبول نہیں کیا، سالانہ ٹیکس کی ادائگی کے وعدہ پر آپ نے ان سے مصالحت کرلی، اوران سے ایک معاہدہ ہوگیا، مگر واپسی میں اس وفد کے دوارکان ابو حارثہ اسقف نجران اور اس کے بھائی کرز بن علقمہ میں کچھ ایسی باتیں ہوگئیں کہ راستہ ہی سے ابن علقمہ مدینہ واپس آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، ان کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے، ان کے علاوہ نجران کے اور افراد نے بھی اسلام قبول کرلیا، ان کا بھی ذکر اس کتاب میں ہے،

نجران کی اہمیت کی وجہ سے اس کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا گیا ہے، اس کے علاوہ دومتہ الجندل، بحرین، معان، ایلہ، اذرح، جربا، مقنا، عمان وغیرہ میں بھی عیسائیت موجود تھی، جن میں سے اکثر کی جغرافی اور تاریخی حیثیت کا ذکر یہود کے سلسلہ میں آچکا ہے، ان میں سے بعض میں ماتحت عیسائی حکومتیں بھی قائم تھیں، ان مقامات کے علاوہ جزیرۂ عرب کی تقریباً تمام مشہور بستیوں میں عیسائی موجود تھے، مثلاً مکہ، طائف، مدینہ اور وادی القریٰ وغیرہ، وادی القریٰ میں تو ان کے متعدد گرجے بھی تھے، (فجر الاسلام ص ۲۹)

جن قبائل میں عیسائیت فروغ پاچکی تھی یا پارہی تھی ان کے نام یہ ہیں:

قبیلۂ غسان ۔ یہ یمنی قبیلہ ہے، سد مارب کے ٹوٹنے کے بعد یہ جزیرۂ عرب کے شمال مغربی سرحدی مقام پر آباد ہوگیا تھا، مزید تفصیل آچکی ہے،

بنو تغلب مشہور عدنانی قبیلہ ربیعہ کی ایک شاخ ہے، اسی کے قریب عرب کا

ایک مشہور قبیلہ بکر بھی آباد تھا، بکر و تغلب کی لڑائی، عرب جاہلیت کی تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ یہ قبیلہ جزیرہ عرب کے شمال مشرق میں اس تجارتی راستہ پر آباد تھا، جو عرب سے عراق کو جاتا ہے، یہ مقام اپنے جاے وقوع اور تجارتی اعتبار سے بہت اہم تھا، اور ایران کی سرحد کے قریب بھی پڑتا تھا، ممکن ہے اسی وجہ سے نصرانیوں نے اس کو اپنانے اور زیر اثر لانے کی کوشش کی ہو، بہرحال اس میں عیسائیت موجود تھی، یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ یہاں عیسائیت کی ابتدا کب ہوئی، ارباب سیر و طبقات صرف اتنا لکھتے ہیں کہ یہ قبیلہ نصرانی ہوگیا تھا، اسد الغابہ میں ہے،

ان کثیراً من العرب قد تنصر کتغلب[1]	بہت سے عرب قبائل نے نصرانیت قبول کرلی تھی، ان میں بنو تغلب کا قبیلہ بھی تھا،

ابن قتیبہ اور یعقوبی[2] وغیرہ نے بھی ان کے نصرانی ہونے کی توثیق کی ہے، اس قبیلہ کے متعدد افراد مشرف بہ اسلام ہوئے، جن کے تذکرے اس کتاب میں موجود ہیں،

ظہور اسلام کے بعد عہد نبوی اور عہد صدیقی میں اس قبیلہ کا ذکر بہت کم بلکہ بالکل نہیں ملتا، البتہ ابن قتیبہ کے بیان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقی تک یہ لوگ مذہب نصرانیت پر قائم رہے، حضرت عمرؓ نے اس بنا پر ان پر جزیہ عائد کرنا چاہا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، زرعہ بن نعمان بارگاہ خلافت میں آئے اور عرض کیا کہ یہ عرب ہیں، اس لیے انکو جزیہ دینا گوارا نہیں ہے، دوسرے یہ شجاع اور طاقتور ہیں، ان کو دشمنوں کے ہاتھ میں جانے نہ دیں، (یعنی اگر آپ ان پر جزیہ لگائیں گے تو یہ رومیوں سے مل جائیں گے) بلکہ ان پر زیادہ سے زیادہ صدقہ دوگنا کردیں، اور ارشاد فرمادیں کہ آیندہ اپنی اولاد کو نصرانی نہ بنائیں،[3] چنانچہ حضرت فاروقؓ نے زرعہ کے حسب مشورہ اسی پر عمل کیا،

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۲۲ و ج ۱ ص ۵۰، [2] یعقوبی ص ۲۹۸ [3] ابن قتیبہ ص ۲۷۹

بنو کلب، یہ قبیلہ بھی نصرانی تھا، اور دومۃ الجندل کے پاس آباد تھا، ظہور اسلام کے وقت دومۃ الجندل کا عیسائی حاکم اکیدر تھا، اس مین متعدد ایسے قبائل تھے، جو بڑے اثر ورسوخ کے مالک تھے، قبیلہ کلب خاص طور سے بہت ممتاز اور حکومت کا حریف تھا،[1] اسکا اثر تبوک تک پھیلا ہوا تھا، ظہور اسلام کے وقت اس قبیلہ کے سردار اصبغ تھے، جو حضرت عبد الرحمن بن عوف کی کوششون سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے، اور اپنی صاحبزادی تماضر کو حضرت عبد الرحمن بن عوف کے حبالۂ عقد مین دیدیا تھا، ان کے اور انکی صاحبزادی کے حالات اس کتاب کے آیندہ صفحات مین درج ہین،

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بنو کلب کی ایک کثیر تعداد اس وقت بھی (یعنی آٹھوین صدی ہجری مین) خلیج قسطنطنیہ کے ساحل پر آباد ہے، اس مین سے کچھ مسلمان ہین اور کچھ عیسائی۔[2]

قضاعہ، پورے قبیلہ مین تو نہین مگر اس کے بعض خاندانون مین نصرانیت تھی، یہ حجاز و شام کے تجارتی راستہ پر تبوک کے قریب آباد تھا، کثرتِ تعداد اور فوجی قوت کی وجہ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل تھی، اور جس مقام پر آباد تھا، وہ مقام بھی جغرافیائی حیثیت سے بڑا اہم تھا، یہ قبیلہ رومیون کے زیر اثر تھا،

اسی طرح بنو تمیم کے بعض افراد نے عیسائیت قبول کر لی تھی، عرب کا مشہور اور بزم معلقہ کا صدر نشین شاعر امراء القیس اسی قبیلہ سے تھا، جس کی بنا پر بعض عیسائی مستشرقین نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ عیسائی تھا، حالانکہ یہ صحیح نہین ہے، البتہ اس کے خاندان کے بعض افراد نصرانی ضرور تھے۔

ربیعہ جس کی ایک شاخ بنو تغلب تھی، جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، اس کے بعض دوسرے خاندانون مین بھی نصرانیت تھی،[3]

---

[1] ابن خلدون ج ۲ ص ۹ ۴ ۲ [2] ایضاً [3] معارف ابن قتیبہ ص ۲۶۶ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۳ ۲۹

اسی طرح یمن کے مشہور قبیلہ طے مین بھی نصرانیت کا پتہ چلتا ہے، حضرت عدی بن حاتمؓ اور ان کی ایک بہن کا تذکرہ اس کتاب مین آیا ہے، یہ دونون اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، اور عیسائی تھے،

قبیلہ عبد القیس جو عمان کے قریب آباد تھا، اس مین بھی نصرانیت موجود تھی، حضرت جارودؓ جن کا تذکرہ اس کتاب مین موجود ہے، اسی قبیلہ سے تھے،

ان کے علاوہ تنوخ، لخم، مذحج، بہرا، سلیح وغیرہ قبائل نے بھی نصرانیت قبول کر لی تھی، اور ان مین سے بیشتر بالکل رومیون کے زیر اثر تھے، جنگ موتہ مین یہ سب کے سب رومیون کی حمایت مین مسلمانون کے خلاف صف آرا تھے[1]، ان مین سے بیشتر کو قیصر روم کی طرف سے سالانہ پندرہ سیر سونا بطور وظیفہ ملتا تھا[2]،

اس تفصیل سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ پورے جزیرہ مین نصرانیت کی ترقی و فروغ کیلیے عیسائی حکومتون نے کتنا لمبا جال بچھا رکھا تھا، اس کے لیے کیا کیا تدبیرین وہ اختیار کر رہی تھین، اور کتنی رشوتین دے رہی تھین، اور یہ سلسلہ برسون سے نہین صدیون سے جاری تھا، لیکن ان تمام کوششون اور تدبیرون کے باوجود کم سے کم حجاز مین تو عیسائیت کا اثر برائے نام ہی پیدا ہو سکا، جس کو قبضہ مین لانے، اور اس پر اپنا اثر قائم کرنے کے لیے انھون نے کیا کیا جتن نہ کر ڈالے تھے،

اس کے مقابلہ مین اسلام نے پورے جزیرہ مین چند برسون مین عظیم الشان اور حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا جس نے چشم زدن مین پورے عرب کی کایا پلٹ دی۔۔۔ اس کے لیے نہ کوئی سیاسی چال چلی گئی، نہ کوئی اقتصادی دباؤ ڈالا گیا، اور نہ جبر و زور سے

---

[1] ابن ہشام ذکر جنگ موتہ [2] آنحضرت صلعم کی سیاسی زندگی ڈاکٹر عبد الحمید صاحب ص ۲۰۰

کام لیا گیا، بلکہ اس کی دعوت، تبلیغ، اور اعلیٰ اخلاقی تعلیمات، اور پھر اس کے مظاہر سے سارا عرب مسحور اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا،

حیرہ عیسائیت کے مذہبی اثرات جزیرۂ عرب کے اندرونی مرکزی مقامات کے علاوہ ایک سرحدی مقام حیرہ مین بھی کچھ نہ کچھ موجود تھے، حالانکہ وہ ایرانیون کی باجگذار ریاست تھی، جہان قبیلہ لخم کی حکومت تھی لخم کے متعلق اوپر آچکا ہے کہ اس مین نصرانیت تھی، اس کے حکمران نعمان کے متعلق لکھا ہے کہ عدی بن زید ایک نصرانی شاعر نے اس کو ایک دن نصیحت کی، اس نصیحت کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے فوراً نصرانیت قبول کر لی، اور تخت و تاج کو خیرباد کہہ دیا،[1] اسی طرح نعمان خامس کی بیوی بھی عیسائی ہو گئی تھی، اس کا نام ہند تھا، اس نے اپنے نام سے ایک کلیسا "دیر ہند" بنوایا تھا، طبری نے لکھا ہے کہ یہ ہمارے زمانہ تک (یعنی تیسری صدی ہجری تک) موجود تھا[2] اس کے علاوہ حیرہ مین اور بھی متعدد گرجے تھے، خصوصیت سے "دیر حنظلہ" بہت مشہور تھا، جس کو حیرہ کے ایک حکمران ایاس بن قبیصہ کے چچا حنظلہ نے بنوایا تھا،[3]

حیرہ کا ذکر یہان اس لیے کیا گیا کہ یہ جزیرہ کا سرحدی مقام تھا، جہان عرب آباد تھے، اور وہی حکمران بھی تھے، پورے عرب مین غالباً حیرہ ہی ایک ایسا مقام تھا جہان عیسائیت نے بغیر کسی مادی سہارے اور حکومت کی پشت پناہی کے کسی قدر رواج پایا،

عیسائیون اور عربون کے سیاسی تعلقات اور مذہبی اثرات کے نتائج اوپر جو تفصیل کی گئی ہے اس سے جزیرۂ عرب مین عیسائیون کے سیاسی اور مذہبی اثرات کا اندازہ ہو گیا ہوگا، لیکن اسکا

---

[1] فجر الاسلام ص ۳۱ [2] معجم البلدان ج ۴ ص ۱۸۳ [3] تفصیل کے لیے دیکھو معجم البلدان ج ۴ ص ۱۲۰ تا ۱۸۵

ایک پہلو اب بھی تشنۂ تفصیل ہے، وہ یہ کہ عربون کے ذہن و دماغ اور علم و تمدن پر اس کا مجموعی اثر کیا مترتب ہوا؛ یہان مختصراً اس پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

نصرانیت کے فروغ سے جاہلی عربون کے تمدن اور ان کے ذہن و دماغ مین جو تغیر ہوا اس کی پوری نشاندہی تو مشکل ہے، تاہم ان کی تاریخ کے قدیم واقعات، ان کے علوم و فنون اور ادب و شاعری کے جو نمونے اب تک محفوظ رہ گئے ہین، ان سے اس کی کچھ نہ کچھ عکاسی ضرور ہوتی ہے،

ثقافتی و تمدنی اثرات

اوپر قصی کے مکہ پر قابض ہونے کا ذکر آچکا ہے، قصی سے پہلے غالباً یہان کوئی نظم و نسق اور کسی قسم کی سیاسی وحدت نہین تھی، مگر انھون نے مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو ایک چھوٹی سی باقاعدہ ریاست مین تبدیل کر دیا، جس کے متعدد شعبے اور عہدے تھے، اور جن مین سے اکثر ظہور اسلام تک باقی تھے، اس مختصر سی ریاست کا سکریٹیٹ یا مرکزی دفتر دارالندوۃ تھا، جہان ریاست سے متعلق جملہ مہمات امور طے ہوتے تھے،

قصی کا یہ نظام حکومت خود ساختہ نہین، بلکہ بڑی حد تک ان تعلقات کا رہین منت معلوم ہوتا ہے، جو ان کے اور رومیون کے درمیان قائم ہو چکے تھے۔ اس نظام حکومت کے بارے مین ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہین،

"اہل شہر پر سالانہ ٹیکس اندازی وغیرہ فنیقی اور اس سے زیادہ یونانی شہری مملکتون سے مکے کی شہری مملکت غیر معمولی مشابہت رکھتی ہے۔" (سیاسی زندگی ص ۲۵۹)

ظہور اسلام سے پہلے عربون کے سماجی نظام اور آس پاس کے ملکون اور قومون سے ان کے تجارتی، اور سفارتی تعلقات وغیرہ کے جو واقعات و حالات تاریخون مین محفوظ ہین وہ بھی نصرانیون کے تمدنی اثرات کی غمازی کرتے ہین،

علمی اثرات نصرانیت یونان واسکندریہ مین پروان چڑھی تھی، اس لیے وہ جہان بھی گئی اپنے ساتھ وہان کے علوم وفنون مثلاً طب، نجوم، اور مابعد الطبیعاتی افکار بھی لیتی گئی، نصرانیت کو ان علوم کی، اور خصوصیت سے فلسفہ اور نجوم کی مذہبی حیثیت سے بھی ضرورت تھی، چنانچہ آپ دیکھین گے کہ عیسائیون کے علماء اور مذہبی پیشوا، مذہبی سے زیادہ فلسفی ہوتے تھے، اس لیے کہ نصرانی ثقافت اور مذہب کی اشاعت مین ان کو ان علوم سے بہت کافی مدد ملتی تھی، ظاہر ہے کہ عرب مین اس کے قدم آئے ہون گے، تو یہ علوم بھی اس کے ساتھ لگے لپٹے آئے ہون گے، خیال ہوتا ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے عربون مین علم نجوم، طب اور مابعد الطبیعاتی تصورات وافکار کے جو اثرات بھی نظر آتے ہین، اس کے فروغ مین نصرانیت کو ضرور دخل تھا، اس خیال کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عہد اسلام کے بعد یونانی علوم وفنون کا جو سرمایہ عربی مین منتقل ہوا، وہ زیادہ تر نصرانی ہی علماء ومترجمین کی سرکردگی مین ہوا خصوصیت سے فلسفہ و طب کا شعبہ تو کئی صدی تک ان ہی کے زیر اثر رہا،

ادب وشعر عربی ادب وشاعری مین بے شمار ایسے الفاظ، جملے، ترکیبین اور خیالات ملتے ہین، جو نصرانیت کے اثر کا بین ثبوت ہین،

جاہلی ادب وشعر کا اگر ہم لغوی جائزہ لین تو زمین کی پستی وبلندی، پہاڑ کے نشیب وفراز، راستون کی فراخی وتنگی، صحرا کی خشکی وویرانی کے لیے سیکڑون ہزارون الفاظ مل جائین گے، جن سے ان مناظر وکیفیات کا پورا نقشہ کھنچ جاتا ہے، لیکن اگر آپ سمندر اور اسکے متعلقات کے الفاظ کے لیے عربی لغت کو کھنگالین تو مشکل سے چند الفاظ ملین گے، ان مین بھی خالص عربی تو بہت کم ہون گے، اونٹ، تلوار اور سانپ کے نام اور ان کے متعلقات کے لیے عربی لغت کا دامن تو بڑا وسیع ہے، لیکن کشتی، کشتی رانی، سمندری سفر، اور اس کے لوازم وضروریات

کے لیے مشکل سے دس بیس الفاظ لین گے، اور جو ہون گے بھی وہ دوسری زبانون سے مستعار ہون گے، یہ تو محسوسات کا حال ہے، لیکن معنوی کیفیات کا حال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہین ہے، خوشی و مسرت، لہو و لعب، عیش و تنعم کے حالات و جذبات کے اظہار کے لیے عربی لغت مین الفاظ کی اتنی بہتات نہین ہے جتنی بہتات فقر و فاقہ، حزن و ملال اور قتل و خونریزی کے الفاظ و محاورات کی ہے،

غرض یہ ہے کہ عربی ادب و شاعری کا نشو و نما جس سرزمین مین ہوا، اس مین اس کے اثرات زیادہ نمایان ہین، لیکن جون جون عربون کا اختلاط ان قومون سے بڑھتا گیا جو علم و تمدن مین ان سے ترقی یافتہ تھین، تو ان کے ادب و شعر مین بھی ان کے آثار نمایان ہوتے چلے گئے، اور ظاہر ہے کہ عربون کو سب سے زیادہ جن ترقی یافتہ قومون سے اختلاط کا موقع ملا، ان مین ایرانی، یہودی اور نصرانی سب سے زیادہ نمایان ہین،

ایرانیون کے اثرات کی بحث تو ہمارے موضوع سے خارج ہے، اور یہودیون کے اثرات کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے، اب چند سطرین نصرانیون کے اثرات پر لکھی جاتی ہین، غسانی گو نسلاً عرب تھے، مگر رومیون سے صدیون کے تعلقات کی وجہ سے بہت زیادہ گھل مل گئے تھے، اور ان کے علم و تمدن کا اتنا گہرا اثر قبول کیا تھا کہ ظہور اسلام کے وقت وہ عرب سے زیادہ رومی معلوم ہوتے تھے، مگر اس کے باوجود بھی ان کا تعلق جزیرہ عرب سے منقطع نہین ہوا تھا، اس لیے اس دوگونہ تعلق کی وجہ سے نصرانی علم و تمدن کے عرب مین فروغ پانے کا بہت بڑا ذریعہ بن گئے،

جزیرہ کے ہر حصہ کے عربی شعراء اپنے ان عیسائی بھائیون کے پاس جاتے تھے، ان کو اپنا کلام سناتے تھے، انعام و اکرام حاصل کرتے تھے اور ان کے عیش و تنعم سے متاثر ہوتے تھے،

نابغہ ذبیانی، اعشی، المرقش الاکبر اور علقمۃ الفحل جیسے مشہور روزگار و صاحب کمال شعراء غسانیون کے دربار میں گئے، اور ان سے خراجِ تحسین وصول کیا، ان ہی کے بارے مین حضرت حسانؓ نے جاہلیت کے زمانہ مین کہا تھا،

لِلّٰہ درّ عصابۃ نادمتھم　　یوماً بجلّق فی الزمان الاول

خود حضرت حسانؓ کو غسانیون نے ایک دعوت مین جو وہان کے حکمران جبلہ بن ایہم کے اہتمام مین ہوئی تھی، مدعو کیا تھا، جب وہ وہان سے واپس آئے تو لوگون سے کہا کہ نہ میری آنکھون نے ایسا منظر اس سے پہلے دیکھا، اور نہ میری کانون نے سنا تھا[1]، پھر انھون نے اس مجلس کی ایک ایک چیز کی شاعرانہ زبان مین تعریف کی، اس سے غسانیون کے تمدن و تہذیب کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ان کے متعلق لاتعداد قصص و امثال، اور ان کے عیش و تنعم اور علم و عمران کے سیکڑون واقعات عربی ادب و شاعری مین ملین گے،

نصرانی اور ان سے متاثر شعراء کے کلام پر آپ نظر ڈالین گے تو آپ کو اس اثر کی بہت سی مثالین ملین گی،

امیہ بن الصلت نے سب سے پہلے باسمک اللّٰھم کے لفظ سے عربون کو روشناس کیا، اسی طرح اما بعد کو سب سے پہلے قس بن ساعدہ نے استعمال کیا، امیہ صحفِ قدیم کا عالم تھا، وہ اپنے اشعار مین ایسے بہت سے الفاظ استعمال کرتا تھا، جو اس سے پہلے عربی زبان مین رائج نہین تھے، مثلاً "قمر و ساھور" "یُسَلُّ و یغمد" اسی طرح اللہ کے لیے "سلیط" اور "تغرور" وغیرہ کے الفاظ اس نے استعمال کیے[2]،

مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مین عبرانی، سریانی، رومی اور حبشی زبان کے متعدد الفاظ

---

[1] اغانی ج ۱۵ ص ۱۴۱ و فجر الاسلام ص ۳۰ [2] فجر الاسلام ص ۳۲

اور ترکیبیں استعمال ہوئی ہیں، عبرانی الفاظ کی تفصیل تو یہودیت کی تاریخ کے سلسلہ میں اوپر آچکی ہے کہ یہ زبان زیادہ تر یہودیوں سے مخصوص تھی، مگر نصرانیوں میں ان کے مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں رائج تھیں، مثلاً سریانی، رومی، حبشی وغیرہ، ان زبانوں کے جو الفاظ اور فقرے قرآن پاک میں آئے ہیں، وہ یہ ہیں،

سریانی الفاظ: فردوس، طہٰ، طور، ہیت لک، ولات حین مناص میں ولات، ربانیون، ربیون، رہو، الیم، صلوات، (کنائس) قنطار۔ ان کے علاوہ متعدد الفاظ ایسے ہیں جو اشتقاق کے لحاظ سے تو عربی ہیں، مگر ان کے بہت سے معانی سریانی سے آئے ہیں، مثلاً قیوم، اسفار، آزر، قمل، متجدد وغیرہ،

رومی الفاظ:۔ قسطاس، رقیم، طفق، اور قسطاس، وغیرہ،

حبشی الفاظ:۔ جبت، طاغوت، حوب، طوبیٰ، سکر، سجل، مشکوٰۃ، منسأۃ،

اس کے علاوہ اور بھی متعدد الفاظ کو حبشی بتایا گیا ہے، یہ ساری تفصیل امام سیوطی کی کتاب المتوکلی اور ابن درید کی کتاب الاشتقاق میں ملے گی،

ابھی بعثت نبوی کے بعد مسلمانوں اور نصرانیوں کے اجتماعی اور سیاسی تعلقات، ان کی اخلاقی اور دینی حالت، قرآن و حدیث کی روشنی میں مومنین اہل کتاب کے فضائل و مناقب وغیرہ کی تفصیل باقی تھی، مگر مجبوراً یہ سلسلہ ختم کیا جاتا ہے، اس لیے کہ ۵۱ء ختم ہو رہا ہے اور حسب تجویز سال اندر اندر اس کتاب کا شائع ہو جانا ضروری ہے، اور ابھی کتاب کے نقشے اور ضمیمہ کی طباعت بھی باقی ہے، اب اگر چند صفحے اور بڑھائے گئے تو کتاب اس سال شائع نہ ہو سکے گی،

آخر میں اہل علم حضرات سے گذارش ہے کہ اگر مقدمہ یا نفس کتاب میں کوئی تاریخی غلطی یا

میرے ان قیاسات مین جو مین نے واقعات کی روشنی مین کیے ہین، کوئی تضاد نظر آئے، تو راقم السطور کو اس سے مطلع فرما کر ممنون احسان فرمائین گے،

اس مین غلطی اور ترمیم واضافہ کا اس لیے بھی اور زیادہ امکان ہے کہ اس سے پہلے نفس اس موضوع پر کوئی کتاب نہین لکھی گئی، بلکہ یہ نقش اول ہے، جس کو ایک نومشق طالب علم نے اپنی کم سوادی اور علمی بے بضاعتی کے باوجود صفحۂ قرطاس پر ثبت کرنے کی کوشش کی ہے،

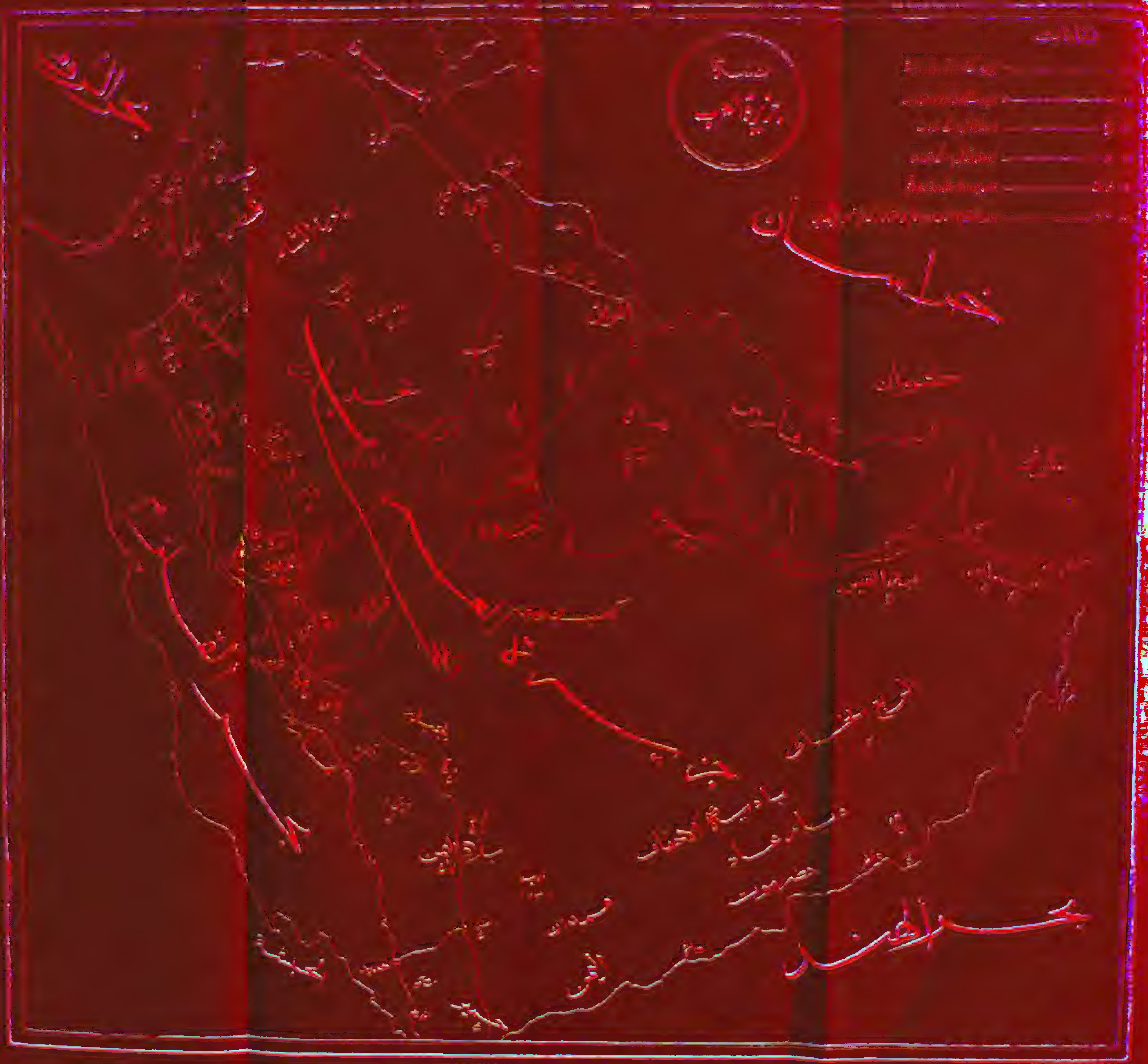
یہ کتاب صرف ایک دینی خدمت اور ایک علمی کمی کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے، خدائے قدوس سے دعا ہے کہ اسے قبول اور اسکی جزا آخرت مین عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

خادم

مجیب اللہ ندوی، شبلی منزل، اعظم گڈھ

۱۶ر صفر ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۷ر نومبر ۱۹۵۱ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

(الف)

(۱) حضرت ابرہہؓ

نام ونسب ابرہہ[1] نام، شام[2] یا حبشہ کے رہنے والے اور مذہباً عیسائی تھے، نام ونسب کے متعلق اور کوئی تفصیل کتب رجال مین نہین ملتی،

اسلام ان کے قبول اسلام کے متعلق یہ تو متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا کہ کب اور کہان قبول کیا، مگر قرائن سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب بہت سے صحابہ مکہ سے ہجرت کرکے حبشہ گئے

---

[1] حافظ ابن حجر نے اصابہ مین اس نام کو دو نام شمار کرکے ایک جگہ "ابرہۃ الحبشی" اور دوسری جگہ "ابرہۃ آخر" کی سرخی قائم کی ہے، لیکن غالباً یہ صحیح نہین ہے، اس لیے کہ اسد الغابہ تجرید اور دوسری کتب طبقات مین ایک ہی نام شمار کیا گیا ہی، اصابہ صفحہ ۱۷، [2] اکثر کتب طبقات مین ان کا شامی ہونا درج ہی، حافظ ابن حجر نے بھی اصابہ مین احد الثمانیۃ الشامیین لکھا ہی، مگر جہان انھون نے انکے دوسرے احباب کے حالات لکھے ہین وہان انکو شامی کے بجائے حبشی لکھا ہی، مثلاً اشرف کے تذکرہ مین لکھتے ہین احد الثمانیۃ الذین قدموا من رھبان الحبشۃ یا ادریس کے تذکرہ مین لکھتے ہین احد الثمانیۃ المھاجرین من الحبشۃ، اس سے قیاس ہوتا ہی کہ غالباً انکے اجداد شامی ہون گے اور اہل حبشہ کے ہم عقیدہ ہونے کی وجہ سے عارضی طور سے یا مستقلاً حبشہ آگئے ہون گے، اور وہین اسلام قبول کیا ہوگا، یمن سے ملوک حمیر کا جو وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا تھا اس مین بھی ایک ابرہہ ذکر آتا ہی، ہوسکتا ہے کہ یہ وہی ہون، واللہ اعلم بالصواب، شمس العلوم صفحہ ۹۳،

اور ان کو نجاشیؓ کے دربار میں درخور حاصل ہوا، اور ان کے ذریعہ اہل حبشہ کو اسلام سے واقف ہونے کا موقع ملا، تو خود نجاشیؓ اور ان کے ساتھ بہت سے علمائے نصاریٰ نے اسلام قبول کیا، غالباً[1] ان ہی اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت ابرہہؓ اور ان کے دوسرے[2] رفقا بھی تھے،

حضور نبوی میں حاضری | اہل حبشہ میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، ان کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بیحد اشتیاق تھا، اتفاق سے اسی درمیان میں مہاجرین حبشہ حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ واپس آرہے تھے، اسی قافلہ کے ساتھ حضرت ابرہہؓ بھی مدینہ آئے، اور زیارت نبویؐ سے مشرف ہوئے،

غزوات | کسی غزوہ میں شرکت صحیح طور سے ثابت نہیں ہے،[3]

فضائل | آپ کا شمار ان اہل کتاب صحابہ میں ہے جن کے بارہ میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ	جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے کتابیں دیں
هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ	وہ اس پر ایمان لاتے ہیں (اور قرآن پر بھی ایمان
اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ	رکھتے ہیں) ...... یہی لوگ ہیں جنکو ان کے صبر
بِمَا صَبَرُوْا (قصص)	کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا،

---

[1] چالیس آدمیوں تک کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے، اگرچہ انکے ناموں کی تصریح بہت کم ملتی ہے، اصابہ ج ۱ ص ۱۴

[2] آپکے دوسرے رفقاء کے تذکرے آگے آتے ہیں، حالات لکھتے وقت اشارہ کردیا جائے گا [3] اسد الغابہ میں ہے کہ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور اسکی خبر حبشہ تک پہنچی تو جو لوگ اہل حبشہ میں اسلام لاچکے تھے انھوں نے مدینہ جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کی خواہش نجاشی سے ظاہر کی، چنانچہ وہ اجازت لیکر مدینہ آئے اور غزوۂ احد میں شرکت بھی کی، اس میں حضرت ابرہہؓ بھی تھے، اصابہ میں بھی اس قسم کی ایک روایت ہے، مگر امام ذہبی نے تجرید میں یہ تصریح کی ہے کہ علی مقاتل انہ شهد احداً وهذا لا يثبت روایت ہے کہ وہ احد میں شریک ہوئے مگر یہ صحیح نہیں ہے، بعض روایتوں میں

(باقی ص ۱۳ پر)

گو آپ کے نام کی تصریح نہین ہے مگر مفسرین لکھتے ہین کہ حبشہ سے علمائے نصاریٰ کا جو وفد آیا تھا اسی کے بارے مین یہ آیتین بھی نازل ہوئین، اور آپ بہر حال اسی وفد مین تھے[۲]،

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى
ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا
وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ، وَاِذَا
سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ
(مائدہ ۷ - ۱۱)

مسلمانون سے محبت رکھنے مین قریب تر آپ
ان لوگون کو پائین گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہین،
یہ اسلیے کہ ان مین بہت سے عالم اور بہت سے زاہد
و درویش ہین اور اسلیے کہ وہ تکبر نہین کرتے،
جب وہ سنتے ہین اسکو جو رسول کی طرف
اتارا گیا (قرآن)، تو آپ دیکھین گے کہ ان کی
آنکھون سے آنسو جاری ہو جاتے ہین اور
اسکی وجہ یہ ہے کہ انھون نے حق کو پہچان لیا،

سنہ وفات اور زندگی کے دوسرے حالات معلوم نہین ہو سکے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) حضرت جعفرؓ کے آنے سے پہلے ایک وفد کے آنے کا ذکر ہے، مگر اہل رجال نے یہ تصریح کردی ہے کہ وہ مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی دریا مین غرق ہوگیا، (اسد الغابہ ج ۱ ص ۶۲)

[۲] بعض روایتون سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت رفاعۃ القرظی اور ان کے ساتھ اسلام قبول کرنے والون کے بارے مین نازل ہوئی، اور بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے حضرت سلمان فارسیؓ اور عبد اللہ ابن سلام مراد ہین، بعض روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نزول عام ہے، اور یہی صحیح ہے،

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] اصابہ ج ۱ ص ۱۷، و اسد الغابہ ج ۱ ص ۶۲

(۲) حضرت ادریسؓ

نام ونسب ادریس نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے تھے، حضرت جعفرؓ کے ساتھ حبشہ کے جو عیسائی مدینہ آئے تھے، ان مین یہ بھی تھے۔[1]

اسلام آپ نے بھی حضرت ابرہہؓ کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا،

زیارت نبوی حبشہ کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی دولت سے بہرہ مند ہوئے،[2]

فضائل آپ بھی ان خوش قسمت اہل کتاب صحابہ مین ہین جن کے بارے مین قرآن کی متعدد آیتین نازل ہوئین، اور اس انعام کے بھی مستحق ہوئے،

اُولٰئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ — یہی لوگ ہین جن کو دوہرا ثواب ملے گا،

آپ کی زندگی کے عام حالات اور وفات وغیرہ کے متعلق اور کوئی تفصیل نہین مل سکی،

(۳) حضرت اسید بنؓ سعید

نام ونسب اسید[4] نام، باپ کا نام سعید تھا، قبیلہ ھدلؓ[5] جو بنو قریظہ[6] ہی کی ایک شاخ تھی، اس سے انکا[7] نسبی تعلق تھا،

---

[1] اصابہ ج ا ص ۲۷ اوپر حضرت ابرہہؓ کے تذکرہ مین شامی یا حبشی ہونے کی تحقیق گذر چکی ہے [2] ایضاً [3] ایضاً

[4] اکثر لوگون نے آپ کا نام اسد بغیر "ی" کے لکھا ہے مگر استیعاب اور اسد الغابہ مین یہ تصریح ہے کہ صحیح اسید ہے، ابن ہشام نے بھی اسید ہی لکھا ہے، ابن ہشام ج ۲ ص ۱۲۹، اصابہ ج ا ص ۳۳ [5] ھدلی، هٰذه النسبة الی الهدال اخوة بنی قریظة ودعوتهم (ای نسبهم ج ۱۰ ص ۲۴۶ لسان) من بنی قریظة (سمعانی) بنو ہدل بنی قریظہ ہی کی ایک شاخ ہے [6] ابن ہشام ج ۲ ص ۱۲۹

اسلام بنو قریظہ کا معاملہ ان کی خواہش کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذؓ کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ جو فیصلہ کرین گے اسی کے مطابق عمل کیا جائیگا حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ قبیلہ کے جتنے بالغ مرد ہین وہ سب قتل کیے جائین، اور عورتین اور بچے اور لونڈی غلام بنائے جائین، جب اس فیصلہ کی خبر حضرت اسیدؓ کو ہوئی تو وہ اپنے چند احباب کے ساتھ بنو قریظہ کے پاس گئے، اور ان سے کہا کہ تم لوگون کو ابن الہیبان[1] کی بات یاد نہین ہے کہ تم نے کیا وعدہ کیا تھا؟ اے یہود! اللہ سے ڈرو! اور اس نبی برحق کا اتباع کرو، اگر یہود نے اتباع کرنے اور اسلام قبول کرنے سے گریز کیا، حضرت اسیدؓ اپنے چند ساتھیون کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، اور اپنے اہل وعیال اور مال و دولت کو اللہ کی حفاظت مین دیکر بچا لیا،[2]

وفات آپ کے سنہ وفات کی تصریح تو نہین ملتی، مگر بخاری کے بیان سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ عہد نبوی مین اس دار فانی کو چھوڑ چکے تھے،[3]

فضل وکمال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کو پورے طور سے یقین ہوگیا کہ نبی موعود

---

[1] ابن الہیبان ایک یہودی عالم تھا، جو شام سے مدینہ چلا آیا تھا، مدینہ کے یہود قحط اور دوسری مصیبتون کے وقت اس سے دعائین کراتے تھے، جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو اس نے یہود کو جمع کیا، اور کہا کہ تھین معلوم ہے کہ مین شام جیسی سرسبز و شاداب جگہ چھوڑ کر مدینہ جیسی غیر شاداب جگہ کیون چلا آیا؟ مین یہان اسلیے آیا تھا کہ مجھے ایک نبی کا انتظار تھا جو یہان ہجرت کرکے آئیگا، مین اگر زندہ رہتا تو اس کا اتباع کرتا، دیکھو! تم لوگ اس کی اطاعت سے گریز نہ کرنا، ورنہ یہ اعراض تمھارے قتل کا سبب بنے گا، چنانچہ بنو قریظہ نے اس سے وعدہ کیا کہ ہم لوگ ایسا ہی کرینگے، جنگ قریظہ کے روز حضرت اسیدؓ نے اسی وعدہ کیطرف اشارہ کیا تھا،

اصابہ ج ۱ ص ۲۳ و ابن ہشام ج ۱ ص ۱۴۷، [2] استیعاب ذکر اسید ج ۱ ص ۳۶ [3] ایضاً

آپ ہی ہیں تو ان کو آپ کے اتباع سے کوئی تعلق اور رشتہ نہ روک سکا، گو آپ کو اس راہ میں نشانۂ ملامت ومصیبت بننا پڑا، چنانچہ جب آپ اسلام لائے تو یہود نے مختلف طریقہ سے آپ کو ستانا شروع کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[۵]

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ (آل عمران)	سب اہل کتاب برابر نہیں ہیں، ان میں ایک جماعت ہر جو (دین) پر قائم ہے، اور رات کے اوقات میں وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے، اور وہ نمازی بھی ہیں،

زندگی کے اور حالات پردۂ خفا میں ہیں، ثعلبہ آپ کے ایک بھائی تھے جن کا ذکر آگے آئے گا۔

(۴) حضرت اسد بن عبید رضی اللہ عنہ

نام ونسب | اسد نام، باپ کا نام عبید تھا، آپ بھی قبیلہ ہدل کے ایک فرد تھے،[۲]

اسلام | بنو قریظہ کو آپ نے بھی بہت کچھ سمجھایا، مگر جب وہ اپنی ضد پر اڑے رہے تو حضرت اسید کی طرح[۳] انھوں نے بھی اپنے اہل خاندان سے رشتہ توڑ کر اسلام سے جوڑ لیا، اور پھر اس سے کبھی علٰحدہ نہیں ہوئے،[۴]

وفات | آپ کی وفات کے متعلق کوئی تصریح نہیں مل سکی،

عام حالات | زندگی کے عام حالات کے متعلق بھی کوئی اور تفصیل نہیں مل سکی، صاحب تجرید[۵] نے لکھا ہے کہ

لہ ذکر من وجہ عجیب	عجیب وغریب طور سے انکا ذکر ملتا ہے،

غالباً اس سے ابن الہیبان کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، واللہ اعلم بالصواب

---

[۱] استیعاب ج ۱ ص ۳۶ و اصابہ ج ۱ ص ۱۳ [۲] استیعاب ج ۱ ص ۳۶ [۳] اصابہ، استیعاب و ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۹
[۴] تجرید تذکرہ اسد [۵] جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے،

فضائل	آپ بھی ان صحابہ مین ہین جن کے بارے مین یہ آیت نازل ہوئی،[۱]	

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللهِ۔ (آل عمران)

سب اہل کتاب برابر نہین ہین، ان مین سے ایک جماعت (دین) پر قائم ہی جو رات کے اوقات مین وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے،

(۵) حضرت اسدؓ بن کعب القرظی

نام ونسب اسد نام، باپ کا نام کعب[۲] بن اسد تھا، یہود مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے آپکا نسبی تعلق تھا، حافظ ابن حجر کے علاوہ ارباب رجال مین سے کسی نے آپ کا ذکر مستقل[۳] طور سے نہین کیا ہی، البتہ ابن جریر نے تفسیر مین اس آیت کے ضمن مین آپ کا اور آپکے بھائی اسید کا نام لیا ہے،

من اهل الکتٰب امة قائمة يتلون أيات الله الخ

اہل کتاب مین سے ایک جماعت ہی جو اللہ کی آیات رات کے اوقات مین پڑھتی ہے،

اسلام زمانہ قبول اسلام کے متعلق کوئی تفصیل نہین ملتی، غالباً قریظہ کے روز یا اس کے بعد اسلام قبول کیا، آپ کا تذکرہ عموماً حضرت عبد اللہ بن سلامؓ وغیرہ کے ساتھ آتا ہے،

فضل وکمال آپ بھی ان آیات کے مورد اور مصداق ہین جو دوسرے اہل کتاب صحابہ کے

---

[۱] استیعاب ج ۱ ص ۳۶ [۲] غالباً یہ وہی کعب ہے جس نے غزوۂ خندق مین قریش وغیرہ سے مدد دینے کا وعدہ کیا تھا، اور قریظہ کے روز قتل کیا گیا، یہ وہ کعب نہین ہین جو محمد بن کعب القرظی مشہور تابعی کے والد ہین، جن کے بارے مین روایتون سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بنو قریظہ کے روز نابالغون مین شمار کر کے چھوڑ دیے گئے تھے، اور بعد مین مسلمان ہوگئے، (اصابہ ج ۱ ص ۳۳) [۳] استیعاب مین ثعلبہؓ بن سلام کے حالات کے ضمن مین آپ کا نام بھی آیا ہے، ج ۱ ص ۷۸،

بارے مین نازل ہوئی ہین، قبول اسلام کے بعد یہود نے آپ کو طعن وتشنیع کا ہدف بنالیا تھا، لیکن یہ سب کچھ آپ نے خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا، گمراپنا رشتہ اسلام سے جوڑنے کے بعد پھر کبھی نہین توڑا، گو اور تمام رشتے ٹوٹ گئے، یہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت ہے،

(۶) حضرت اسیدؓ بن کعب القرظی

نام ونسب اسید نام، باپ کا نام کعب بن اسد تھا، آپ بھی بنو قریظہ ہی کے ایک فرد تھے، اور حضرت اسدؓ کے جنکا تذکرہ اوپر ہوا ہے، بڑے یا چھوٹے بھائی تھے[1]

اسلام ان کے قبول اسلام کے متعلق بھی متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا کہ کب قبول کیا، غالباً دونون بھائی ساتھ ہی دائرۂ اسلام مین داخل ہوئے ہون گے، بھائی کی طرح زندگی کے دوسرے حالات پردۂ خفا مین ہین، آپ بھی ان تمام افضال وانعام الٰہی کے مورد ومستحق ہین، جنکے مستحق آپ کے بھائی حضرت اسدؓ ہین،

ابن جریر[2] نے اس آیت کے ضمن مین آپ کا نام بھی لیا ہے،

مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ يَتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ	اہل کتاب مین ایک جماعت ہے جو اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی ان مصائب کا شکار ہوئے ہون گے جن کے آپکے بھائی حضرت اسدؓ اور دوسرے اہل کتاب صحابہ ہوئے تھے،

---

[1] اصابہ ج ۱ ص ۵۰ [2] تفسیر طبری تفسیر آیت مذکورہ سورہ آل عمران

(۷) حضرت اشرف حبشی رضؓ

نام و نسب | اشرفؓ نام تھا، حبشہ یا شام کے رہنے والے اور عقیدۃً عیسائی تھے،

اسلام | اپنے دوسرے رفقا حضرت ابرہہؓ اور حضرت ادریسؓ وغیرہ کے ساتھ اسلام لائے،

خدمتِ نبوی مین آمد | حضرت جعفرؓ کے ساتھ اہل حبشہ کا جو وفد خدمتِ نبویؐ آیا تھا اسمین آپ بھی تھے،

وفات | وفات کے متعلق کوئی تفصیل نہین مل سکی،

فضل و کمال | آپ علماے نصاریٰ مین تھے، حافظ ابن حجر نے آپکے اوصاف کے سلسلے مین لکھا ہے کہ

من رہبان الحبشۃ[۳]   حبشہ کے راہبون مین سے تھے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا شمار علماے نصاریٰ مین تھا، لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی علوم سے کہان تک واقف ہوئے اسکی تفصیل نہین ملتی، اور نہ آپسے کوئی روایت ہے،

(ب)
(۸) حضرت بحیرا الحبشی رضؓ

نام و نسب | بحیراؓ نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے اور عقیدۃً نصرانی تھے،

---

[۱] حافظ ابن حجر نے صحابہ کی چار قسمین قرار دی ہین، ان کو قسم اول مین شمار کیا ہے، جس سے انکی اہمیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے [۲] اوپر ان کا تذکرہ آچکا ہے۔ [۳] اصابہ ج ۱ ص ۵۱ [۴] یہ وہ بحیرا الراہب نہین ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نبوت شام مین ملے تھے، ابن اثیر نے دونون کو ایک شمار کیا ہے، اس پر حافظ ابن حجر نے حضرت ابرہہؓ کے حالات مین بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ دوسرے بحیرا ہین، ابن اثیر کو غلط فہمی ہوئی ہے، اور اسی لیے بحیرا الراہب کو انھون نے قسم رابع مین داخل کیا ہے، اور انھین قسم اول مین، اصابہ ۳۶/۱

اسلام	غالباً آپ نے بھی اپنے احباب حضرت اشرفؓ و تمامؓ وغیرہ کیساتھ اسلام قبول کیا ہوگا،
زیارت نبوی کا شرف	حضرت جعفرؓ کے ساتھ آپ بھی حبشہ سے مدینہ آئے، اور زیارت نبویؐ سے مشرف ہوئے،
وفات	وفات کا سنہ یا تاریخ معلوم نہین ہوسکی،
روایت	ابن عدی نے ایک ضعیف واسطہ سے آپسے یہ ایک روایت نقل کی ہے

عن جعفر بن محمد بن علی بن ابیہ عن جدہ قال سمعت بحیرا الراہب یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ اذا اشرب الرجل کأساً مِن خمر[1] الخ

جعفر بن محمد اپنے دادا سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے بحیرا سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اگر کسی شخص کو شراب کا ایک پیالہ پلایا جائے،

اور روایت کرنے کے بعد خود ہی جرح[2] بھی کی ہے، جرح کے الفاظ یہ ہین،

ھذا حدیث منکر ولم اسمع بحیرا عند غیر ھذا

یہ منکر حدیث ہے، انکے علاوہ بحیرا کی کوئی اور حدیث نہین سنی،

---

[1] بقیہ الفاظ حدیث جستجو و تلاش کے بعد بھی نہین ملے، تجرید ج ۱ ص ۴۶

[2] حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہین کہ صاحب حدیث بحیرا راہب شامی ہین، یہ غلط ہے، اگر حدیث صحیح ہے تو یہ وہی بحیرا ہین جو حبشہ سے حضرت ابرہہؓ کے ساتھ آئے تھے اصابہ ج ص ۱۳۹

(۹) حضرت بشیرؓ بن معاویہ

نام ونسب | بشیر نام، ابوعلقمہ کنیت، باپ کا نام معاویہ تھا، اسقف نجران کے بھائی تھے۔

اسلام | اہل نجران کے پاس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک پہنچا، تو انھون نے ایک وفد آپ کی خدمت مین دریافت حال کے لیے بھیجا، یہ وفد مدینہ سے نجران واپس ہوا تو راستہ مین اسقف رئیس وفد نے آنحضرت صلعم کے اس نامۂ مبارک کو پڑھنا شروع کیا، اتفاق سے اسی اثنا مین بشیر کی اونٹنی کو ٹھوکر لگی، اس پر انھون نے آنحضرت صلعم کی شان مین کچھ نا ملائم الفاظ استعمال کیے۔ اسقف نے انھین ڈانٹا اور کہا وہ نبی صادق ہین۔ حضرت بشیرؓ کے دل مین یہ بات گھر کر گئی، انھون نے فرمایا کہ جب وہ نبی صادق ہین تو خدا کی قسم جب تک ان کی خدمت مین نہ پہنچ جاؤن گا، اونٹنی کا کجاوہ نہ کھولون گا، چنانچہ شوق و وارفتگی مین یہ اشعار پڑھتے ہوئے وہان سے پھر مدینہ واپس ہوئے،

الیک تغدو قلقا وضینھا　　　معترضا فی بطنھا جنینھا

مخالفا دین النصاریٰ دینھا

اور خدمت نبوی مین پہونچکر اسلام قبول کیا، اور ساری زندگی دربار رسول کی غلامی مین گذاردی،

شہادت | غزوہ کی تصریح تو نہین مل سکی، لیکن کسی غزوہ ہی مین شہادت پائی،[1]

---

[1] اصابہ جلد اول صفحہ ۱۶۰، قریب قریب ان ہی کے واقعہ سے ملتا جلتا کرز بن علقمہ کا واقعہ بھی ہے، لیکن صاحب اصابہ نے ان کو دو شمار کیا ہے۔ اور یہ دو اس لیے بھی ہین کہ کرز کا واقعہ مدینہ جاتے ہوئے پیش آیا تھا اور بشیر کا واقعہ وہان سے واپسی پر

(ت)

(۱۰) حضرت تمام رض

نام ونسب تمام نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے اور عقیدہ کے اعتبار سے نصرانی تھے،

اسلام اوپر جن لوگوں کا تذکرہ ہوا ہے غالباً اپنے ان ہی رفقا کیساتھ انھوں نے بھی اسلام قبول کیا ہوگا

شرف زیارت آپ بھی حضرت جعفرؓ کے ساتھ حبشہ سے آئے اور زیارت نبویؐ سے بہرہ مند ہوئے،

وفات وفات اور دوسرے حالات کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی، تجرید مین آپکے متعلق یہ بھی ہے کہ بحیرا اور ابرہہ کے ساتھ آئے،

وفد مع بحیرا وابرھہ فی حدیث ساقط نمبرہ[۱] — بحیرا اور ابرہہ کے ساتھ یہ بھی ساقط نمبرہ والے واقعہ مین تھے،

آپ بھی ان تمام فضائل اور انعام کے مورد ہین جسکے مورد دوسرے اہلِ کتاب صحابہ ہین،

(۱۱) حضرت تمیم الحبشی رض

نام ونسب تمیم نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے اور عقیدہ کے اعتبار سے عیسائی تھے.

اسلام آپ کے چند احباب کا تذکرہ ہو چکا ہے، غالباً آپ نے بھی حبشہ مین ان کے ساتھ اسلام قبول کیا ہوگا.

شرف زیارت حبشہ کے وفد کے ساتھ آپ بھی مدینہ آئے، اور شرف زیارت نبویؐ سے بہرہ ور ہوئے

روایت آپ سے کوئی روایت نہین ہے،[۲]

وفات وعام حالات کے متعلق کوئی تفصیل نہین ملتی،

---

۱ حدیث کا پورا متن بڑی کاوش کے بعد بھی نہین مل سکا، اصابہ ج ۱ ص ۱۸۳، تجرید ج ۱ ص ۶۱ ۲ اصابہ اور اسد الغابہ

(۱۴۱) حضرت تمیم داریؓ

نام ونسب تمیم نام، ابورقیہ کنیت، داری نسبت ہے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، تمیم بن اوس بن خارجہ ابن سود بن خزیمہ بن ذراع بن عدی بن الدار[1] بن ہانی بن حبیب بن نمارہ بن لخم بن عدی بن عمرو بن سبا، ابن ہشام نے عمرو وسبا، کے درمیان دو ایک نام اور بڑھائے ہیں، شام کے رہنے تھے، قبیلہ لخم[2] سے نسبی تعلق تھا، اور مذہبًا عیسائی تھے،

اسلام سنہ ۹ھ میں اپنے بھائی نعیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور مشرف باسلام ہوئے[3]

غزوات اسلام لانے کے بعد سے جتنے غزوات پیش آئے سب میں شریک ہوئے[4]، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفاف کے لیے شام میں قریۂ عینون کا ایک حصہ آپ کو دیدیا تھا، اور اسکی تحریری سند بھی لکھ دی تھی، مگر دیار محبوب کی محبت نے وطن کی محبت فراموش کردی، چنانچہ عہد نبویؐ کے بعد خلفائے ثلاثہ کے زمانہ تک آپ مدینہ ہی میں رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب ملی فتنہ وفساد شروع ہوا تو آپ بادل ناخواستہ مدینہ چھوڑ کر اپنے وطن شام چلے گئے[5]،

---

[1] حافظ ابن عبد نے داری کی نسبت کی یہ وجہ بتائی ہے کہ لخم کی ایک شاخ دار ہے، اور یہ نسبت اسی کی طرف ہے، مگر یہ توجیہ صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ انکے اجداد میں ایک شخص کا نام دار ہے جیسا کہ سلسلۂ نسب میں مذکور ہے، یہ نسبت اسی کی طرف ہے اس کی تائید سمعانی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے، فاما النسبۃ الی الجد فنسبھم الیہ فیقال الداری (سمعانی ص ۲۱۹ ذکر داری) [2] لخم وجذام یمن کے رہنے والے تھے جو شام میں آکر اقامت پذیر ہوگئے تھے (سمعانی ذکر لخم ص ۴۹۵) [3] اصابہ، استیعاب، ابن سعد [4] ابن سعد، اسد الغابہ [5] ابن سعد جز ۲ قسم ۲ ص ۱۱۳، اسد الغابہ کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مستقل طور پر شام ہی میں رہتے تھے مگر ابن سعد کا بیان زیادہ صحیح ہے کہ اسلام لانے کے بعد مدینہ ہی میں قیام پذیر ہوگئے تھے، حضرت عثمانؓ کے بعد مستقل طور سے شام واپس چلے گئے،

آپ جب شام سے مدینہ آئے، تو اپنے ساتھ کچھ قندیلین اور تھوڑا سا تیل بھی لیتے آئے مدینہ پہنچکر قندیلون مین تیل ڈال کر مسجد نبوی مین لٹکا دین، اور جب شام ہوئی تو انھون نے انھین جلا دیا، اس سے پہلے مسجد مین روشنی نہین ہوتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین تشریف لائے اور مسجد کو روشن پایا تو دریافت فرمایا کہ مسجد مین روشنی کس نے کی ہے، صحابہ کرامؓ نے حضرت تمیمؓ کا نام بتایا، آپ بیحد خوش ہوئے، انکو دعائین دین اور فرمایا کہ اگر میری کوئی لڑکی ہوتی تو مین تمیم سے اسکا نکاح کر دیتا، اتفاق سے اسوقت نوفل بن حارث موجود تھے، انھون نے اپنی بیوہ[1] صاحبزادی ام المغیرہ کو پیش کیا، آپنے اسی مجلس مین ام المغیرہ سے حضرت تمیمؓ کا نکاح کر دیا،[2]

وفات مدینہ سے واپسی کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی اور آخر عمر تک زاہدانہ اور درویشانہ زندگی بسر کی[3] سنہ ۴۰ھ مین داعی اجل کو لبیک کہا، اور بیت جبرونؓ[4] مین مدفون ہوئے،

اولاد آپکے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، صرف ایک صاحبزادی رقیہ تھین، جنکی نسبت سے آپکی کنیت ابو رقیہ ہے[5]

علم وفضل اسلام سے پہلے آپ کا شمار علمائے نصاری مین تھا، قبول اسلام کے بعد علمی ذوق قرآن مجید کی جانب منتقل ہو گیا اور اس سے پوری واقفیت پیدا کی، قتادہ کا قول ہے کہ

کان من علماء اهل الکتابین[6] آپ کا شمار انجیل و قرآن کے علماء مین تھا،

بعض لوگون[7] نے آپ کا شمار ان صحابہ مین کیا ہے، جنھون نے عہد نبوی مین قرآن جمع کیا تھا،

تراویح کی امامت فتح الباری مین ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے تراویح با جماعت قائم کی تو مردون کا

---

[1] پہلے ان کا نکاح براء یا ابو البراء سے ہوا تھا [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۱۰ [3] ارباب طبقات نے آپکا سنہ وفات نہین لکھا ہے البتہ تہذیب التہذیب مین ہے کہ آپ کی قبر پر کچھ ایسے نشانات پائے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۴۰ھ مین ہوئی تہذیب ص ۵۱۲ جلد ۱ [4] اصابہ مین جبرین ہے اور تہذیب مین جیرون، مین نے تہذیب ہی کے بیان کو اختیار کیا تہذیب ج ۱ ص ۵۱۳ سمعانی ج ۱ ص ۲۱۹ [5] تہذیب ایضاً [6] ابن سعد جزء ۲ قسم ۲ ص ۱۲۳،

امام ابی بن کعب کو اور عورتون کا امام تمیم داری کو مقرر کیا،[۵]

ایک روایت آپ کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک واقعہ جو مسلم مین موجود ہے، روایت کیا ہے[۲] اسکے علاوہ بہت سے کبار صحابہ اور تابعین نے بھی آپ سے روایتین کی ہین، مثلاً عبد اللہ بن عمر، ابن عباس، ابوہریرہ، انس بن مالک، زرارہ بن اوفی، وروح بن زنباع، عبد اللہ ابن موہب، عطاء بن یزید اللیثی، شہر بن حوشب، عبد الرحمن بن غنم، سلیم بن عامر، شرحبیل بن مسلم، قبیصہ بن ذویب، کثیر بن مرہ، ازہر بن عبد اللہ وغیرہ،

چونکہ آپ متاخر الاسلام تھے، اس لیے آپ کی روایتون کی تعداد کچھ زیادہ نہین ہے، مسند مین ۱۲ حدیثین آپ کی سند سے درج ہین،

اتباع سنت اور مواظبت عمل آپ کو اتباع سنت کا بڑا لحاظ تھا اور جس سنت پر ایک مرتبہ عمل شروع کر دیتے، اس پر ہمیشہ مواظبت کرتے، چنانچہ معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے تھے، حضرت عمر کا دستور تھا کہ جن لوگون کو نماز عصر کی ادائگی کے بعد نفل پڑھتے دیکھتے، انھین منع فرماتے اور بعض اوقات سزا بھی دیتے، ایک مرتبہ تمیم داری سے بھی اس کے متعلق فرمایا تو آپ نے حضرت عمر کو درشت لہجہ مین جواب دیا کہ

لا ادعهما صليتهما مع من هو	مین ان دو رکعتون کو ہرگز نہین چھوڑون گا مین نے تو یہ
خير منك رسول الله صلى الله عليه وسلم	دو رکعتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ پڑھی ہین جو تم سے بہتر تھے

یہ سنکر حضرت عمر نے پھر کوئی باز پرس نہین کی، اور فرمایا کہ اگر تمام لوگ تمھاری ہی طرح

[۱] فتح الباری ص ۲۱۹ ج ۱ بعض روایتون مین تمیم داری کے بجائے سلمان بن حشمہ کا نام ہے، ائمہ حدیث نے اسکی یہ توجیہ کی ہے کہ دونون آدمی مختلف اوقات مین اس خدمت پر متعین ہوے [۲] محدثین نے اسی روایت سے روایۃ الکبار عن الصغار ایک مستقل اصول روایت بنالیا ہے، اور یہی اسکی پہلی مثال ہے [۳] مسلم تعریف ذکر جاسہ [۴] تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۱۱ [۵] یہ تین نام استیعاب مین درج ہین [۶] یہ دونام مسند سے لیے گئے ہین ج ۴ ص ۱۰۳ [۷] اصابہ ج ۱ ص ۱۹۲

ہو جائین، تو مجھے کوئی پروا نہین،[۱]

حصول ثواب کے لیے کام | ایک مرتبہ روح بن زنباع آپ کی خدمت مین گئے تو دیکھا کہ گھوڑے کیلئے جو صاف کر رہے ہین، اور گھر کے تمام لوگ آپ کے گرد بیٹھے ہوئے ہین، روح نے عرض کیا، کیا یہ ان لوگون مین سے کوئی شخص ایسا نہین ہے جو اس کام کو کر سکے، آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

مامن امرء مسلم ینقی لفرسہ	جب کوئی مسلمان اپنے گھوڑے کیلیے دانہ
شعیراً ثم یعلفہ علیہ کتب لہ	صاف کرتا ہے اور پھر اسکو کھلاتا ہی تو ہر دانہ
بکل حبۃ حسنۃ[۲]	کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے،

اس لیے مین خود اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہون، تاکہ ثواب سے محروم نہ رہ جاؤن،

عبادت | آپ کا شمار ان صحابہ مین تھا جو زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت مین ضرب المثل تھے، مشکل ہی سے کبھی آپ کی نماز تہجد ناغہ ہوتی، تہجد مین بسا اوقات ایک آیت اتنی بار دہراتے کہ پوری رات ختم ہو جاتی، ایک مرتبہ آپ تہجد مین جب اس آیت

ام حسب الذین اجترحوا السیئات	جو لوگ برے کام کرتے ہین کیا وہ گمان کرتے ہین
ان نجعلھم کالذین اٰمنوا وعملوا	کہ ہم انکو انکے برابر رکھین گے جنھون نے ایمان وعمل نیک
الصّٰلحٰت سواء محیاھم ومماتھم (جاثیہ)	کو اختیار کیا کہ ان سب کا مرنا جینا برابر ہو جائے

پر پہنچے تو اسی کو رات بھر دہراتے رہے، یہانتک کہ صبح ہو گئی،[۳]

محمد بن سیرین بیان فرماتے ہین کہ کبھی کبھی ایک رکعت مین پورا قرآن ختم کر دیتے تھے،[۴]

۱؎ مسند جلد ۴ ص ۱۰۲ ۲؎ ایضاً ص ۱۰۲ ۳؎ اصابہ، اسد الغابہ، نسائی مین بھی یہ روایت ہی ۴؎ تہذیب التہذیب ذکر تمیم،

انھون نے ایک بہت قیمتی جوڑا خریدا تھا جس روز ان کو شب قدر کی توقع ہوتی تھی اسے اس روز پہنتے تھے،[۱]

ریا سے پرہیز بااین ہمہ اپنی عبادات کو لوگون پر ظاہر نہین ہونے دیتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ رات مین کتنی نمازین پڑھتے ہین، آپ اس سوال پر بہت ناراض ہوئے، اور فرمایا کہ ایک رکعت نماز جسے مین رات کی تنہائی مین پڑھون، وہ مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ مین رات بھر نماز پڑھون اور صبح کو سب سے بیان کرتا پھرون۔[۲]

مسجد مین روشنی کی ابتدا یہ آپ کا بہت بڑا شرف ہے کہ آپ نے مسجد مین روشنی کی سنت حسنہ جاری کی، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تمیم داری پہلے شخص ہین جنھون نے مسجد مین چراغ جلانے اور روشنی کرنے کی ابتدا کی،[۳]

ایک کرامت حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین ایک مرتبہ مقام حرہ مین آگ لگی، حضرت عمرؓ حضرت تمیم داریؓ کے پاس آئے اور ان سے واقعہ بیان کیا، حضرت تمیمؓ وہان گئے، اور بے خطر آگ مین گھس گئے اور اس کو بجھا کر صحیح و سالم واپس چلے آئے۔ حضرت عمرؓ آپ کو خیر اہل المدینہ (مدینہ کے سب سے اچھے اور نیک آدمی) فرمایا کرتے تھے،[۴]

حلیہ و لباس خوش پوش، خوش وضع اور خوبصورت آدمی تھے،[۵]

(۱۶)

(۱۳) حضرت ثعلبہ بن سعیۃ الھدلی[۶]

نام و نسب ثعلبہ نام، باپ کا نام سعیہ، قبیلہ ہدل جو بنو قریظہ کی ایک شاخ تھی اس سے

---

[۱] صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۳۱۰ [۲] ایضاً [۳] ابن ماجہ باب المساجد ص ۵۶ [۴] اصابہ ج ۳ ص ۴۹۷ [۵] اسد الغابہ ص ۲۱۵ ج ۱ [۶] اس کی تحقیق حضرت اسیدؓ کے حالات مین گذر چکی ہے،

نسبی تعلق تھا، حضرت اسیدؓ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے ان کے حقیقی بھائی تھے،

اسلام جب بنو قریظہ کے قتل کا فیصلہ ہوا تو حضرت ثعلبہؓ قبیلہ کے دو تین نوجوانون کے ساتھ اہل قبیلہ کے پاس گئے اور ان کو ابن الہیبانؓ کی وصیت اور اس کا وعدہ یاد دلا کر سمجھانے کی کوشش کی اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی، لیکن جب یہ کوشش بے سود رہی تو اپنے بھائی حضرت اسیدؓ اور قبیلہ کے ایک اور نوجوان اسد بن عبید کیساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر خود اسلام قبول کیا[۱]،

آپ کی زندگی کے اور دوسرے حالات نہین مل سکے۔

وفات سنہ وفات کی تصریح نہین مل سکی البتہ امام بخاری کے بیان سے اتنا پتہ چلتا ہے، کہ حیات نبویؐ ہی مین آپ اس دار فانی کو چھوڑ چکے تھے[۲]

فضل وکمال اہل کتاب صحابہ کے عام فضائل ومحامد کے ساتھ ... حضرت ثعلبہ ابنؓ سعیہ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ جب حضرت ریحانہؓ غزوۂ بنو قریظہ مین گرفتار ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئین تو آپ کی خواہش تھی کہ وہ اسلام قبول کرلین، مگر وہ کسی طرح اس پر راضی نہ ہوئین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسلام نہ لانیکا بیحد رنج تھا، ایک روز آپ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت ثعلبہ ابنؓ سعیہ آئے اور آہستہ سے آپ سے حضرت ریحانہؓ کے اسلام قبول کرلینے کی خوشخبری سنائی، آنحضرت صلعم نے مسرت آمیز لہجہ مین حاضرین سے فرمایا کہ ثعلبہ ریحانہ کے اسلام کی خوشخبری لیکر آئے ہین (ابن ہشام جلد ۲)

---

[۱] پورا واقعہ حضرت اسیدؓ کے حالات مین لکھا جاچکا ہے۔ [۲] اصابہ ذکر اسید ج ۱ ص ۳۲، بعض لوگون کا خیال ہے کہ حضرت محمد بن سلمہؓ بھی اسلام کے ساتھ اسلام لائے مگر صاحب اسد الغابہ نے اس کی تردید کی ہے، ابن ہشام وغیرہ کا بیان بھی اسکے خلاف ہے: اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۳۳ [۳] ابن ہشام ج ۲ ص ۱۶۹ [۴] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۳۱

حضرت ثعلبہؓ بن سلام

(۱۴)

نام و نسب | ثعلبہ نام، باپ کا نام سلام، حضرت عبد اللہؓ بن سلام کے بھائی تھے، پورا سلسلۂ نسب، عبد اللہؓ بن سلام کے تذکرہ میں آئے گا۔

اسلام | آپ کے اسلام لانے کا زمانہ متعین نہیں کیا جاسکتا، مگر اتنا معلوم ہے آپ عبد اللہؓ ابن سلام کے بعد اسلام لائے۔[۱]

وفات | آپ کی وفات کے بارے میں بھی کوئی تصریح نہیں ملتی اور نہ آپکی زندگی کے عام حالات اور کارنامے کے متعلق کوئی تذکرہ ملتا ہے،

حضرت ثعلبہؓ بن قیس

(۱۵)

نام و نسب | ثعلبہ نام، باپ کا نام قیس، یہود مدینہ سے تھے، مگر یہ تصریح نہیں مل سکی کہ کس قبیلہ سے تعلق تھا،

اسلام | صحیح طور سے نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے کب اسلام قبول کیا لیکن چونکہ ان آیتوں کی تفسیر کے ضمن میں جو اہل کتاب صحابہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ آپ کا نام عبد اللہؓ بن سلام وغیرہ کے ساتھ آتا ہے اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ متقدم الاسلام ہوں گے۔

وفات | سنہ وفات کے متعلق بھی کوئی تصریح نہیں مل سکی۔

فضائل | یوں تو ان تمام فضائل و انعام کے آپ بھی مستحق ہیں جنکے دوسرے اہل کتاب صحابہ مستحق ہیں، لیکن ذیل کی دو آیتوں کے ضمن میں خصوصیت سے آپکا نام بھی مفسرین لیتے ہیں جب کفار

---

[۱] اصابہ ج ۲

قریش آنحضرت صلعم اور قرآن کے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے تو اس کے لیے ایک ثبوت یہ بھی پیش کیا گیا

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ[1]	کیا ان کیلیے یہ بات دلیل نہین ہے کہ اسکو (قرآن) علماے بنی اسرائیل جانتے ہین۔

علماسے جو لوگ مراد ہین مفسرین ان مین حضرت ثعلبہؓ کا نام بھی لیتے ہین، ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت ثعلبہؓ وغیرہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور انھون نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ آپ پر قرآن پر حضرت موسیٰؑ اور توریت اور حضرت عزیرؑ پر تو ضرور ایمان لاتے ہیں مگر اس کے علاوہ تمام کتب و رسل کو ماننا ضروری نہین سمجھتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (نساء۔)	اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور اسکی کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری اور ان کتابون پر جن کو اللہ نے اس سے پہلے اتارا ہے،

زندگی کے دوسرے حالات و کمالات پردۂ خفا مین ہین،

[1] سورہ شعراء یقیناً مکی ہے، مگر اس کی پانچ آیتون کے نزول کے بارے مین مفسرین کے مختلف اقوال ہین جو لوگ اس آیت کو بھی مدنی کہتے ہین، ان کے نزدیک تو کوئی اشکال نہین ہے لیکن جو لوگ اس کو مکی کہتے ہیں ان کے سامنے یہ اشکال آتا ہے کہ مکہ مین علماے بنی اسرائیل کہان تھے، اس کا انھون نے یہ جواب دیا ہے کہ کفار مکہ نے مدینہ کے علماے یہود سے آنحضرت صلعم کے متعلق دریافت کیا تھا تو انھون نے جواب دیا کہ وہ زمانہ یہی ہے۔ انھی پر یہ آیت نازل ہوئی، بہرحال دونون صورتون مین آیت کے مخاطب یہی حضرات ہین۔

(۱۴) حضرت ثعلبہؓ بن ابی مالک

نام ونسب | ثعلبہ نام، ابویحییٰ کنیت، حضرت ابو مالکؓ صحابی کے جنکا تذکرہ آگے آئے گا، صاحبزادے تھے، اصلی وطن یمن تھا، آپ کے والد ترک وطن کرکے مدینہ آئے، اور یہین سکونت اختیار کرلی،

اسلام | اپنے والد کی طرح خود بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اور بہ اختلافِ[1] روایت شرف صحبت سے بھی سرفراز ہوئے،

اصابہ مین مصعب الزبیری کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ غزوۂ بنی قریظہ کے روز جو بچے نابالغ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیے گئے تھے، ان مین حضرت ثعلبہؓ بھی تھے، امام بخاری نے تاریخ الکبیر مین لکھا ہے کہ

[1] ان کے صحابی ہونے مین ارباب رجال کی روایتین مختلف ہین، اصابہ اور تاریخ کبیر کی روایتون سے پتہ چلتا ہے کہ وہ غزوۂ بنی قریظہ کے وقت اچھے خاصے بڑے تھے جس کے معنی یہ ہوتے ہین کہ جب انھون نے اسلام قبول کیا ہوگا تو وہ سن شعور کو پہنچ گئے تھے، اسد الغابہ مین ہے کہ ولد علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (آنحضرت صلعم کے زمانہ مین پیدا ہوئے) جس سے انکی صحابیت اور عدم صحابیت دونون کا احتمال ہے، ابن حاتم اور ابن حبان نے ان کو زمرۂ تابعین مین شمار کیا ہے، یحیی ابن معین فرماتے ہین لہ رویۃ (انھین دیدار نبوی حاصل ہوا) حافظ ابن حجر نے اصابہ مین تو احتمال کا اظہار کیا ہے لیکن تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت ثعلبہؓ نے آنحضرت صلعم کی زیارت کی ہے، اور ان سے بغیر کسی واسطہ کے روایت بھی کی ہے،

ان تمام بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر ارباب رجال کا رجحان انکی صحابیت کیطرف ہے، گو تابعین مین داخل کرنے والے حضرات کے اقوال بھی بالکل نظر انداز نہین کیے جاسکتے لیکن مینے حافظ ابن حجر کی اتباع مین انھین صحابہ ہی کی فہرست مین رکھا ہے۔

کان کبیراً[۱] ایام بنی قریظة (ج ۱ ص ۱۷۴) غزوۂ بنو قریظہ کے زمانے مین وہ بڑے تھے،

بخاری کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بالکل بچے نہین تھے بلکہ سن شعور کو پہنچ چکے تھے لیکن بہرحال ان کے زمانۂ قبول اسلام کے متعلق کوئی صحیح تعیین کی جاسکتی،

وفات سنہ وفات کا علم نہین ہوسکا،

اولاد ان کی دو اولاد ابو مالک اور منظور کا ذکر حافظ ابن حجر نے تہذیب مین کیا ہے، لیکن دوسرے ارباب رجال نے صرف ابو مالک کا نام لیا ہے،

علم وفضل حضرت ثعلبہؓ کا گھرانہ علم وفضل مین ممتاز تھا، آپ کے والد حضرت ابو مالکؓ عہد عتیق کے عالم تھے، آپ کے دونون صاحبزادے اور ایک بھتیجے محمد بن عقبہ صاحب علم وفضل اور صاحب روایت تھے، خود حضرت ثعلبہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بڑے بڑے صحابہ سے روایتین کی ہین، مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت حارثہؓ بن نعمان، حضرت جابرؓ[۲] اور ابن عمر[۳] وغیرہ۔ ان سے حسب ذیل حضرات نے روایتین کی ہین، ان کے دونون صاحبزادے، امام زہری، مسور بن رفاعہ، محمد بن عقبہ، صفوان[۴] بن سلیم، ابن الہاد[۵]۔

امامت قبیلہ بنو قریظہ کے جو لوگ مسلمان ہوگئے تھے، ان کی نماز کی امامت کم عمری کے باوجود حضرت ثعلبہؓ ہی کے سپرد تھی، تہذیب مین ہے،

---

۱ التاریخ الکبیر مین امام کا لفظ ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے امام بخاری کا یہی قول تہذیب مین نقل کیا ہے، جس مین ایام بنی قریظہ ہے، اگر ایام کا لفظ صحیح ہے تو معنی یہ ہوئے کہ وہ غزوۂ بنی قریظہ کے وقت اچھی خاصی عمر کے تھے، اور اگر امام کا لفظ مانا جائے تو اس مشہور روایت سے تطابق ہوجائے گا، جس مین ہے کہ وہ بنو قریظہ کے امام تھے ۲ تہذیب ذکر ثعلبہ ۳ تاریخ الکبیر ذکر ثعلبہ ۴ تہذیب ذکر ثعلبہ ۵ تاریخ الکبیر ایضاً،

وَكَانَ ثَعْلَبَةُ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ غُلَامًا — حضرت ثعلبہؓ بچپن کے باوجود بنی قریظہ کی امامت کرتے تھے،

اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ غزوۂ بنی قریظہ کے وقت کم سن تھے،

(۱۷)

حضرت جارودؓ بن عمرو

(ج)

نام نسب | بشر نام، ابو منذر کنیت، جارود لقب، نسب نامہ یہ ہے، جارود بن عمرو ابن معلی عبدی قبیلہ عبد قیس کے سردار تھے، جارود کا لقب ایک خاص واقعہ کی یادگار ہے، زمانہ جاہلیت مین انھون نے قبیلہ بکر بن وائل کو لوٹ کر بالکل صاف کر دیا تھا، "جرد" کے معنی بے برگ و بار کے ہین، اسیلیے جارود ان کا لقب پڑ گیا، اسی واقعہ کو بطور مثال ایک شاعر کہتا ہے،

فدسناهم بالخيل من كل جانب — كما جرد الجارود بكر بن وائل

ہم نے ہر طرف سے دشمن کو اپنے لشکر کے ذریعہ روند ڈالا جس طرح کہ جارود نے بکر بن وائل کو صاف کیا تھا،

اسلام | جارود مذہباً عیسائی تھے، قبیلہ عبد قیس کے وفد کے ساتھ سنہ ۱۰ھ مین مدینہ آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ انھون نے کہا محمد مین ایک مذہب پر تھا، اب تمھارے مذہب کے لیے اپنے مذہب کو چھوڑنے والا ہون، میرے تبدیل مذہب کے بعد تم میرے ضامن ہوگے؟ فرمایا ہان، مین تمھارا ضامن ہون، خدا نے تم کو تمھارے مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی ہے، اس مختصر سوال وجواب کے بعد جارود اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، انکے ساتھ انکے اور ساتھی بھی مشرف باسلام ہوئے، آنحضرت صلعم کو ان کے اسلام لانے پر بڑی مسرت ہوئی، آپ نے انکی بڑی عزت وتوقیر کی، قبول اسلام کے بعد وطن لوٹنے کا قصد کیا اور آنحضرت صلعم

لہ اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۱، اصابہ اول تذکرہ جارودؓ ۲؎ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۶، بعض

(باقی ص ۲۶ پر)

سے سواری مانگی لیکن سواری کا انتظام نہ ہوسکا، تو جارود نے اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ! راستے میں ہم کو دوسروں کی بہت سی سواریاں ملیں گی، ان کے استعمال میں لانے کی اجازت ہے؟ فرمایا نہیں انہیں آگ سمجھو، غرض جارود خلعت اسلام سے سرفراز ہونے کے بعد وطن واپس گئے۔[۱]

فتنۂ ارتداد فتنۂ ارتداد میں ان کے قبیلہ کے بہت سے آدمی مرتد ہو گئے لیکن ان کے استقامت ایمانی میں کوئی تزلزل نہ آیا، چونکہ سردار قبیلہ تھے اس لیے اپنے اسلام کا اعلان کرکے دوسروں کو ارتداد سے روکتے تھے۔[۲]

شہادت حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بصرہ میں اقامت اختیار کر لی اور ایران کی فوجکشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، باختلاف روایت فارس یا نہاوند کے معرکہ میں شہید ہوئے۔[۳]

اولاد آپ کے ایک صاحبزادہ منذر تھے، جن کی نسبت سے آپ کی کنیت ابو منذر رہی۔

فضل وکمال ابو مسلم الجذمی، ابو القموس، زید بن علی، اور محمد بن سیرین نے ان سے روایت[۴] کی ہے، جارود شاعر تھے، اشعار ذیل بارگاہ نبوی میں بطور نذر عقیدت پیش کیے تھے۔[۵]

(بقیہ حاشیہ ص۲۳) روایتوں میں ہے کہ جب وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جارود تم نے اور تمہاری قوم نے آنے میں بہت دیر کی، جارود نے معذرت پیش کی اور کہا کہ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں، میں نے آپ کے صفات انجیل میں دیکھے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوشخبری دی ہے، پھر آپ نے آنحضرتؐ سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ تو پھیلائیں، پھر آپ نے کلمہ پڑھا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے، تاریخ ابن عساکر ص ۳۵۶ ۳؎ اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۶۱ ۱؎ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۶ ۲؎ ایضاً ۳؎ اصابہ جلد اول ص ۲۱۷ ۴؎ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۵۴ ۵؎ اصابہ ج اول ص ۲۲۶

شھدت بان اللہ حق وسامحت   بنات فوادی با لشھادۃ والنھضی

مین نے گواہی دی کہ اللہ حق ہی اور میرے جذبات نے بھی اس شہادت اور عمل مین میرا ساتھ دیا،

فابلغ رسول اللہ انی رسالۃ   بانی حنیف حیث کنت من الارض

میری طرف سی رسول اللہ صلعم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ مین زمین کے جس حصہ پر بھی رہون گا موحد رہونگا،

واجعل لنفسی دون کل ملمۃ   لکم جنۃ من عرضکم عرضی

ہر مصیبت کے وقت مین اپنی جان پیش کر دون گا، اے مسلمانو! تمھاری عزت کیلیے میری عزت ڈھال ہے

فان لم تکن داری بیثرب فیکم   فانی لکم عند الاقامۃ والخفض

اگرچہ میرا مستقل قیام یثرب مین نہین ہے، مگر اس عارضی اقامت مین بھی مین تمھارا ہی ہون،

اخلاق | جارود کے صحیفۂ کمال مین آزادی، جرأت اور اظہار حق مین بے باکی کا عنوان نہایت جلی تھا، جس بات کو حق سمجھ لیتے تھے پھر اس کے اظہار مین وہ کسی کی پروا نہین کرتے،

ایک مرتبہ بحرین کے گورنر قدامہ بن مظعون کو بعض رومیون نے شراب پیتے ہوئے دیکھا، جارود کو اس کا علم ہوا تو حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہا کہ امیر المومنین قدامہ نے شراب پی ہے ان پر شرعی حد جاری کیجئے، آپ نے شہادت طلب کی، جارود نے ابوہریرہ کو پیش کیا، حضرت ابوہریرہؓ نے شہادت دی کہ مین نے نشہ کی حالت مین قے کرتے ہوئے دیکھا ہے، حضرت عمرؓ نے قدامہ کو طلب کیا، وہ آئے، ان کے آنے کے بعد جارود نے پھر کہا، امیر المومنین کتاب اللہ کی رو سے حد جاری کیجئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم کو اتنا اصرار کیون ہی، تم گواہ ہو مدعی نہین ہو، تمھارا کام شہادت دینا تھا جسے تم پورا کر چکے، اس وقت جارود خاموش ہو گئے، لیکن دوسرے دن پھر اصرار کیا، شہادت ناکافی تھی، اس لیے حضرت عمرؓ کو جارود کا بیجا اصرار ناگوار ہوا، اور فرمایا تم تو مدعی بنے جاتے ہو، شہادت صرف ایک ہے، اس اعتراض پر جارود

نے کہا، عمرؓ! مین تم کو خدا کی قسم دلاتا ہون کہ حد مین تاخیر نہ کرو، آخر مین جارود کی بیجا ضد پر حضرت عمرؓ کو تنبیہ کرنا پڑی کہ جارود خاموش رہو، ورنہ مین بری طرح پیش آؤن گا، اس تنبیہ پر جارود نے غضب آلود ہو کر کہا، عمرؓ! حق اس کا نام نہین ہے کہ تمھارا ابن عم شراب پیئے اور تم الٹے مجھے برے سلوک کی دھمکی دو، آخر مین جب قدامہ کی بیوی نے شہادت دی تو حضرت عمرؓ نے حد جاری کرائی،[1]

روایت آپ چونکہ متاخر الاسلام تھے، اس لیے آپ کی روایتون کی تعداد بہت ہی کم ہے، مسند مین یہ ایک روایت ہے،

ضالۃ المومن حرق النار[2] — مومن کی گم شدہ چیز کو جس نے اپنی ملکیت بنایا اس نے اپنے کو آگ مین جلایا،

. . . .

آپ سے صحابہ مین حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور تابعین مین ابو مسلم الجذامی، مطرف ابن عبد اللہ بن شخیر و زید بن علی و ابو الفوص بن سیرین وغیرہ نے روایت کی،

(۱۸) حضرت جبرؓ

نام ونسب جبر نام، عبد اللہ بن الحضرمی کے غلام اور مذہباً یہودی تھے،

اسلام خدمت نبوی مین اکثر ان کی آمد ورفت رہا کرتی تھی، ایک روز رسول اللہ صلعم نے ان کے سامنے سورۂ یوسف تلاوت فرمائی، ان پر کلام الٰہی کا ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے،[3]

---

[1] اس واقعہ کو تمام ارباب سیر نے قدامہ کے حالات مین لکھا ہے [2] مسند ج ۵ ص ۸۰ یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے [3] اصابہ ج ۱ ص ۲۲۱

تعذیب اور کتمان اسلام	لیکن چونکہ وہ ابنِ حضرمی کے خاندان کے غلام تھے، اور اس خانوادہ

نے ابھی تک اسلام قبول نہین کیا تھا، اس لیے ان کو ڈر تھا کہ اگر وہ اسلام کا اظہار کرتے ہین تو ان کی جان کی خیر نہین، اس بنا پر انھون نے اسلام کا اظہار نہین کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان آمد و رفت یا کسی اور ذریعہ سے جب انھین ان کے اسلام قبول کر لینے کی اطلاع ہوئی تو انھون نے ان پر سختی شروع کی اور ان کو دائرۂ اسلام سے خارج ہونے پر مجبور کیا، لیکن اسلام کی تاثیر ایسی نہین تھی کہ وہ ایک بار دل مین گھر کر جانے کے بعد زائل ہو سکے، چنانچہ ظاہری طور پر تو انھون نے اسلام سے برأت کا اظہار کر دیا لیکن قلب کے سوز و گداز کا حال ویسا ہی تھا، چنانچہ قرآن نے ان کے متعلق فرمایا،

وقلبہ مطمئن بالایمان (اسکو کفر کے اظہار پر مجبور کیا گیا) لیکن اسکا قلب ایمان پر مطمئن ہے،

فتح مکہ اور آزادی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مین تھے اسی وقت انھون نے

اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن فتح مکہ تک اپنے اسلام کو چھپاتے رہے، جب مکہ فتح ہو گیا تو آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے، اور اپنی تکالیف اور گذشتہ مشقتون کا اظہار کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا، آزادی کے بعد انھون نے پوری زندگی بڑی فارغ البالی سے گذاری،

نکاح	بنی عامر کی کسی معزز عورت سے ان کی شادی ہوئی تھی،[۱]
ذریعہ معاش	تلوار اور برتن وغیرہ کی صفائی، اور قلعی کا کام ان کا ذریعہ معاش تھا،[۲]
فضائل	بہت سی آیتون کے سببِ نزول کے ضمن مین ان کا نام بھی آتا ہے، طبری

[۱] اصابہ جلد ا ص ۴۲۲ [۲] ایضاً

نے اس آیت کے ضمن مین

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِىْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہین کہ ان کو تو آدمی سکھاتا ہے، جس شخص کی طرف اسکی نسبت کرتے ہین اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے،

خصوصیت کے ساتھ ان کا نام لیا ہے،

(۱۹) حضرت جبل رض

نام ونسب جبل نام، قبیلہ ذبیان سے نسبی تعلق تھا مگر یہود بنی قریظہ کے ساتھ مدینہ میں رہتے تھے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، جبل بن جوال بن صفوان بن بلال بن اصرم بن لویاس بن عبد غنم بن حجاش بن مجالہ بن مازن بن ثعلبہ بن سعد بن ذبیان النشاء الذبیانی ثم الثعلبی [۱]،

اسلام آپ کے قبول اسلام کا زمانہ صحیح طور پر معلوم نہین، ارباب رجال صرف اتنا کہتے ہین

کان یھودیا مع بنی قریظۃ فاسلم [۲]

یہودی تھے بنی قریظہ کے ساتھ رہتے تھے پھر اسلام لائے

مگر قرائن سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ غزوۂ بنو قریظہ کے بعد اور غزوۂ خیبر سے پہلے اسلام لا چکے تھے، اس لیے کہ بنو قریظہ کا جب استیصال کیا گیا تو جبل نے حیی بن اخطب کا مرثیہ کہا اور بنو قریظہ کی حمایت مین یہ اشعار کہے [۳]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۶۷ [۲] اصابہ ج ۱ ص ۲۲۷ [۳] ایضاً

الایا سعد، سعد بنی معاذ | لما فعلت قریظة والنظیر
ترکتم قدرکم لاشیٔ فیها | وقدر القوم حامیة تفور
ولکن لاخلود مع المنایا | تخطف ثم نفنیها الغیور

جس کا جواب حضرت حسان بن ثابتؓ نے اسی بحر وقافیہ مین دیا،

تعاهد معشر نصروا علینا | فلیس لهم ببلدتهم نصیر
هم اوتوا الکتاب فضیعوه | فهم عن التوراة الا بور
کذبتم بالقران وابیتم | بتصدیق الذی قال النذیر

ظاہر بات ہے کہ اگر وہ اسلام لاچکے ہوتے تو بنو قریظہ کی حمایت مین یہ اشعار نہ کہتے، اور نہ حضرت حسان بن ثابتؓ کو جواب دینے کی ضرورت پیش آتی،

انھون نے ایک شعر مین خیبر مین اپنی بہادری اور شرکت کا ذکر کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خیبر کے وقت اسلام قبول کر چکے تھے، وہ شعر یہ ہے،

رمیت نطاة من النبی بفیلق | شهباء ذات مناقب وفقار

مین نے نطاۃ پر (چراگاہ یا کوئی خاص جگہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بہادر مسلح اور بڑے محاسن والے لشکر کے ذریعہ حملہ کیا،

وفات وفات کے متعلق ارباب رجال نے کوئی تصریح نہیں کی ہے،

(ح)

(۲۹) حضرت حیر نجرہؓ

نام ونسب حیر نجرہ نام[1]، نسباً اور عقیدۃً یہودی تھے، لیکن یہ نہیں پتہ چلتا کہ یہود کے کس قبیلہ

[1] بعض لوگون نے خیر نجرہ لکھا ہے مگر حیر نجرہ صحیح ہے،

سے آپ کا تعلق تھا، اور کہاں کے باشندے تھے، آگے جو واقعات آتے ہیں ان سے قیاس ہوتا ہے کہ یہود مدینہ ہی کے کسی قبیلہ سے رہے ہوں گے،

اسلام | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیر نجرہ سے کچھ رقم بطور قرض لی تھی، انھوں نے آپ سے اس کا تقاضا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت ادائیگی کے لیے رقم موجود نہین تھی، اس لیے آپ نے مہلت چاہی، مگر حیر نجرہ نہ مانے، اور کہا کہ آپ جب تک مجھے میرا قرض نہ ادا کر دیں گے، مین آپ کو نہین چھوڑون گا، چنانچہ وہ آنحضرت صلعم سے بالکل جمٹ کر بیٹھ گئے، "صحابہ کو ان کا یہ طرز عمل برا معلوم ہوا، انھون نے حیر نجرہ کو کچھ لعنت ملامت کرنی شروع کی، مگر آنحضرت صلعم نے انھین منع کیا اور فرمایا کہ "میرے رب نے مجھے اس سے روکا ہے کہ مین اپنے کسی معاہد پر کسی قسم کا ظلم کرون،" پھر دن ڈھلتے ڈھلتے حیر نجرہ نے آپ کے اس حلیمانہ طرز عمل سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا، [1]

وفات اور زندگی کے دوسرے حالات کے متعلق کوئی تصریح نہین ملتی،

فضائل آپ کے صحیفۂ فضائل مین یہ واقعہ بہت ہی درخشان طور سے درج ہے کہ جب آپنے اسلام قبول کیا تو اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ برضا و رغبت راہ خدا مین خرچ کر ڈالا، [2]

(ح)

(۲۱) حضرت درید الراہب رضی

نام ونسب | درید نام، حبشہ کے رہنے والے اور مذہباً عیسائی تھے حضرت نجاشی رضی نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین جو وفد بھیجا تھا، اس مین حضرت درید رضی بھی تھے،

فضل وکمال | راہب انکے نام کا جز ہو گیا تھا جس سے ان کے فضل وکمال پر روشنی پڑتی ہے،

[1] اصابہ ج ا ص ۳۶۶

اس آیت کے جو لوگ مصداق ہین ان مین حضرت دریدؓ کا نام بھی لیا گیا ہے،

وَاِذَا سَمِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَی	رسول اللہ کی طرف جو کچھ نازل ہوا
الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ	جب انھون نے اسے سنا تو تم دیکھو گے کہ انکی
مِنَ الدَّمْعِ	آنکھین پرنم ہوگئین،

(ذ)

(۲۲) حضرت ذو دجنؓ

نام و نسب — علقمہ نام، ذو دجن کے نام سے مشہور ہین، جلشہ سے بہتر آدمیون کا جو وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین مدینہ آیا تھا، اس مین آپ بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون سے ان کا نسب دریافت کیا، تو ان مین ایک نے کچھ اشعار پڑھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد سے ہین،[1]

اسلام — قبول اسلام کے متعلق کوئی تصریح نہین ملی، مگر اتنا معلوم ہے کہ اس وفد کے تمام افراد شرف صحبت سے سرفراز ہوئے تھے، اسد الغابہ مین ہے،

وصحبوا کلهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2]	سب کے سب صحابی ہین،

اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ لوگ حبشہ مین اسلام لا چکے تھے، اگر مدینہ مین اسلام لاتے تو جس طرح نسب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال اور انکے جواب کا ذکر ہے، اسلام لانے کا بھی ذکر ضرور ہوتا، واللہ اعلم

زندگی کے دوسرے حالات اور وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تفصیل نہین معلوم ہوسکی،

---

[1] اصابہ جلد ا صفحہ ۴۷۴ [2] ایضاً ۵۸۴

[3] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۴۱

(۲۳) حضرت ذو مخمرؓ

نام و نسب ذو مخمر یا ذو مخبر نام، شاہ حبشہ نجاشی کے بھتیجے تھے، نجاشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین خود تو نہ آسکے مگر ان کو آپ کی خدمت کے لیے بھیجا،

خدمت نبوی مین آمد حبشہ کے بہتر آدمیون کے ساتھ آپ بھی خدمت نبوی مین حاضر ہوئے،

اسلام اس کی تصریح تو نہیں ملتی کہ وہ مدینہ پہنچکر اسلام لائے یا حبشہ ہی مین اسلام قبول کر چکے تھے، مگر حضرت نجاشی حضرت ذو مخمرؓ کے آنے سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے، اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ چچا کے ساتھ حضرت ذو مخمرؓ نے بھی اسلام قبول کیا ہوگا، اور مدینہ بحالت اسلام آئے ہون گے،

غزوات غزوات مین شرکت کی کوئی تصریح تو نہین ملتی، البتہ مسند کی ایک روایت سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین بھی شریک رہتے تھے، وہ بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر مین تھے، آپ کی عادت شریف یہ تھی کہ تیز چلکر لوگون سے آگے نکل جایا کرتے تھے (اور ایسا سامان سفر کی قلت کی وجہ سے کیا کرتے تھے کہ راستہ مین زیادہ دیر لگے گی تو زاد راہ سفر زیادہ چاہیے) چنانچہ اس سفر مین بھی وہ آگے نکل گئے، تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ بہت سے لوگ پیچھے چھوٹ گئے ہین، آپ ٹھہر گئے جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا، اگر تم لوگ چاہو تو تھوڑا سا آرام کر لو، پھر فرمایا کہ رات کے وقت نگرانی کون کریگا؟ حضرت ذو مخمرؓ فرماتے ہین کہ مین نے اس خدمت کے لیے اپنے کو پیش کیا، آپ نے اپنی اونٹنی کی نکیل میرے ہاتھ مین دیدی اور فرمایا کہ غلطی سے بے خبر نہ ہو جانا، مین نے آپ کی اور اپنی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر وہان سے کچھ دور لے گیا اور

---

۱ تجرید اور البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۴۳، امام اوزاعی ہمیشہ آپ کا نام ذو مخمر (م) کیساتھ لیا کرتے تھے، ابن سعد نے بھی اسکو اختیار کیا ہے، البتہ امام ترمذی ذو مخبر (ب) کیساتھ انکا ذکر کرتے ہین، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۴۲

دونون کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا، مین برابر دونون کو دیکھتا رہا، اسی اثنا مین مجھے نیند آگئی، اور ایسی گہری نیند آئی کہ جب اٹھا تو سورج کی کرنین میرے اوپر پڑ رہی تھین مین نے دیکھا کہ دونون اونٹیان چر رہی ہین، مین دونون کی نکیل پکڑے ہوے جہان سب لوگ سو رہے تھے، ... آیا، اور کنارے سے ایک شخص کو جگایا، اور پوچھا کہ تم لوگون نے نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا نہین، پھر اس نے سب لوگون کو جگایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اٹھے، اور آپ نے اور تمام صحابہ نے وضو کیا اور باجماعت نماز فجر کی قضا کی،[۱] اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سفر کسی غزوہ ہی کے لیے رہا ہوگا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک تو آپ مدینہ ہی مین رہے، بعد مین شام منتقل ہو گئے، اور غالباً وہین سکونت بھی اختیار کر لی، اس لیے کہ اہلِ طبقات آپ کو شامیین مین شمار کرتے ہین،[۲]

وفات | وفات کے متعلق اہل طبقات نے تو کوئی تصریح نہین کی ہے، البتہ تہذیب التہذیب مین یہ ہے کہ

نزل الشام ومات بہ — شام گئے اور وہین وفات پائی

علم وفضل | آپ سے مسند مین متعدد روایتین ہین، ابوداؤد اور ابن ماجہ مین بھی آپ کی روایتین موجود ہین، حسب ذیل حضرات نے آپ سے روایتیں کی ہین، ابو حی المؤذن جبیر ابن نفیر، عباس بن عبد الرحمان، عمرو بن عبد اللہ الحضرمی وغیرہ،

خدمت نبوی | ذو مخمر کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ آپ کا شمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] البدایہ ج ۵ ص ۳۳۴،

[۲] استیعاب ج ۱ ص ۱۷۴،

کے خدام مین ہے، اس شرف مین آپ اس قدر مشہور ہوئے کہ بعض لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی کی فہرست مین آپ کو بھی شمار کیا ہے،

(۴۴) حضرت ذومناحب[۲] رض

نام ونسب آپ کے نام مین تھوڑا سا اختلاف ہے، بعض لوگون نے مناخب (خ) اور بعض لوگون نے ذومنارح (ح) اور بعض نے ذومناحب لکھا ہے،

زیارت نبوی آپ بھی حبشہ کے وفد کے ساتھ خدمت نبوی مین حاضر ہوکر زیارت سے مشرف ہوئے اور دوسرے حالات حضرت ذودجن کے تذکرہ مین گزر چکے ہین،

(۴۵) حضرت ذومہدم رض

نام ونسب ذومہدم نام، آپ بھی حبشہ کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے تھے،

خدمت نبوی مین آمد جب حبشہ کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا، اور آنحضرت صلعم نے ان کا نسب دریافت کیا تو حضرت ذومہدم رض نے ان اشعار مین جواب دیا،

علی عہد ذی القرنین کانت سیوفنا ... صوارم یغلقن الحدید المذاکرا

وھود ابونا سید الناس کلھم[۳] ... وفی زمن الاحقاف غدا مفخرا

فمن کان یعمی عن ابیہ فاننا ... وجدنا ابانا العدا علی المذاکرا

اور دوسرے حالات پردۂ خفا مین ہین،

---

[۱] موالی جنکو اردو مین غلام کہا جاتا ہے اس سے وہ لوگ مراد ہوتے ہین، جو جنگ مین گرفتار ہوکر آتے تھے، اور خادم ہر وہ شخص ہے جو کسی کی خدمت کرتا ہو، موالی خاص ہے اور خادم عام [۲] بعض لوگون نے ذومناحب اور ذومنارح کو دو سمجھا ہے، مگر اسد الغابہ نے تصریح کی ہے کہ ذومنارح اور ذومناحب ھما واحد (دونون ایک ہین) ص ۱۴۵، [۳] اسد الغابہ مین ان اشعار کے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ وھود ابونا قابل غور ہے، اسلیے کہ اہل حبشہ ہود علیہ السلام کی اولاد سے نہین ہین، پھر خود ہی جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عرب کے باشندے ہون اور حبشہ مین سکونت اختیار کر لی ہو، واللہ اعلم، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴۵۔

(۲۶) حضرت رافع القرظی رضؓ

نام ونسب رافعؔ نام، بنو قریظہ کی ایک شاخ زنباع تھی، آپ کا نسبی تعلق اسی قبیلہ زنباع سے تھا

اسلام اس کی تصریح نہین مل سکی کہ آپ کب اسلام لائے،

خدمت نبویؐ مین درخواست آپ کو اپنے متعلق غالباً کچھ خطرہ تھا، اس لیے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور امان کی ایک تحریر لکھ دینے کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین یہ تحریر لکھ دی

انہ لا یجنی علیہ احد الا یدہ ...... (اپنے کیے پر ماخوذ ہون گے) اس کے علاوہ کوئی دارو گیر نہین کر سکتا،

وفات اور دوسرے حالات کی کوئی تصریح نہیں ملتی،

(۲۷) حضرت رفاعۃ بنؓ السموال رضؓ

نام ونسب رفاعۃ نام باپ کا نام سموالؔ یہود مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے آپ کا نسبی

لہ تجرید مین رافع ابن القرظی درج ہے، مگر اور کتب طبقات مین رافع القرظی ہے، اس لیے ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے، اصابہ ج ۱ ص ۵۰۱ ؂ سموال فیاضی اور سخاوت کے علاوہ شاعری مین بھی ممتاز تھا، اسکے یہودی یا نصرانی ہونے مین تھوڑا سا اختلاف ہے، الاب شیخو جنھون نے سموال کا دیوان شائع کیا ہے، اس کے مقدمہ مین لکھا ہے کہ وہ نصرانی تھا، اور اس کے ثبوت مین دو باتین خاص طور سے پیش کی ہین، ایک یہ کہ سموال غسان کی طرف منسوب ہے، اور ظاہر ہے کہ غسان نصرانی تھے، دوسری یہ کہ سموال کے بعض اشعار مین مسیح اور حواری وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہین جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نصرانی تھا، لیکن جن اشعار سے

(باقی حاشیہ ص ۳۶ پر)

تعلق تھا، سموال کی ایک لڑکی سبرۃ حی بن اخطب حضرت صفیہؓ کے باپ سے منسوب تھی، اور اسی رشتہ سے حضرت رفاعہؓ حضرت صفیہؓ کے ماموں ہوتے تھے، ؎۲

اسلام آپ کے اسلام لانے کے متعلق کوئی تفصیل کتابوں میں مذکور نہیں ہے، غزوۂ بنی قریظہ کے روز ایک عورت کے کہنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو قتل سے بری کر دیا تھا (البدایہ ج۴ ص۱۲۶)

آپ کا نکاح اور طلاق عائشہ یا تمیمہ ؎۳ نام ایک صحابیہ سے شادی کر لی تھی، لیکن کسی وجہ سے انھیں طلاق دیدی، حضرت تمیمہؓ نے ایک یہودی صحابی عبد الرحمنؓ بن زبیر سے نکاح کر لیا، مگر عبد الرحمانؓ بن زبیر سے بھی کسی خاص وجہ سے تعلقات خوشگوار نہیں رہے، اس لیے انھوں نے

(بقیہ حاشیہ ص ۳۵) اب شیخو نے انکے عیسائی ہونے پر استدلال کیا ہے، حماسہ کے شارح نے لکھا ہے کہ یہ اشعار سموال کے نہیں بلکہ عبد اللہ الحارثی کے ہیں، اب رہی انکی نسبی حیثیت تو اہل انساب میں اختلاف ضرور ہے لیکن یہ کہیں سے پتہ نہیں چلتا کہ وہ نصرانی تھا، اور اگر اس کو غسانی بھی مان لیا جائے، تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ نصرانی بھی تھا، نیز یہ کہ خود اسکے بھائی شعبہ بن عریض کے متعلق سب یہ کہتے ہیں کہ وہ یہودی تھا، اسکے علاوہ سموال کے عزیزانہ تعلقات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ یہودی تھا چنانچہ حضرت صفیہؓ کی ماں اسی سموال ہی لڑکی تھیں، اور حضرت صفیہؓ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ مدینہ کے مشہور یہودی حی بن اخطب کی صاحبزادی تھیں، محمد بن سلام نے بھی اپنی کتاب طبقات الشعرا میں جو شعرا کا سب سے قدیم تذکرہ ہے، لکھا ہے کہ وہ تیماء کا یہودی تھا ص ۱۰۹ ؎۱ مسعودی وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رفاعہؓ کا آبائی وطن تیما، اور نسبی تعلق عادیا سے تھا، چونکہ انکی بہن سبرہ حی بن اخطب سے منسوب تھی، شاید اسی ذریعہ سے یہ لوگ مدینہ چلے گئے ہوں گے، اسکا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ حضرت رفاعہؓ کا باپ سموال ابن عادیا کے نام سے مشہور ہے اور ظہور اسلام کے وقت بنو عادیا ہی کا خاندان تیما پر حکمران تھا، (التنبیہ والاشراف ص۲۵۰ عہد نبوی کی سیاسی زندگی ص۳۴ از ڈاکٹر حمید اللہ) ؎۲ اسد الغابہ ج ۲ ص۱۸۳ ؎۳ آپکے نام میں بڑا اختلاف ہے، ان دو ناموں کے علاوہ سہمیہ، رمیصا، ا حمیہ، غمیصا، اسماء بھی ملتے ہیں، مگر زیادہ تر روایتوں میں عائشہ یا تمیمہ آتا ہے، اسد الغابہ ج ۵ ص ۸۵

ان سے بھی علیحدگی گرانی، اسکے بعد پھر دوبارہ حضرت رفاعہؓ سے نکاح کا خیال ظاہر کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس ارادہ سے باز رکھا،[1] اس آیت

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

جب وہ طلاق دیدے تو جبتک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اس کیلیے حلال نہین ہوتی،

کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے،[2] اسد الغابہ مین ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین آئین اور حضرت رفاعہؓ سے نکاح کا خیال ظاہر کیا، مگر انھون نے بھی روکا، حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوئین، اور ان سے نکاح کی اجازت چاہی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کے بعد تم اس ارادہ سے باز نہ رہو گی تو تم کو رجم کردون گا، چنانچہ پھر وہ اس ارادہ سے باز رہین،[3]

عہد صدیقی اور عہد فاروقی اس مذکورہ واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت تک حضرت رفاعہؓ زندہ رہے، لیکن اس کے بعد وہ کب تک اس دار فانی مین رہے اور کب داعئ اجل کو لبیک کہا، تذکرون مین اس کی تصریح نہین ملتی،

(۳۸) حضرت رفاعۃ القرظیؓ[4]

نام و نسب رفاعہ نام، باپ کا نام قرظہ، نسباً یہودی تھے،[5] جب بنو قریظہ کے لوگون کو قتل

---

[1] چونکہ یہ صورت حلالہ کی تھی اور حضرت عبد الرحمنؓ ابتک ان سے متمتع نہین ہو سکے تھے اس لیے آپنے ان کو اس ارادہ سے باز رکھا (روح المعانی ج ۲ ص ۱۲۲) [2] اسد الغابہ مین یہی واقعہ رفاعہ بن ذہب کے تذکرہ مین بھی درج ہی، مگر آخر مین انھو نے یہ تصریح کردی ہے کہ یہ دونون واقعہ ایک ہی ہی، حافظ ابن حجر نے بھی ایک ہی واقعہ تسلیم کیا ہی [3] اصابہ ج ۲ ص ۵۱۹

[4] بعض لوگون نے رفاعہ بن السموال اور ان کو ایک تصور کیا ہی، مگر اصابہ مین اسکی تردید ہی، اصابہ ج ۱ ص ۵۱۹ [5] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۵؛

کرنے کا فیصلہ ہوا تو یہ تاکید تھی کہ نابالغ بچے نہ قتل کیے جائیں، حضرت رفاعہؓ اس وقت کمسن تھے، اس لیے قتل نہیں کیے گئے،

اسلام قبول اسلام کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں معلوم ہوسکی، اصابہ میں اس قدر ہے کہ "ان کو دیدار نبوی حاصل ہوا تھا،" آپکے صاحبزادے علی کا بیان ہے کہ

كان ابى من الوفد الذين اسلموا من اهل الكتاب [1]	اہل کتاب کے اس وفد میں جنھوں نے اسلام قبول کیا میرے باپ بھی تھے،

فضل وکمال آپ کا شمار ان اہل کتاب صحابہ میں ہے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ، الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ	ہم نے اس کلام کو وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے بھیجا تاکہ وہ لوگ نصیحت پکڑیں اور جنکو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں (اور قرآن پر بھی)

حضرت رفاعہؓ خود فرماتے تھے کہ یہ آیت جن دس آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی، ان میں ایک میں بھی تھا،[2]

دین کی راہ میں آپ کو بار ہا مشق ستم بننا پڑا، مگر آپ کے قدم میں کبھی لغزش نہیں آئی، آپکے صاحبزادے علی فرماتے ہیں کہ جب یہود میرے والد کے پاس سے گذرتے تو ان کا مذاق اڑاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا [3]	یہی لوگ ہیں جنھیں ان کے صبر کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا،

---

[1] اصابہ ج۲ ص۵۰۰ [2] تجرید ج۱ ص۱۹۰ [3] اسد الغابہ ج۲ ص۱۵

(۲۹) حضرت زید بن سعنہؓ

نام و نسب | زید نام، باپ کا نام سعنہ، آپ کا شمار علماے یہود میں تھا، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا نسبی تعلق کس قبیلہ سے تھا،

اسلام | زید بن سعنہؓ نے اپنے اسلام لانے کے واقعہ کو خود بیان کیا ہے، فرماتے ہین کہ توریت مین آنحضرتؐ کی جتنی نشانیان بتائی گئی تھین، وہ سب کی سب مین نے آپ کے چہرۂ نور پر دیکھ لین، صرف دو چیزون کا مجھے تجربہ کرنا تھا، جب ان کا بھی تجربہ ہو گیا، تو اسلام قبول کر لیا، چنانچہ مین نے آپ سے ملنا جلنا شروع کر دیا کہ آپ کے حلم کا اندازہ کرون، فرماتے ہین کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے سے باہر نکلے، آپ کے ہمراہ حضرت علیؓ بھی تھے، اسی وقت ایک دیہاتی شخص آپ کے پاس آیا، اور اس نے آپ سے کہا کہ فلان بستی کے لوگون نے اسلام قبول کر لیا، مین ہمیشہ ان سے یہ کہتا تھا کہ اسلام قبول کر لو تو رزق کی فراوانی ہوگی، لیکن اللہ کا کیا دیکھیے کہ اس سال سخت قحط پڑا ہے، بارش بالکل نہین ہوتی ہے، یا رسول اللہؐ مین ڈرتا ہوں کہ کہین وہ اسلام چھوڑ نہ دین، اگر آپ ان کی مدد کے لیے کچھ غلہ وغیرہ بھیجتے تو بہت بہتر ہوتا، وہ فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ فرمایا، حضرت علیؓ نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مین سے تو کوئی چیز باقی نہین رہ گئی،

حضرت زید بن سعنہ کہتے ہین کہ مین آپ کے قریب گیا، اور کہا کہ آپ فلان باغ کی کھجورین کچھ مہلت کے ساتھ فروخت کرین گے؟ آپ نے فرمایا کہ کچھ کھجورین فروخت تو ضرور کرنا چاہتا ہون، مگر کسی خاص باغ کی شرط نہین لگا سکتا، مین نے کہا اچھی بات ہے،

پھر مین نے اپنی روپیون کی تھیلی کھولی اور اسّی مثقال سونا ایک متعین مدت کے لیے دیدیا، جب مدت ختم ہونے مین دو تین روز باقی رہ گئے تو مین آپ کے پاس آیا، اور آپ کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور غصہ آلود نگاہون سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ اب تک تم نے قرض ادا نہین کیا، خدا کی قسم بنو عبد المطلب ہمیشہ ایسے ہی حیلہ حوالہ کرتے رہتے ہین، مجھے کئی بار لین دین مین تجربہ ہو چکا ہے، حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، یہ دیکھکر غصہ سے بیتاب ہو گئے، اور کہا کہ او دشمنِ خدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی کر رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اے عمر! تم سے ہم کو یہ توقع تھی کہ تم اس سے کہتے کہ نرمی سے تقاضا کرو اور مجھ سے کہتے کہ مین وقت پر اس کا قرض ادا کر دون، عمر! جاؤ اس کا قرض ادا کرنے کے بعد بیس صاع کھجورین اور زیادہ دیدو! حضرت سعنہؓ کہتے ہین کہ مین نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ یہ زیادہ کیون دینے کو کہتے ہین، حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین نے جو تم سے سخت کلامی کی ہے، یہ اس کا کفارہ ہے، پھر مین نے کہا عمرؓ! تم نے مجھے پہچانا؟ انھون نے کہا نہین، مین نے کہا کہ مین زید بن سعنہ ہون، حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ زید جو الحبر (عالم) مشہور ہین! مین نے کہا ہان، پھر انھون نے کہا کہ کیا بات تھی کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کیا، زید بن سعنہ نے کہا کہ نبوت کی اور تمام نشانیان تو آنحضرتؐ کے چہرے بشرے سے ظاہر تھین، صرف ان دو باتون کا تجربہ کرنا تھا،

هل يستبق حلمه ... الجهل او لا تزيد — کیا اسکا حلم اسکے غصہ سے سبقت لیجاتا ہے اور جاہلانہ

شدة جهل الا حلماً — حرکتین حلم وتحمل کو اور بڑھا دیتی ہین،

ان باتون کا تجربہ ہو گیا اسلیے اب اسلام کا حلقہ بگوش ہوتا ہون، چنانچہ وہ آنحضرت صلعم کی

خدمت مین حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کیا،[۱]

وفات | آخری مرتبہ زید غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے، پوری شجاعت سے لڑے، مدینہ واپس ہوتے ہوئے راستہ مین شہادت نصیب ہوئی،[۲]

غزوات | اسلام لانے کے بعد سے جتنے غزوات ہوئے سب مین شریک ہوئے،

انفاق فی سبیل اللہ | آپ کے صحیفۂ اخلاق مین انفاق فی سبیل اللہ نمایان طور سے نظر آتا ہے، چنانچہ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اپنا نصف مال راہ خدا مین صدقہ کر دیا،[۳]

(۳۱)

(۳۰) حضرت سعد بن وہبؓ

نام ونسب | سعد نام، باپ کا نام وہب، قبیلہ بنو نضیر سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | بنو نضیر جب اپنی بدعہدی کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کیے گئے تو ان مین سے جو دو[۲] آدمی اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے ان مین ایک حضرت سعد بن وہبؓ بھی تھے،

بنو نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدعہدی اور دشمنی کی حد کر دی تھی، جائداد پر قبضہ وہ جلاوطن کیے گئے، تو ان کا مال اور انکی جائداد بھی ضبط کر لی گئی، مگر حضرت سعدؓ چونکہ اسلام لا چکے تھے، اس لیے ان کی تمام چیزین محفوظ رہین،[۵]

(۳۱) حضرت سعنہؓ

نام ونسب | سعنہ نام، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، سعنہ بن عریض بن عادیا التیماوی،[۶]

---

[۱] مستدرک ج ۳ ص ۶۰۵ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] اصابہ تجرید وغیرہ [۵] البدایہ ص ۷۶/۴،

[۶] تیماء، شام اور حجاز کے درمیان ایک مقام ہے، اصابہ ج ۳ ص ۴۴،

حلیہ | بڑھاپے کے آثار کے باوجود اپنے ہم عمروں میں نہایت ہی خوش صورت، خوش وضع و خوش لباس تھے، اصابہ میں ہے، کان احسن الشیوخ سمتا وانظفھم ثوبا[1]

(۳۲) حضرت سعید بن عامرؓ

نام ونسب | آپ کا نام سعید، باپ کا نام عامر تھا، صاحب تجرید نے آپ کو قبیلہ لخم کی طرف منسوب کیا ہے، اصابہ میں ہے کہ یہود میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا، ان میں حضرت سعیدؓ بھی ہیں، طبری نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں آپ کا نام بھی لیا ہے،[2]

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ	جن کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اسکے حق کے مطابق اسکی
یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ...	تلاوت کرتے ہیں،

(۳۳) حضرت سلامؓ

سلام نام، سلسلۂ نسب کی تصریح نہیں مل سکی، مگر اتنا معلوم ہے کہ حضرت عبد اللہؓ ابن سلام کے بھانجے تھے،

اسلام | اسلام لانے کی کوئی تصریح کتب طبقات میں نہیں ملتی، البتہ مفسرین اس آیت کے ضمن میں حضرت عبد اللہ بن سلامؓ وغیرہ کے ساتھ آپ کا نام بھی لیتے ہیں،

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِا	اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے
اللّٰہِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالۡکِتٰبِ	رسول پر اور جو کتاب ان پر نازل کی گئی، اور
الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ	جو کتاب اس سے پہلے اللہ نے نازل کی،
وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ (نساء)	

[1] اصابہ ج ۲ ص ۱۱۳ [2] ایضاً ص ۵۹، طبری تفسیر آیت ہذا

نسباً اور عقیدۃً یہودی تھے،

اسلام | زمانۂ قبول اسلام کی کوئی تصریح نہین ملتی، حضرت علیؓ کے معاونین مین تھے، اور ان سے خاص تعلق تھا،

حضرت معاویہؓ سے آپکی گفتگو | ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ حج کے لیے تشریف لائے تو مسجد مین حضرت سعنہؓ سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ارض تیماء کا کیا حال ہے، انھون نے جواب دیا کہ وہ صحیح و سالم باقی ہے، حضرت معاویہؓ نے کہا کہ اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو! آپ نے نہایت صفائی سے فرمایا کہ اگر مجھے ضرورت بھی ہوتی تو مین اسے فروخت نہ کرتا، پھر آپ سے اور حضرت امیر معاویہؓ مین بہت سی باتین ہوئین، اثنائے گفتگو مین حضرت علیؓ کا ذکر بھی آگیا، حضرت سعنہؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی شان مین کچھ سخت الفاظ استعمال کیے، حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ چھوڑ دو، بڈھا سٹھیا گیا ہے حضرت سعنہؓ نے فوراً کہا کہ اے معاویہ! تمھین یاد نہین ہے کہ ایک روز ہم سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علیؓ آگئے، آپ نے انکی طرف مخاطب ہوکر فرمایا،

قاتل اللہ من یقاتلک

اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے جو تجھ سے لڑے

حضرت امیر معاویہؓ اس کے بعد موضوعِ گفتگو بدل کر دوسری گفتگو فرمانے لگے۔[1]

وفات | حضرت امیر معاویہؓ کے آخری عہد خلافت مین آپ نے وفات پائی،[2] لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وفات کہان ہوئی،

[1] حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ میرا خیال تھا کہ یہ مخضرم ہین مگر مین نے ابن ابی طے کے ہاتھ کا لکھا ہوا رجال سبعۂ امامیہ کا نسخہ پایا جس مین تحریر تھا کہ یہ صحابی ہین [2] ایضاً

اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسلام لائے ہوں گے،

(۳۴) حضرت سلمہ بن سلام

نام و نسب | سلمہ نام، باپ کا نام سلام، مشہور صحابی عبداللہ بن سلام کے بھائی تھے،[۱]

اسلام | عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب سلمہ بن سلام اور عبداللہ بن سلام وغیرہ اہل کتاب صحابہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے بارے مین یہ آیت نازل ہوئی،

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اے ایمان لانے والو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ،

اس سے گمان ہوتا ہے کہ آپ نے بھی ہجرت کے ابتدائی سالون مین اسلام قبول کیا ہوگا،

زندگی کے اور حالات معلوم نہ ہو سکے،

(۳۵) حضرت سلمان فارسی

نام و نسب | نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام مابہ تھا، اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا، اور بارگاہ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابوعبداللہ کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے: مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن یہوذان بن فیروز ابن سہرک،

قبل اسلام | سلمان کے والد اصفہان کے جی نامی قریہ کے باشندہ اور وہان کے زمیندار

[۱] بعض لوگون نے لکھا ہے کہ ان کے بھتیجے تھے مگر صحیح یہی ہے کہ ان کے بھائی تھے، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۶

کاشتکار تھے، ان کو حضرت سلمانؓ سے اسقدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیون کی طرح گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے، آتشکدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق رکھی تھی، چونکہ مذہبی جذبہ سلمان مین ابتدا سے تھا، اس لیے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی مین سخت غلو رہا، اور نہایت سخت مجاہدات کیے، شب و روز آگ کی نگرانی مین مشغول رہتے تھے حتی کہ ان کا شمار ان پجاریون مین ہوگیا تھا جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہ دیتے تھے،

مجوسیت سے نفرت اور عیسویت کا میلان

زمین ہی ان کے باپ کے معاش کا ذریعہ تھی، اس لیے زراعت کی نگرانی وہ بذات خود کرتا تھا، ایک دن وہ گھر کی مرمت مین مشغولیت کی وجہ سے کھیت خود نہ جا سکا، اور اس کی دیکھ بھال کے لیے سلمان کو بھیجدیا، ان کو راستہ مین ایک گرجا ملا، اس وقت اس مین عبادت ہو رہی تھی، نماز کی آوازین سنکر دیکھنے کے لیے گرجے مین چلے گئے، نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا، اور مزید حالات کی جستجو ہوئی، عیسائیون کا طریقۂ عبادت اس قدر بھایا کہ بیساختہ زبان سے نکل آیا کہ یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے، چنانچہ کھیتون کا خیال چھوڑ کے اسی مین محو ہوگئے، عبادت ختم ہونے کے بعد عیسائیون سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہان ہے، انھون نے کہا کہ شام مین، پتہ پوچھکر گھر واپس آئے، باپ نے پوچھا کہ ابتک کہان رہے، جواب دیا، کچھ لوگ گرجے مین عبادت کر رہے تھے، مجھکو ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ غروب آفتاب تک وہین رہا، باپ نے کہا، وہ مذہب تمھارے مذہب کا پاسنگ بھی نہین، جواب دیا، بخدا وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہین برتر ہے، اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہین یہ خیال تبدیل مذہب کی صورت مین نہ ظاہر ہو، اس لیے بیڑیان پہنا کر مقید کر دیا، مگر ان کے دل مین تلاش حق کی تڑپ تھی، اس لیے عیسائیون کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر

آئیں تو مجھکو اطلاع دینا، چنانچہ جب وہ آئے تو ان کو خبر کردی، انھون نے کہا کہ جب وہ واپس ہون تو مجھے بتلانا، چنانچہ جب کاروان تجارت واپس لوٹنے لگا، ان کو خبر کیگئی، یہ بیڑیون کی قید سے نکلکر ان کے ساتھ ہوگئے، شام پہنچکر دریافت کیا کہ یہان سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے، لوگون نے وہان کے پادری کا پتہ دیا، اس سے جاکر کہا کہ مجھکو تمھارا مذہب بہت پسند ہی، اسیلیے مین چاہتا ہون کہ تمھارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کرون اور مجھکو اس مذہب مین داخل کردو،

تبدیل مذہب

چنانچہ وہ مجوسیت کے آتشکدہ سے نکل کر آسمانی باپ کی بادشاہت کی پناہ مین آ گئے، مگر یہ پادری بہت بدکردار اور بد اخلاق تھا، لوگون کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا، اور جب اس کے قبضہ مین آجاتا تو فقرا اور مساکین کو دینے کے بجائے خود لے لیتا، حتی کہ سونے اور چاندی کے سات مٹکے اسکے پاس جمع ہوگئے، حضرت سلمانؓ اس کی حرص اور آز کو دیکھ دیکھ کر پیچ وتاب کھاتے تھے، مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مرگیا، عیسائی شان وشوکت سے اس کی تجہیز وتکفین کرنے کو جمع ہوگئے، اس وقت انھون نے سارا اعمالنامہ ان لوگون کے سامنے کھول کر رکھدیا، انھون نے ان کو لیجا کر اسکے اندوختہ کے پاس کھڑا کردیا، تلاشی لی گئی تو واقعی سات مٹکے سونے چاندی سے بھرے ہوئے برآمد ہوئے، عیسائیون نے اس کی سزا مین دفن کرنے کے بجائے اس کی نعش کو صلیب پر لٹکا کر سنگسار کیا، اس کی جگہ دوسرا پادری مقرر ہوا، یہ بڑا عابد وزاہد اور تارک الدنیا تھا، شب وروز عبادت الٰہی مین مشغول رہتا، سلمان اس سے بہت مانوس ہوگئے، اور دلی محبت کرنے لگے، اور آخر تک اس کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے، جب اسکی موت کا وقت قریب آیا، تو اس سے کہا کہ مین آپ کے پاس عرصہ تک نہایت لطف و محبت کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے، اس لیے آئندہ کے لیے مجھکو کیا ہدایت ہوتی ہے

اس نے کہا کہ میرے علم مین کوئی ایسا عیسائی نہین ہے جو مذہب عیسوی کا سچا پیرو ہو، سچے لوگ مرکھپ گئے اور موجودہ عیسائیون نے مذہب کو بہت کچھ بدل دیا ہے، بلکہ بہت سے اصول تو سرے سے چھوڑ ہی دیے ہین، ہان موصل مین فلان شخص ہے جو دین حق کا سچا پیرو ہے، تم جاکر اس سے ملاقات کرنا،

موصل کا سفر اس پادری کی موت کے بعد حق کی جستجو مین وہ موصل پہنچے، اور تلاش کرکے اس سے ملے، اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ فلان پادری نے مجھکو ہدایت کی تھی کہ آپکے یہان ابھی تک حق کا سرچشمہ ابلتا ہے، اور مین آپ سے ملکر اپنی تشنگی فرو کرنا چاہتا ہون، اس نے ان کو ٹھہرالیا، پہلے پادری کی رائے کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا، اس لیے انھون نے اس کے پاس مستقل قیام کرلیا، مگر تھوڑے دنون کے بعد اس کا وقت بھی آگیا، آیندہ کے متعلق حضرت سلمانؓ نے اس سے بھی وصیت کی خواہش کی، اس نے نصیبین مین ایک شخص کا پتہ بتایا،

نصیبین کا سفر چنانچہ اس کی موت کے بعد آپ نصیبین پہنچے اور اس پادری سے ملکر دوسرے پادری کی وصیت بتلائی، یہ اسقف بھی پہلے دونون اسقفون کی طرح بڑا عابد اور زاہد تھا، سلمانؓ یہان مقیم ہوکر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی دن اس کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا کہ اس کا وقت بھی آخر ہوگیا، حضرت سلمانؓ نے گذشتہ اسقفون کی طرح اس سے بھی آیندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ مین گوہر مقصود کا پتہ دیا،

عموریہ کا سفر چنانچہ اس کی موت کے بعد انھون نے عموریہ کا سفر کیا، اور وہان کے اسقف سے ملکر پیام سنایا، اور اس کے پاس مقیم ہوگئے، کچھ بکریان خریدلین، اس سے مادی غذا

حاصل کرتے تھے، اور صبر و شکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے، جب اس کا پیمانۂ حیات بھی لبریز ہو گیا، تو حضرت سلمان ؓ نے اپنی سرگذشت سنائی کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا، آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہین، اسلیئے میرا کوئی سامان کرتے جایئے، اس نے کہا بیٹا مین تمھارے لیے کیا سامان کرون، آج دنیا مین کوئی شخص ایسا باقی نہین ہے کہ جس سے ملنے کا مین تمھین مشورہ دون، البتہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستان عرب سے اٹھکر دین ابراہیم کو زندہ کریگا اور کھجورون والی زمین کی طرف ہجرت کریگا، اس کے علامات یہ ہین کہ وہ ہدیہ قبول کریگا لیکن صدقہ کو اپنے لیے حرام سمجھے گا، اس کے دونون شانون کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا،

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر

اس پادری کے مرنے کے بعد عرصہ تک عموریہ مین رہے، کچھ دنون بعد بنو کلب کے تاجر ادھر سے گذرے، آپ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھکو عرب پہنچا دو تو مین اپنی گائین اور بکریان تمھاری نذر کر دون گا، وہ لوگ تیار ہو گئے، اور زبان حال سے یہ شعر

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک راہرو کیساتھ — پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لیے،

غلامی

لیکن ان عربون نے وادی القریٰ مین پہنچکر انکو دھوکا دیا، اور ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا، کھجور کے درخت نظر آئے تو آس بندھی کہ شاید یہی وہ منزل مقصود ہو جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن قیام کیا تو یہ امید بھی منقطع ہوگئی، آقا کا چچا زاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے سلمان کو ان کے ہاتھ بیچ دیا،

غلامی اور مدینہ کا سفر — وہ اپنے ساتھ انکو مدینہ لے چلا، اور سلمان غلامی کی رسوائی سہتے ہوئے مدینہ پہنچے، مگر ہاتفِ غیب تسکین دے رہا تھا کہ یہ غلامی نہین ہے،

اسی سے ہوگی تیرے غمکدہ کی آبادی ۔ تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اس غلامی پر جو مقصودِ دو عالم کے آستانِ پاک تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے۔ ہزارون آزادیان قربان ہین، جون جون محبوب کی منزل قریب آتی جاتی تھی کشش بڑھتی جاتی تھی، اور آثار وعلامات بتاتے تھے کہ شاہدِ مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہو گیا اور دیدارِ جمال کی آرزو مین یہان دن کاٹنے لگے،

اس وقت آفتابِ رسالت مکہ پر پرتو افگن ہو چکا تھا، لیکن جور وستم کے بادلون مین چھپا تھا۔

سلمان کو آقا کی خدمت سے اتنا وقت نہ ملتا کہ خود اس کا پتہ لگاتے، آخر انتظار کرتے کرتے وہ روزِ مسعود بھی آگیا کہ مکہ کا آفتاب عالمتاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا، حرمان نصیب سلمان کی شبِ ہجر تمام ہوئی اور صبح امید کا اجالا پھیلا، یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، سلمان کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے کچھ درست کر رہے تھے اور آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچازاد بھائی نے آکر کہا کہ خدا بنی قیلہ کو غارت کرے، سب کے سب قبا مین ایک شخص کے پاس جمع ہین جو مکہ سے آیا ہے، یہ لوگ اس کو نبی سمجھتے ہین، سلمان کے کانون تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر و شکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن مین سنسناہٹ پیدا ہو گئی اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت سے فرشِ زمین پر آجائین، اسی مدہوشی مین جلد از جلد درخت سے نیچے اترے اور بدحواسی مین بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو، آقا نے اس سوال پر گھونسا

مار کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمان خاموش ہو گئے، لیکن اب صبر کیسے تھا کھانے کی کچھ چیزیں پاس تھیں، ان کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں، اور کچھ غریب الدیار اور اہل حاجت آپ کے ساتھ ہیں، میرے پاس یہ چیزیں صدقہ کے لیے رکھی تھیں آپ لوگوں سے زیادہ ان کا مستحق کون ہو سکتا ہے، اسکو قبول فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگون کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود نوش نہ فرمایا، اس طرح سے سلمان کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ نبی صدقہ نہیں قبول کرتا، دوسرے دن پھر ہدیہ لیکر حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی چیزیں نہیں نوش فرمائی تھیں، آج یہ ہدیہ قبول فرمائیے، آپ نے قبول فرمایا، خود بھی نوش کیا اور دوسروں کو بھی دیا، اس طرح سے دوسری نشانی یعنی مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور باچشم پرنم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلعم نے فرمایا سامنے آؤ، وہ سامنے آئے اور اپنی ساری سرگذشت سنائی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دلچسپ داستان اپنے تمام اصحاب کو سنوائی،

اسلام حضرت سلمان جب اپنا گوہر مقصود پا چکے تو اس دولت کو اپنے دل کے خزانے میں رکھکر آقا کے گھر واپس آئے، اتنے مرحلوں کے بعد وہ دین سے ہم آغوش ہوئے

آزادی غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے، اسی وجہ سے غزوۂ بدر و احد میں شریک نہ ہو سکے، اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے آقا کو معاوضہ دیکر آزادی حاصل کر لو، تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیے، اس طریقہ سے تین سو درخت انکو

مل گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ان کو بٹھایا، اور زمین وغیرہ ہموار کر کے ایک شرط پوری کر دی، اب سونے کی ادائیگی باقی رہ گئی، اس کا سامان بھی خدا نے کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ مین مرغی کے بیضہ کے برابر سونا مل گیا، آپنے سلمان کو دیدیا، یہ وزن مین ٹھیک چالیس اوقیہ تھا، اس سے گلو خلاصی حاصل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہنے لگے۔[1]

مواخاۃ غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ مستقل اقامت اختیار کی، اسوقت بالکل غریب الدیار تھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی مہاجرین کی طرح ان سے اور ابودرداءؓ سے مواخاۃ کرادی۔[2]

غزوات بدر و احد کی لڑائیان ان کی غلامی کے زمانہ مین ختم ہو چکی تھین، آزادی کے بعد پہلا غزوہ خندق پیش آیا، اس مین انھون نے اپنے حسن تدبیر سے دونون لڑائیون کی تلافی کر دی، غزوۂ خندق مین تمام عرب کا ٹڈی دل مسلمانون کے خلاف امنڈ آیا تھا، کہ ان کا کامل استیصال کر دے، حملہ خود مدینہ پر تھا جس کے چارون طرف نہ قلعہ تھا نہ فصیل تھی، اور مقابلہ بھی سخت تھا، ایک طرف کفار کی تعداد ریگستان عرب کے ذرون کے برابر تھی اور دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانون سے مشورہ کیا، سلمان فارسیؓ چونکہ ایران کی صف آرائیان دیکھے ہوئے تھے، اس لیے جنگی اصولون سے اچھی طرح واقف تھے، چنانچہ انھوں نے مشورہ دیا کہ اس انبوہ کا کھلے میدان مقابلہ کرنا اچھا نہیں ہے، بلکہ مدینہ کے چارون طرف خندقین کھود کر شہر کو محفوظ کر دینا چاہیے یہ تدبیر

[1] قبل از اسلام سے آزادی تک کے کل حالات مسند احمد ابن حنبل ج ۵ ص ا۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ سے ماخوذ ہیں،

[2] بخاری ج ۲ ص ۹۰۵ مواخاۃ کے معنی بھائی چارہ کے ہین،

مسلمانون کو بہت پسند آئی [۱]، اور اسی پر عمل کیا گیا، خندق کی کھودائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنفس نفیس شریک ہوئے تھے، اور مٹی ڈھوتے ڈھوتے شکم مبارک مٹی سے اٹ گیا تھا، اور رجزیہ اشعار زبان مبارک پر جاری تھے [۲]، ذیقعدہ ۵ھ مین طرفین مین جنگ شروع ہوئی، عربون کو اس طریقۂ جنگ سے واقفیت نہ تھی، وہ آئے تو تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دین گے، مگر یہان آکر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ مین خندق کی فصیل حائل ہے ۲۲، ۲۳ دن تک مسلسل محاصرہ کیے پڑے رہے مگر شہر تک پہنچنا ان کو نصیب نہ ہوا، اور آخر کار ناکام واپس پھر گئے،

غزوۂ خندق کے علاوہ حضرت سلمانؓ تمام لڑائیون مین مسلمانون کے دوش بدوش شریک رہے [۳]، اور غزوۂ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہین ہوا جس مین شریک ہو کر داد شجاعت نہ دی ہو، [۴]

عہد صدیقی اور عراق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ عرصہ تک مدینہ مین رہے، عہد صدیقی کے آخر یا عہد فاروقی کی ابتدا مین انھون نے عراق کی، اور ان کے اسلامی بھائی ابو درداءؓ نے شام کی سکونت اختیار کر لی، یہان کی اقامت کے بعد ابو درداء کو خدا نے مال اور اولاد کی حیثیت سے بہت نوازا، انھون نے سلمانؓ کو خط لکھا کہ تم سے جدا ہونے کے بعد خدا نے مجھکو مال و دولت اور اہل و عیال سے سرفراز کیا، اور ارض مقدس کی سکونت کا شرف بخشا، انھون نے جواب دیا کہ یاد رکھو مال و دولت اور اولاد کی کثرت مین کوئی خیر نہیں ہے، بلکہ خیر اس مین ہے کہ تمھارا حلم زیادہ ہو اور تمھارا علم تم کو نفع پہنچائے، ،

---

۱ ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۶۰ ۲ بخاری ج ۲ کتاب المغازی غزوۂ خندق ۳ مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱ ۴ اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۰

محض ارضِ مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہین پہنچا سکتا، جب تک تمھارا عمل اس قابل نہ ہو، اور عمل بھی اس طرح کا ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے، اور تم اپنے کو مردہ سمجھو،[۱]

عہد فاروقی ایران کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اور چونکہ خود ایرانی تھے، اسی لیے فتوحات میں بہت قیمتی امداد پہنچائی، مگر اصول اسلام کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، ایک ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت جارحانہ حملے کے پہلے محصورین کو سمجھا دیا کہ مین بھی تمھارا ہم قوم تھا، لیکن خدا نے مجھکو اسلام سے نوازا، تم لوگ عربون کی اطاعت گزاری سے کسی طرح نہین بچ سکتے، مین تم کو سمجھائے دیتا ہوں کہ اگر تم اسلام لاکر ہجرت کرکے ہم مین مل جاؤ تو تم کو اہل عرب کے حقوق دیے جائین گے، اور جو قانون ان کے لیے ہے وہی تم پر جاری کیا جائے گا، اور اگر اسلام نہین قبول کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے ہو تو ذمیون کے حقوق تم کو ملین گے، اور ان کا قانون تم پر نافذ کیا جائے گا، تین دن تک برابر تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے، جب کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کا حکم دیدیا، اور مسلمانون نے قصر مذکور بزورِ شمشیر فتح کرلیا،[۲]

فتح جلولا مین بھی شریک تھے، اور وہان مشک کی ایک تھیلی ان کے ہاتھ آئی تھی جس کو اپنی زندگی کے آخری لمحات مین کام مین لائے،

گورنری حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین مدائن کی حکومت پر سرفراز ہوئے، اس کی تفصیلات آئندہ اخلاق وعادات میں آئین گی،

چونکہ حضرت سلمانؓ مقربین بارگاہ نبوی مین سے تھے، اسی لیے حضرت عمرؓ ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دفعہ یہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے، اس وقت آپ ایک گدّے پر ٹیک

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۱ [۲] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱ [۳] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۶

لگائے بیٹھے تھے، سلمان کو دیکھکر گدا ان کی طرف بڑھا دیا،[۱]

علالت حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاصؓ عیادت کو گئے، تو رونے لگے، سعد نے کہا ابو عبد اللہ رونے کا کون سا مقام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے خوش خوش دنیا سے اٹھے، تم ان سے حوض کوثر پر ملوگے، بچھڑے ہوئے ساتھیون سے ملاقات ہوگی، کہا خدا کی قسم مین موت سے نہین گھبراتا، اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے، رونا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان ایک مسافر کے زاد راہ سے زیادہ نہ ہو، حالانکہ میرے گرد اسقدر سانپ (اسباب) جمع ہین، سعدؓ کہتے ہین کل سامان جس کو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن، اور ایک تسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعدؓ نے خواہش کی کہ مجھکو کچھ نصیحت کیجیے، فرمایا "کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت اور تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو،[۲] اس بیماری کے دوران مین اور احباب نے بھی نصیحت اور وصیت کی خواہش کی، فرمایا تم مین سے جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد، یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دیدے، اور فسق و فجور اور خیانت کی حالت مین نہ مرے،[۳]

وقت آخر آیا تو اپنی بیوی سے وہی مشک کی تھیلی منگائی، اور اپنے ہاتھ سے پانی مین گھول کر اپنے چارون طرف چھڑکوایا، اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا، لوگ تنہا چھوڑ کر ہٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر گئے تو دیکھا کہ مرغ روح قفس خاکی سے پرواز کر چکا تھا،[۴]

فضل و کمال حضرت سلمانؓ کے دن کا بڑا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مین گزرتا تھا

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۹ [۲] ابن سعد جزو ۴ قسم ۲ ص ۶۲ [۳] ایضاً [۴] ایضاً ص ۶۶

اس لیے قدرۃً آپ علوم و معارف نبوی سے کافی بہرہ ور ہوئے، حضرت علیؓ سے آپ کے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا "ان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا، اور وہ خود ایسا دریا تھے جو پایابی سے نا آشنا رہا، وہ ہمارے اہل بیت میں تھے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے،[۲] علم اول سے مراد کتب سابقہ کا علم اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الٰہی یعنی قرآن کا علم ہے، اور اہل بیت سے ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت و اختصاص کی بنا پر اور اس لیے کہ عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا آپ نے انکو یہ شرف بخشا کہ اعزازاً اپنے اہل بیت میں داخل کر لیا،

حضرت معاذ بن جبلؓ جو خود بھی بعضہم بڑے عالم اور صاحب کمال صحابی تھے،.... ان کے کمال علم کے معترف تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا، ان..... میں ایک سلمانؓ کا نام بھی تھا،[۳] ایک موقع پر خود زبان نبوت نے ان کے علم و فضل کی ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ سلمانؓ علم سے لبریز ہیں[۴]، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ سلمانؓ فضلائے صحابہ میں تھے[۵]، آپ کی کوششوں سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰ ہے، ان میں سے تین حدیثیں متفق علیہ ہیں، ان کے علاوہ ایک میں مسلم اور تین میں بخاری منفرد ہیں،[۶]

ابو سعید خدریؓ، ابو الطفیل، ابن عباسؓ، اوس بن مالک اور ابن عجرہ وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ میں ہیں،

گو حضرت سلمانؓ علم اول اور آخر کے امین تھے، تاہم حدیث بیان کرنے میں بہت محتاط تھے، اس لیے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ سے زیادہ متجاوز نہ ہوئی، حضرت حذیفہؓ

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۰، [۲] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۶۱، [۳] ایضاً، [۴] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۱، [۵] ایضاً، [۶] تہذیب الکمال ص ۱۴۷

مدائن میں لوگوں سے ایسی باتیں بیان کرتے تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کی حالت میں کسی سے فرمائی تھیں، لوگ اس کی تصدیق کے لیے حضرت سلمانؓ کے پاس آئے، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہ خود زیادہ اچھا جانتے ہیں، لوگوں نے حضرت حذیفہؓ سے آکر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمانؓ کو سنائی، وہ نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تردید، حضرت حذیفہؓ نے آکر سلمان سے کہا جو کچھ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے، فرمایا بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کچھ غصہ میں کہہ دیتے تھے، اور بعض اوقات خوش ہو کر کچھ فرما دیتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ تم اس قسم کی باتوں کو بیان کرکے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بنا دوگے، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ خداوندا غصہ کی حالت میں اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو بھی اس کے حق میں خیر کردینا، پھر ان سے کہا کہ تم اس قسم کی باتوں سے باز آؤ، نہیں تو میں عمرؓ کو آگاہ کردوں گا[1]۔

چونکہ وہ اسلام کے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے، اس لیے عیسائی مذہب کے متعلق بھی کافی معلومات رکھتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ سلمانؓ دو کتابوں کا علم رکھتے ہیں، کلام اللہ کا اور انجیل کا، مذہب عیسوی کے مسائل محض پادریوں کی زبانی نہیں سنے تھے بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے توراۃ میں دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے[2]۔

عام حالات میں تقرب بارگاہ نبوی حضرت سلمانؓ صحابۂ کرام کے اس مخصوص زمرہ میں تھے جسکو بارگاہ نبوی میں خاص تقرب حاصل تھا، مخصوص صحابۂ کرام کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے، جو

[1] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۴۱ [2] ایضاً

جو بارگاہ نبوت کی پذیرائی مین حضرت سلمانؓ کی ہمسری کر سکتے ہون، غزوۂ خندق کے موقع پر جب مہاجرین اور انصار علیحدہ علیحدہ جمع ہوئے تو مہاجرین کہتے تھے کہ سلمانؓ ہمارے زمرہ مین ہین، انصار کہتے تھے کہ ہماری جماعت مین ہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل بیت مین ہین۔[۱] ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہین کہ سلمانؓ کی شب کی تنہائی کی صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ہم لوگون (ازواج) کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہین ہماری باری کی رات بھی اس نشست مین نہ گزر جائے۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت تین آدمیون کی مشتاق ہے، علی، عمار اور سلمان کی،[۲] آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی سے حضرت سلمانؓ اور ان کے بعض رفقاء کے بارہ مین رنجیدہ ہو گئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابو سفیان چند آدمیون کے ساتھ حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ، حضرت سلمانؓ کے پاس سے گذرے، ان تینون بزرگون نے کہا کہ خدا کی کوئی تلوار خدا کے دشمن (ابو سفیان) کے گردن پر نہین پڑی، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ سردار قریش کے متعلق زبان سے ایسا کلمہ نکالتے ہو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے ان لوگون کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان لوگون کو ناراض کیا تو گویا خدا کو ناراض کیا، حضرت ابو بکرؓ بہت نادم ہوئے اور آکر ان بزرگون سے معذرت کی۔[۳]

اخلاق و عادات

حضرت سلمان فارسیؓ مین مذہبی جذبہ کی شدت فطری تھی، جس طرح آتش پرستی کے زمانہ مین سخت آتش پرست اور نصرانیت کے زمانہ مین سخت عابد و زاہد نصرانی تھے، اسی طرح

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۸ [۲] جامع ترمذی مناقب سلمان [۳] مسلم ج ۲ ص ۳۶۲ مصر

مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اسلام کا مکمل ترین نمونہ بن گئے، ان کے اصلی فضل و کمال کا میدان یہین ہے،

زہد و تقویٰ

ان کا زہد و ورع اس حد تک پہنچ گیا تھا جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے، اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہین بنایا، جہان کہین دیوار یا درخت کا سایہ ملتا پڑ رہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ مین آپ کے لیے مکان بنا دون، فرمایا مجھکو اس کی حاجت نہین، وہ پیہم اصرار کرتا، یہ برابر انکار کرتے رہے، آخر مین اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بناؤن گا، فرمایا وہ کیسا، عرض کیا کہ اتنا مختصر کہ کھڑے ہون تو سر چھت سے ملجائے اور اگر لیٹین تو پیر دیوارون سے لگین، فرمایا خیر اس مین کوئی مضائقہ نہین، چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنا دی[۱]

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ مین نمایان تھا، مزخرفاتِ دنیاوی کو کبھی پاس نہ آنے دیا، وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر مین معمولی سا بچھونا تھا، اور دو اینٹین جن کا تکیہ بناتے تھے، اس پر بھی روتے تھے، اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہیے، اور میرا یہ حال ہے[۲] یہ حالت زندگی کے ہر دور مین قائم رہی جب امارت کے عہدہ پر ممتاز تھے اس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا، حسن بیان کرتے ہین کہ سلمانؓ جب پانچہزار تنخواہ پاتے تھے اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے، اس وقت بھی صرف ان کے پاس ایک عبا تھی جس مین لکڑیان جمع کرتے تھے، اس کا آدھا حصہ بچھاتے تھے اور آدھا اوڑھتے تھے[۳]

ورع کا یہ حال تھا کہ خادم کو گوشت کی بوٹیان گن کر دیا کرتے تھے کہ مبادا اسکی طرف سے کوئی سوءظن نہ پیدا ہو،

۱؎ استیعاب ج ۲ ص ۵۷۶ ۲؎ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۳۸ و ۴۳۹ ۳؎ ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۶۲

رہبانیت سے اجتناب اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف رہبانیت کی طرف مائل تھے، مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، اور دوسرون کو بھی اسکی تلقین کرتے تھے۔ ان کے اسلامی بھائی حضرت ابودرداؓ بڑے عابد وزاہد تھے رات بھر نماز پڑھتے تھے اور دن بھر روزہ رکھتے تھے حضرت سلمانؓ ان سے ملنے انکے گھر جایا کرتے تھے ایک مرتبہ ابودرداؓ کی بیوی کو بہت خراب حالت مین دیکھا، پوچھا تم نے کیا صورت بنا رکھی ہے، انھون نے کہا کس کے لیے بناؤ سنگار کرون، تمھارے بھائی کو تو دنیا کی ضرورت باقی نہین رہی ہے حضرت ابودرداؓ جب گھر آئے تو بڑے تپاک سے ملے کھانا منگوایا مگر خود معذرت کی کہ مین روزے سے ہون، فرمایا جب تک تم نہ کھاؤ گے، مین نہ کھاؤن گا، پھر رات کو حضرت سلمانؓ ان کے پاس ہی لیٹے، اور ان کو دیکھتے ہی رہے، جب وہ عبادت کو اٹھے تو روک کر فرمایا کہ تم پر تمھارے رب، تمھاری آنکھ اور تمھاری بیوی سب کا حق ہے، روزون کے ساتھ افطار اور شب بیداری کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے، اس کے بعد دونون نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کیا، آپ نے ابودرداؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلمان تم سے زیادہ مذہب کے واقف کار ہین،[۱]

سادگی حضرت سلمانؓ کی تصویر حیات مین تکلف کے آب ورنگ کے بجائے سادگی بہت غالب تھی، جو ہر زمانہ مین یکسان قائم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ مین جب کہ شان وشوکت اور خدم وحشم کے تمام لوازم ان کے لیے مہیا ہو سکتے تھے، اس وقت بھی ان کی سادگی مین کوئی فرق نہین آیا، لباس مین ایک عبا اور ایک معمولی سی جانگھیا اور ایک

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۵۶۲

اونچا پائجامہ ہوتا تھا، چونکہ ان کے سر کے بال گھنے اور کان لمبے لمبے تھے اس لیے اس ایرانی ہیئت کو دیکھ کر لوگ "گرگ آمد گرگ آمد" کہتے۔ ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ میں اس شان و شوکت سے نکلے کہ سواری میں بلا زین کا گدھا تھا، لباس میں ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی، جو سواری پر سے کسی وجہ سے اٹھ گئی تھی جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگیں کھلی ہوئی تھیں، لڑکے اس ہیئت کذائی میں دیکھ کر پیچھے لگ گئے، لوگوں نے یہ طوفان بدتمیزی دیکھا تو ڈانٹ کر انکو ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیوں کرتے ہو، ایک مرتبہ ایک دستۂ فوج کی سرداری سپرد ہوئی، فوجی امارت کی شان و شوکت کا تو کیا ذکر یہاں معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھ کر ہنستے اور کہتے کہ یہی امیر ہیں۔ حضرت ابو درداؓ کی والدہ فرماتی ہیں، کہ حضرت سلمانؓ ایک مرتبہ مدائن سے شام آئے، اس وقت وہ وہاں کے گورنر تھے، مگر اپنی سادگی کی وجہ سے معمولی لباس اور ابتر حالت میں تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے کو اسقدر ابتر کیوں بنا رکھا ہے، اسپر فرمایا کہ آرام و راحت تو صرف آخرت کے لیے ہے۔

ابو قلابہ راوی ہیں کہ ایک شخص سلمانؓ کے یہاں گیا، دیکھا تو بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں، پوچھا خادم کہاں ہے، کہا کام سے بھیجا ہے، مجھکو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دو دو کاموں کا بار اس پر ڈالوں،

اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگوں کو ان پر اکثر مزدور کا دھوکا ہو جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایک عبسی نے جانور کے لیے چارہ خریدا، حضرت سلمانؓ کھڑے تھے، آپ سے کہا کہ اسکو گھر تک پہنچا دو، وہ اٹھا کر لے چلے۔ راستہ میں لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے لائیے ہم پہنچا دیں، یہ حال دیکھکر عبسی نے پوچھا یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، وہ سنکر بہت نادم ہوا، اور کہا کہ آپ تکلیف نہ کیجئے، آپ نے فرمایا اس میں مجھے نیت کا ثواب ملتا ہے، اب میں

اس بوجھ کو بغیر پہنچائے ہوئے نیچے نہین رکھ سکتا،

فیاضی | فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی آپ کا نمایان وصف تھا، جو کچھ آپ کو تنخواہ ملتی تھی وہ کل کی کل مستحقین مین تقسیم کر دیتے تھے، اور خود چٹائی بن کر معاش پیدا کرتے تھے، اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لیے رکھ لیتے تھے، ایک تہائی بال بچون پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، ارباب علم کے بڑے قدردان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ آجاتی تو حدیث نبوی کے شائقین کو بلا کر کھلا دیتے تھے،[1]

صدقات سے اجتناب | صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے، اگر کسی چیز مین صدقہ کا ادنیٰ شائبہ ہوتا تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنا دیجئے، فرمایا تمھارے پاس کچھ ہے، کہا مین لوگون سے مانگ کر ادا کر دون گا، فرمایا تم مجھکو لوگون کے ہاتھ کا دھوون کھلانا چاہتے ہو،[2] (حالانکہ اس کا مانگنا ان کے لیے صدقہ نہ رہ جاتا)

حلیہ | بال گھنے، کان لمبے اور دراز قامت تھے،

زرین اقوال | حضرت سلمانؓ کے بہت سے حکیمانہ جملے اور زرین اقوال کتب احادیث مین منقول ہین، ان مین سے چند جواہر ریزے ہم یہان نقل کرتے ہیں،

ایک مرتبہ دجلہ کے کنارے جانے کا اتفاق ہوا، ایک شاگرد بھی ساتھ تھا حضرت سلمانؓ نے اس سے کہا کہ گھوڑے کو پانی پلا لاؤ، اس نے حکم کی تعمیل کی، آپ نے فرمایا خوب اچھی طرح پلاؤ جب وہ سیراب ہو گیا تو شاگرد سے مخاطب ہو کر حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ کیا اس جانور کے پانی پینے سے دجلہ مین کوئی کمی واقع ہوئی؟ اس نے کہا جی نہین، پھر آپ نے فرمایا کہ علم کی مثال بھی ایسی ہی ہے، اس مین سے جتنا بھی خرچ کیا جائے گھٹتا نہین چاہیے کہ علم نافع طلب کرو،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۶۴ [2] ایضاً ص ۶۴

آپ نے فرمایا کہ علم بہت ہے اور عمر تھوڑی، تو بقدر علم دین اسے حاصل کر لو، اور ساری دنیا کے علوم کے پیچھے نہ پڑو،

فرمایا، مومن کی مثال ایک مریض کی ہے اور اس کے پاس طبیب موجود ہے جو مرض اور اس کے علاج سے بخوبی واقف ہے، مریض کو جب کوئی ایسی چیز کی خواہش ہوتی ہے جو اس کیلئے مضر ہوتی ہے تو وہ اس کو روکتا ہے، اسی طرح وہ برابر اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو جاتا ہے، اسی طرح مومن کی خواہشات بھی بہت ہوتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کو بری اور مضر خواہشات سے بچاتا رہتا ہے، تاآنکہ اسے موت آجاتی ہے، اور وہ جنت کی تمام نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے، اگر وہ پہلے باز نہ رکھا گیا ہوتا تو اسکو یہ نعمتیں کیسے ملتیں،

ابو درداءؓ نے ایک مرتبہ ان کو لکھا کہ آپ ارض مقدس (غالباً بیت المقدس) میں چلے آیئے، حضرت سلمانؓ نے ان کو جواب میں لکھا کہ کوئی زمین انسان کو مقدس نہیں بناتی، بلکہ اس کو خود اس کا عمل مقدس اور متبرک بناتا ہے، پھر آپ نے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کسی جگہ کے قاضی بنا دیے گئے ہو، تو اگر تمھارے فیصلوں سے لوگوں میں انصاف ہو تو بہت اچھا ہے، اور اگر تم مصنوعی قاضی ہو تو پھر ایسا نہ ہو کہ اپنے فیصلوں سے تمہیں دوزخ میں جانا پڑے،

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ابو درداءؓ کا یہ حال ہو گیا کہ جب دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور فریقین واپس جانے لگتے تو ان کی طرف ایک نظر اٹھاتے، اور ان سے فرماتے کہ واقعی میں مصنوعی قاضی ہوں، واپس آؤ اور پھر مجھ سے اپنا مقدمہ بیان کرو، شاید فیصلہ میں غلطی ہو گئی ہو،

فرماتے کہ مجھے تین آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے، ایک وہ جو دنیا کی طلب میں پڑا ہوا ہے

اور موت اسے طلب کر رہی ہے، دوسرا وہ جو موت سے غافل ہے حالانکہ موت اس سے غافل نہیں ہے تیسرا وہ جو قہقہہ مار کر ہنستا ہے، اور نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض فرمایا تین چیزیں مجھے اسقدر غمگین کرتی ہیں کہ میں رو دیتا ہوں، ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ کی جدائی، دوسری عذاب قبر، تیسری قیامت کا خطرہ،

آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے نصیحت کی خواہش ظاہر کی، آپ نے فرمایا بولو نہیں، اس نے کہا کہ لوگوں میں رہ کر یہ کیسے ممکن ہے، آپ نے فرمایا کہ اگر بولو تو صحیح اور مناسب بات کہو، اس نے کہا کچھ اور ارشاد ہو، فرمایا کہ غصہ نہ کرو، اس نے کہا کہ میں غصہ میں قابو سے باہر ہو جاتا ہوں، فرمایا کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھو، اس نے کہا کچھ اور ارشاد فرمایئے، فرمایا کہ لوگوں سے ملو جلو نہیں، اس نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگوں سے ملا جلا نہ جائے، آپ نے فرمایا اگر ملتے جلتے ہو تو پھر بات میں سچائی سے کام لو اور امانت ادا کرو[1]،

(۳۶) حضرت سمعانؓ بن خالد

صاحب اصابہ نے ان کے تذکرہ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ یہ بنو قریظہ سے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، آپ نے ان کے لیے برکت کی دعا کی اور ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا[2]،

صاحب تجرید نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ ان سے کچھ احادیث بھی مروی ہیں، جو انکی اولاد کے پاس موجود ہیں[3]،

---

[1] یہ تمام اقوال صفوۃ الصفوۃ سے لیے گئے ہیں،

[2] اصابہ جلد ۳ ص ۸۰، [3] تجرید ج ۱ ذکر سمعان بن خالدؓ

(۳۷) حضرت سیمونہ بلقاوی رضی اللہ عنہ

نام ونسب | سیمونہ یا سیما نام، نسباً اور عقیدۃً نصرانی، بلقا کے رہنے والے تھے، اور انکا شمار عباد نصاریٰ مین تھا،

اسلام | یہ تصریح نہین مل سکی کہ کب اسلام لائے، ارباب رجال صرف اتنا لکھتے ہین،

کان متنصرانیا شما سافاسلم[۱] — ایک نصرانی عابد شخص تھے، پھر اسلام لائے،

مدینہ سے تجارتی تعلقات | حضرت سیمونہؓ کو تجارت کے سلسلہ مین مختلف جگہ جانے کا اتفاق ہوتا تھا، کہتے ہین کہ ایک مرتبہ ہم چند آدمی بلقا سے گیہون لے کر مدینہ آئے، یہان اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت مین مدینہ کی کھجورین بلقا لیجانیکا خیال ہوا، مدینہ کے لوگون نے کھجورین دینے سے انکار کیا، یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ سے فرمایا کہ یہ لوگ اپنا گیہون سستا دیتے ہین، اور کھجورین گران خریدتے ہین، اس پر بھی تمہین اطمینان نہین ہے، تم لوگ انھین کھجورین لیجانے کے لیے دو،[۲]

وفات | آپ کی عمر مین اللہ تعالیٰ نے برکت دی تھی، ایک سو بیس برس کی عمر مین وفات پائی، سنہ وفات کی تصریح نہین مل سکی،

فضائل | شرف صحبت کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کا شرف بھی حاصل ہے، فرماتے ہین،

رأیت النبی صلعم وسمعت من فیہ اذنی[۳] — مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا اور ان کے دہن مبارک سے خود میرے کانون نے سنا،

منصور بن صبیح نے جو ربیع بن صبیح مشہور تابعی کے بھائی ہین، حضرت سیمونہؓ سے روایت کی ہے،[۴]

۱؎ ج ص ۲۷۰ ۲؎ اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۸۳ ۳؎ ایضاً ۴؎ ایضاً ۵؎ اصابہ ج ۳ ص ۱۰۴

(ش)

(۳۸) حضرت شمعونؓ

نام و نسب شمعون نام، ابوریحانہ کنیت، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے شمعون بن یزید بن خنافۃ القرظی،[۱] ام المومنین حضرت ریحانہؓ کے والد تھے،[۲]

اسلام یہ تو نہین معلوم ہو سکا کہ کب اسلام لائے مگر حافظ ابن عبدالبر نے یہ تصریح کی ہے،

لہ صحبۃ وسماع ورِوایۃ — صحابی ہین، سماع اور روایت کا شرف بھی حاصل ہے،

غزوات نسائی اور طبرانی کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ مین بھی شریک ہوئے تھے،

کان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغزوۃ[۳] — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ مین شریک تھے،

اگرچہ اس کی تصریح نہین ملتی کہ کس غزوہ مین شریک ہوئے تھے،

عہد فاروقی عہد صدیقی مین تو آپ کا ذکر کہین نہین آتا، مگر عہد فاروقی مین جب دمشق فتح ہوا، تو آپ بھی اس شرف جہاد مین شریک رہے،[۴]

شام کا قیام آپ مستقل طور سے شام مین رہتے تھے، لیکن کچھ دنون کے لیے مصر مین چلے آئے تھے، مگر وہان تھوڑے روز رہ کر پھر واپس شام چلے آئے،[۵]

وفات سنہ وفات معلوم نہین ہے،

۱؎ استیعاب ج ۲ ص ۶۰۳ ۲؎ ایضاً، ابن سعد نے حضرت ریحانہؓ کے تذکرہ مین لکھا ہے کہ یہ نسباً بنو قریظہ سے تھین لیکن شادی بنو نضیر کے ایک شخص کے ساتھ ہوئی تھی، اس بنا پر حضرت شمعونؓ کو بھی نضری سمجھنا چاہیے، لیکن یہ بھی تیقن کے ساتھ نہین، تمام ارباب رجال لکھتے ہین کہ حضرت ریحانہؓ بنو قریظہ کی جنگ مین گرفتار ہوئی تھین، اس بنا پر وہ قرظی ہوئین، اور بنو نضیر کی جلاوطنی تو اس سے ایک سال پہلے ہو چکی تھی، ان دونون روایتون مین کوئی تعارض نہین ہے، ہو سکتا ہے کہ حضرت شمعونؓ نضری ہون مگر حضرت ریحانہؓ کی شادی بنو قریظہ مین کر دی ہو اور دوسرے تعلقات کی بنا پر وہ ان ہی کے ساتھ رہنے لگے ہون۔ ۳؎ اصابہ جلد ۲ ص ۱۵۶ ۴؎ ایضاً ۵؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۴

فضل وکمال آپ کا شمار عباد اور زہاد صحابہ مین تھا، حافظ ابن عبد البر لکھتے ہین،

کان من فضلاء الاخیار، الزاھدین فی الدنیا الراجین مع عند اللہ (استیعاب ج ۲ ص ۶۱)

اخیار علما مین تھے، دنیا سے بالکل بے تعلق اور اللہ پر متوکل تھے،

اسد الغابہ مین ہے:

کان من صالحی الصحابۃ وعبادھم (ج ۴ ص)

صالح، نیک اور عبادت گذار صحابہ مین انکا شمار تھا،

اصابہ مین ہے:

کان یکثر السجود

نمازین بہت پڑھتے تھے،

قرآن سے شغف قرآن سے بیحد شغف تھا. بسا اوقات آپ قرآن پڑھنے مین ایسا منہمک ہو جاتے تھے کہ آرام کرنے کا بھی خیال نہ رہتا تھا،

ایک مرتبہ آپ کسی غزوہ سے واپس ہوئے، کھانا کھایا اور وضو کرکے اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ شکر ادا کرنے کے لیے مسجد مین حاضر ہوئے، کوئی سورت پڑھنی شروع کی اور رات بھر اسی کو پڑھتے رہے، صبح کی نماز پڑھکر جب گھر تشریف لائے تو بیوی نے کہا کہ غزوہ سے تھکے ماندے واپس آئے تھے کچھ آرام تو کرلینا چاہیے تھا، آپنے فرمایا، ہان یہ تو ٹھیک ہے،

ان ذکرتک لکان علی حق

اگر تم یاد آگئی ہوتیں تو ضرور مجھپر تمھارا حق ہوتا مگر یاد الٰہی مین دوسری یاد آتی ہی نہین،

بیوی نے پوچھا، آخر کس چیز نے آپ کو اسقدر مشغول کرلیا تھا؟ آپ نے فرمایا

التفکر فیما وصف اللہ فی جنتہ ولذاتھا حتی سمعت المؤذن (اصابہ ج ۵ ص ۵۶)

اللہ تعالیٰ نے جو جنت اور اسکی لذات کی تعریف کی ہے اسی مین غور و فکر کرتا رہا، یہانتک کہ صبح کی اذان ہوگئی،

آپ قرآن یاد کرنے کی بیحد کوشش کرتے تھے، مگر وہ زیادہ یاد نہین رہتا تھا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تشریف لائے، اور قرآن کے بار بار بھول جانے اور اپنے یاد کرنے کی محنت کا ذکر کیا، تو آپنے فرمایا کہ

لا متحمل مالا تطیق علیک بالسجود (کتاب الاسماء والکنی للدولابی ج ۱ ص ۳)

اپنی یادداشت بھر یاد کرو، نماز کی زیادہ پابندی رکھو (یعنی جب نماز زیادہ پڑھوگے تو قرآن بھی باربار پڑھوگے، اس طرح وہ یاد رہے گا)

(ص)

(۳۹) حضرت صالح القرظی رضؓ

صالح نام تھا، قبیلہ قریظہ[۱] سے آپ کا نسبی تعلق تھا جب مقوقس (شاہ مصر) نے ماریہ قبطیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ بھی ان ہی کے ساتھ مدینہ تشریف لائے؛ اسی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ دھوکا ہو گیا ہے کہ ان کو بھی مقوقس ہی نے بھیجا تھا، مگر صاحب اصابہ نے اس کی تردید کی ہے،[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حضرت ابوایوبؓ انصاری کے مکان میں ٹھہرایا،[۳]

زندگی کے اور دوسرے حالات نہیں معلوم ہو سکے.

(ع)

(۴۰) حضرت عامر الشامی رضؓ

عامر نام، شام یا حبشہ کے رہنے والے تھے،

اسلام | اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملی کہ کب اسلام لائے، مگر جب حضرت جعفرؓ حبشہ سے واپس آئے تو ان کے ساتھ حبشہ سے کچھ لوگ جو اسلام لاچکے تھے خدمت نبویؐ

---

[۱] اصابہ میں ہے والصواب قبطی، مگر اور دوسرے ارباب طبقات قرظی لکھتے ہیں، تجرید ج ۱ ص ۲۸۱، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰ [۲] اصابہ ج ۲ ص ۱۸۴ [۳] ایضاً

مین مدینہ آئے، ان ہی آنے والون مین حضرت عامرؓ بھی تھے،[۱] ان آنے والون کے بارے مین یہ آیت نازل ہوئی،[۲]

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِهٖ هُمۡ بِهٖ یُؤۡمِنُوۡنَ، وَاِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلِهٖ مُسۡلِمِیۡنَ	مزدول کے پہلے سے مسلمان تھے	جن لوگون کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان رکھتے ہین، جب انکے سامنے قرآن کی آیات پڑھی جاتی ہین تو وہ کہتے ہین کہ ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے، ہم اس کے

(۲۱) حضرت عبدالحارث بن السنیؓ

نام ونسب عبدالحارث یا عبدالرحمٰن نام، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، عبدالحارث بن السنی ابن الدیان الحارثی،[۳] آپ کا شمار نجران کے ممتاز لوگون مین تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر نجران پہنچی اور وہان فتنۂ ارتداد اٹھا تو آپنے روک تھام کی پوری کوشش کی، آپ نے اہل نجران کے سامنے ایک بہت بلیغ خطبہ دیا جس کے الفاظ یہ ہین،

یَا اَهۡلَ نَجۡرَانَ مَنۡ اَمَرَکُمۡ بِالثَّبَاتِ عَلٰی هٰذَا الدِّیۡنِ فَقَدۡ نَصَحَکُمۡ وَمَنۡ اَمَرَکُمۡ اَنۡ تَزِیۡغُوۡا فَقَدۡ غَشَّکُمۡ اِلٰی اَنۡ قَالَ وَاِنَّمَا کَانَ نَبِیَّ اللّٰهِ	اے اہل نجران جس نے تم کو اس دین اسلام پر جم جانے کے لیے کہا وہ تمھارا خیرخواہ ہے، اور جس نے کجروی کی تلقین کی وہ تمھارا بدخواہ اور تکو دھوکا دے رہا ہے، یہ اللہ کے نبی محمد صلعم

[۱] پوری تفصیل حضرت اشرفؓ کے حالات مین گزر چکی ہے [۲] طبری [۳] تجرید مین آپ کا نام عبدالرحمان درج ہے، حافظ ابن حجر نے اصابہ مین لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالحارث سے آپکا نام تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھدیا ہو، اصابہ ج ۲ ص ۳۸۸

عاریۃ بین اظھرکم فاتی علیہ
اجلہ وبقی الکتاب الذی جاء بہ
فامرہ امر ونھیہ نھی الی یوم
القیامہ

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ تھوڑے سے زمانہ کے لیے تمھارے پاس آئے تھے، اب انکی وفات ہو چکی ہے، مگر جو کتاب وہ لیکر آئے تھے وہ اب بھی باقی ہے، اس کا حکم حکم ہے، اسکی نہی نہی ہے، اسکے اوامر اور منہیات۔

اور پھر یہ اشعار پڑھے،

ونحن بحمد اللہ ھامۃ مذحج | بنو الحرث الخیر الذین ھم مدد
ونحن علی دین النبی مزی الذی | نھانا حراما منہ والامر ما اھر

چنانچہ بہت سے لوگ آپ کی کوشش کی وجہ سے ارتداد سے باز آگئے[1]،
وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تفصیل نہیں معلوم ہوسکی،

(۴۲) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

نام ونسب جاہلی نام حصین تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ نام رکھا، ابو یوسف کنیت ہے، یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے، مشہور ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب حضرت یوسف علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے، مختصراً آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے عبد اللہ بن سلام بن حارث، قبیلہ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے، اس میں ایک شاخ کا نام قواقل ہے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اسی قواقل کے حلیف تھے،

اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے اور مالک بن نجار کے محلہ میں ناقہ سے اترے، تو عبد اللہ بن سلام کو خبر ہوئی، وہ اپنے بچوں کے لیے باغ میں

[1] اصابہ ج ۶ ص ۸۳

پھل چننے گئے تھے، جلدی سے خدمت اقدس مین حاضر ہوئے، اور کہا، آپ سے تین باتین دریافت کرتا ہون، جو انبیاء کے سوا کسی کو معلوم نہین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب دیا، تو فوراً بول اٹھے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ، اس کے بعد کہا کہ یہود افترا پرداز قوم ہے، اور مین عالم بن عالم اور رئیس بن رئیس ہون، آپ ان کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجئے لیکن میرے مسلمان ہونے کی خبر نہ دیجئے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلا کر اسلام کی دعوت دی اور کہا عبد اللہ بن سلام کون شخص ہین؟ بولے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہین، فرمایا وہ مسلمان ہو سکتے ہین؟ جواب ملا کبھی نہین، عبد اللہ بن سلام مکان کے ایک گوشہ مین چھپے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی تو کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے، اور یہودیون سے کہا ذرا خدا سے ڈرو، تمھین خوب معلوم ہے کہ یہ رسول ہین، اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے، اور باینہمہ ایمان لانے پر تم لوگ آمادہ نہین ہوتے، یہود کو خلاف توقع جو خفت نصیب ہوئی، اس نے ان کو آتش زیر پا کر دیا، اور غصہ مین کہا کہ تم جھوٹے ہو اور ہماری جماعت کے بدترین شخص ہو اور تمھارا باپ بھی بدترین شخص تھا، حضرت عبد اللہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دیکھا، مجھکو اسی کا خوف تھا، ھ

غزوات | بدر و احد کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے، صاحب طبقات کے نزدیک خندق ان کا پہلا غزوہ تھا، اس لیے انھون نے صحابہؓ کے تیسرے طبقہ یعنی اصحاب خندق مین انکا تذکرہ کیا ہے، خندق کے بعد جو غزوے پیش آئے وہ ان مین بھی شامل ہوئے، امام سرخسی نے لکھا ہے کہ یہود خیبر کے محاصرہ کے وقت جنگی ضرورتون کی بنا پر جب ان کے نخلستان

ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۶۲ و ۵۶۱ ج ۱

صاف کیے جانے لگے تو اس کام پر جو لوگ متعین تھے، ان مین عبداللہ بن سلامؓ بھی تھے[1]،

عہد فاروقی | عہد نبوت کے بعد خلافت فاروقی مین جب حضرت عمرؓ صلح بیت المقدس

کیلیے مدینہ سے شام روانہ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ بھی ہمراہ تھے،

عہد عثمانی | حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت مین جب باغیون نے آستانۂ خلافت کا محاصرہ

کرکے آپ کے قتل کی تیاریان کین تو عبداللہؓ بن سلام حضرت عثمانؓ کی خدمت مین

حاضر ہوئے، اور کہا کہ آپ کی مدد کے لیے تیار ہون، فرمایا، تمھارا مکان کے اندر

رہنا ٹھیک نہین، باہر جاکر مجمع کو منتشر کرو، حضرت عبداللہ بن سلامؓ باہر تشریف

لائے، اور ایک مختصر تقریر کی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے؛

"لوگو! میرا نام جاہلیت مین فلان تھا (حصین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ

رکھا، میرے متعلق قرآن مجید مین کئی آیتین نازل ہوئین، چنانچہ شهد شاهد من بنی اسرائیل

اور قل کفی باللہ شهیداً بینی و بینکم و من عنده علم الکتاب میرے ہی شان مین

اتری ہین، خدا کی تلوار ابتک نیام مین ہے، اور فرشتون نے تمھارے شہر کو جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار الہجرت ہے، اپنا نشیمن بنالیا ہے، پس ڈرو! خدا سے

ڈرو! اور ان کو (حضرت عثمانؓ) قتل نہ کرو، خدا کی قسم اگر تم ان کے قتل پر کمربستہ ہوئے

تو تمھارے ہمسایہ فرشتے مدینہ چھوڑ دین گے، اور خدا کی وہ تلوار نکل پڑیگی جو اس وقت

تک نیام مین بند ہے، اور جو پھر قیامت تک نیام مین واپس نہ جائے گی لیکن سنگدلون

پر اس پرزور تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا، بلکہ اس کے خلاف شقاوت اور زیادہ ترقی کرگئی،

بولے کہ اس یہودی اور عثمان دونون کو قتل کر ڈالو،[2]

[1] شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۲۴۲ [2] صحیح ترمذی ص ۶۲۸

عہد مرتضوی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت مین مدینہ سے کوفہ دار الخلافہ تبدیل کرنا چاہا تو انھون نے آپ کو کہلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر نہ چھوڑیئے، ورنہ پھر اس کی زیارت نہ کر سکین گے، لوگون نے حضرت علیؓ کو خبر کی تو فرمایا، وہ بیچارے نہایت نیک آدمی ہین[1]،

وفات سنہ ۴۳ھ مین مدینہ منورہ مین انتقال ہوا، یہ امیر معاویہؓ کا زمانہ خلافت تھا،

اولاد دو بیٹے یادگار چھوڑے، یوسف اور محمد، دونون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین پیدا ہوئے تھے، یوسف بڑے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی گود مین بٹھایا، سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف نام رکھا[2]،

علم و فضل توراۃ اور انجیل کے عالم تھے، اسلام لانے کے بعد قرآن و حدیث کی طرف توجہ کی اور آپ کا شمار ان لوگون مین ہوا جن کی طرف سے مسائل مین فتویٰ لیا جاتا تھا، حضرت معاذ بن جبلؓ سے لوگون نے مرض الموت مین وصیت کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا مین نہ رہون گا، مگر علم اپنی جگہ پر باقی رہیگا، اور جو اس کی جستجو کرے گا خصوصیت سے چار آدمیون کے پاس پائیگا، پھر آپ نے ابو درداؓ، سلمان فارسیؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن سلامؓ کے متعلق یہ فرمایا،

کان یھودیا فاسلم فانی سمعت	یہ یہودی تھے مسلمان ہوئے، مین نے رسول اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ
یقول انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ	دسوین جنتی ہین،

حضرت ابوہریرہؓ باوجودیکہ خود بہت بلند پایہ کے تھے، مگر بعض مسائل آپ سے پوچھا

[1] اصابہ ج ۴ ص ۸۱ [2] مسند ص ۳۵ [3] مسند ج ۵ ص ۴۳۵ [4] اصابہ ج ۴ ص ۱۱

کرتے تھے، جمعہ کے روز ایک گھڑی ایسی ہے جسمین نمازی کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے عبداللہ بن سلام سے دریافت کیا کہ وہ کونسی گھڑی ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ عصر کے بعد کا وقت ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ یہ ذکر خاص حالتِ نماز کا ہے، حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ کیا یہ حدیث پیش نظر نہین ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ جب تک نماز کے انتظار مین رہتا ہے وہ گویا نماز مین ہوتا ہے، تو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ آپ ٹھیک فرماتے ہین،

روایت حدیث آپ سے صرف ۲۵ روایتین منقول ہین، راویون مین بعض صحابۂ کرام بھی ہین جن کے نام نامی یہ ہین، آپ کے دونون صاحبزادے یوسف ومحمد، ازارہ بن اوفی، ابوہریرہ، عبداللہ بن معقل، عبدالرحمان بن حنظلہ، تابعین مین حسب ذیل لوگون نے آپ سے روایتین کی ہین، خرشبہ بن الحر، قیس بن عبادہ، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، حمزہ بن یوسف آپ کے پوتے، عمرو بن محمد (پوتے) عوف بن مالک، ابوبردہ بن موسیٰ، ابوسعید المقبری، عبادۃ الزرقی، عطاء بن یسار، عبیداللہ بن حنیف غفاری،[1]

اتباع سنت عطاء بن یسار فرماتے ہین، آپ ان صحابہ مین تھے جو رفتار، گفتار، نشست وبرخاست ہر چیز مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو جمع کر کے انکے سامنے سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ (الآیۃ) تلاوت فرمائی تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا دستور تھا کہ وہ بھی لوگون کے سامنے یہ آیت تلاوت کیا کرتے تھے، اور یہ طریقہ امام اوزاعی تک برابر جاری رہا،[2]

[1] مسند ج ۵ ص ۴۶۲ [2] ایضاً

تواضع وخاکساری زندگی ہی جنت کی بشارت مل چکی تھی، علم وفضل اور تقویٰ ودیانت میں بھی آپ اپنی نظیر تھے لیکن اس فضل وکمال کے باوجود مزاج میں انتہائی تواضع وخاکساری تھی، حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں آئے، آپکے چہرہ سے خشوع وخضوع کا اظہار ہورہا تھا، آپنے دو رکعت نماز ادا کی، اس اثنا میں لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا، "یہ شخص جنتی ہے"، جب وہ نماز ادا کرچکے تو میں بھی ان کے ساتھ ہولیا، گھر پہونچکر کچھ باتیں کیں، جب ذرا آپ مجھ سے مانوس ہوگئے تو میں نے کہا کہ مسجد میں لوگ آپ کے متعلق ایسا کہہ رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو جو بات معلوم نہ ہو وہ بات نہیں کہنی چاہیے، پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائی کہ تمھارا خاتمہ اسلام پر ہوگا،

یہ بات آپ نے انکسار کی وجہ سے فرمائی، ورنہ اوپر گذرچکا ہے کہ معاذ بن جبل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ سنے ہیں کہ

انہ عاشر عشرۃ الجنۃ

اسی طرح کی ایک روایت سعدؓ بن عبادہ سے بخاری میں ہے،

ماسمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاحد یمشی علی الارض انہ من اھل الجنۃ الا لعبد اللہ ابن سلامؓ[1]	موجودہ لوگوں میں میں نے عبد اللہ ابن سلام کے علاوہ کسی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے نہیں سنا ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں،

[1] اس روایت میں اشکال یہ ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی بعض لوگ ہیں، جن کو زندگی ہی میں جنت کی بشارت دیدی گئی تھی، اور اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صرف عبد اللہ بن سلام ہی اس فضل کے مستحق ہیں، (باقی حاشیہ ص ۷۵ پر)

ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، لوگوں نے کہا آپ کو خدا نے اس سے مستغنی کیا ہے، فرمایا یہ ٹھیک ہے، لیکن میں اس سے کبر و غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں،[۱]

اس خاکساری و تواضع کے ساتھ حق و صداقت کا جوش بھی بے اندازہ تھا، فرماتے تھے کہ تم کو ایک بار قریش سے لڑائی پیش آئے گی، اس وقت اگر مجھکو قوت نہ ہو تو تخت پر بٹھا کر مجھکو فریقین کی صفوں کے درمیان رکھدینا،[۲]

(۴۳) حضرت عبدالرحمانؓ بن زبیر

نام و نسب عبدالرحمان نام، باختلاف روایت[۳] پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، عبدالرحمن بن زبیر ابن باطیا، القرظی، یہود کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے تھے،

اسلام یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کب اسلام لائے،

کتب احادیث میں آپ کا یہ واقعہ درج ہے،

حضرت رفاعہؓ نے اپنی بیوی تمیمہ کو طلاق دیدی تھی، جن سے عبدالرحمٰن بن زبیر نے شادی کرلی، مگر حضرت عبدالرحمانؓ کی کچھ طبعی قوت کی کمزوری کی وجہ سے ان سے نباہ

(بقیہ حاشیہ ص۷۴) حافظ ابن حجر نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیے ہیں، ان میں سب سے صحیح بات یہ ہے کہ سعد بن عبادہ نے دوسرے حضرات کی وفات کے بعد یہ کہا تھا، سعد بن عبادہ خود انہی مبشرین جنت میں ہیں، لیکن انھوں نے انکسار سے اپنا نام نہیں لیا،

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳ [۲] استیعاب ج ۱ ص ۳۹۶ [۳] ابن مندہ نے آپ کا سلسلۂ نسب یہ لکھا ہے، عبدالرحمٰن بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن مالک بن اوس، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوسی تھے، مگر حافظ ابن حجر نے اسکی تردید کی ہے، اور لکھا ہے کہ زبیر بن باطیا تو بنو قریظہ کے مشہور و معروف لوگوں میں ہیں، یہ ہو سکتا ہے کہ قبیلۂ اوس کے وہ متبنیٰ ہوں اور اس حیثیت سے اوسی بھی مشہور ہو گئے ہوں (اصابہ ج ۲ ص ۲۹۸، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸۹)

نہ ہو سکا، تمیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین، اور علیحدگی کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ باتین دریافت کین اسکے بعد آپنے فرمایا کہ حلالہ کی شرط جب تک پوری نہ ہوجائے گی، اس وقت تک تم کو علیحدگی کا اختیار نہین ہے۔ اس کے کچھ روز بعد پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئین، مگر آپ نے پھر بھی علیحدگی کی اجازت نہین دی، پورا واقعہ حضرت رفاعہؓ کے تذکرہ مین آچکا ہے،

وفات آپ کی وفات کی کچھ کوئی تصریح نہین ملتی، مگر حضرت رفاعہؓ کے حالات مین گذر چکا ہے کہ تمیمہ حضرت عمرؓ کے زمانہ تک چاہتی رہین کہ حضرت عبد الرحمٰن بن زبیر سے علیحدگی ہوجائے، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ غالباً حضرت عبد الرحمانؓ عہد فاروقی تک زندہ رہے، واللہ اعلم،

اس آیت کا شان نزول آپ ہی کے نکاح کا واقعہ ہے،

فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

پس جب تک دوسرا شوہر نکاح نہ کرلے دوسرا نکاح جائز نہین ہے،

(۴۴) حضرت عداسؓ

عداس نام تھا شیبہ بن ربیعہ کے غلام تھے نینوا کے مشہور مقام موصل کے کسی گاؤن کے رہنے والے تھے۱؎، مذہباً عیسائی تھے،

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل طائف کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے، اور ان لوگون نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کی اور آپ وہان سے واپس ہوئے تو راستہ مین شیبہ اور عتبہ نے جو آپ کی یہ حالت دیکھ رہے تھے، عداس کو انگور کے کچھ خوشے

۱؎ اصابہ ج ۴ صفحہ ۲۴۴

دیگر آپ کے پاس بھیجا، جب عداسؓ آپ کے پاس انگور لائے تو آپ نے بسم اللہ فرمایا اور لے لیا،
عداسؓ نے تعجب سے کہا کہ یہ تو ایک نیا طرز کلام سن رہا ہون، آپ نے فرمایا کہ کہان
کے رہنے والے ہو، عداسؓ نے بتایا کہ نینوا کا رہنے والا ہون، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جہان کے حضرت یونسؑ رہنے والے تھے، عداسؓ نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم
ہوا کہ یونس کون ہین، آپ نے فرمایا کہ وہ بھی نبی تھے اور مین بھی نبی ہون،[۱]
اسلام | عداسؓ نے نبوت کے یہ آثار و صفات دیکھکر آپ کے دست مبارک اور
پیرون کا بوسہ لیا، اور کہہ اٹھے

اشهد انك عبد الله و رسوله[۲] مین گواہی دیتا ہون کہ بیشک آپ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہین،

شیبہ و عتبہ دور سے حضرت عداسؓ کی یہ کیفیت دیکھ رہے تھے، جب وہ واپس ہوئے
تو انھون نے کہا کہ تم نے دست بوسی کیون کی، حضرت عداسؓ نے کہا کہ یہ دنیا کے بہترین
شخص ہین، یہ سنکر ان دونون نے کہا کہ کہین وہ تمھین تمھارے دین سے برگشتہ نہ کر دین، تمھارا
دین ان کے دین سے بہتر ہے، (البدایہ ج ۳)

بدر کے روز جب دونون طرف سے جنگ کی تیاریان ہو رہی تھین تو حضرت عداسؓ
ایک ٹیلہ پر بیٹھ گئے، جب شیبہ اور ربیعہ ادھر سے گزرے تو آپ نے ان دونون کا پیر تھام لیا،
اور فرمایا کہ خدا کی قسم تم لوگ نبی سے لڑنے کے لیے جا رہے ہو، تم لوگون کا بچکر واپس آنا بہت
مشکل ہے، حضرت عداسؓ کو ان دونون سے ایک گونہ تعلق تھا، اس لیے بہت کچھ سمجھایا،
مگر وہ نہ مانے تو آپ الگ غمگین ہو کر بیٹھ گئے،[۳]

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۰، ایک روایت مین ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم فرمایا زرقانی ص ۳۰۷ [۲] اصابہ طبع ۲ ج ۴ [۳] زرقانی
نے یہ تمام واقعات تفصیل سے لکھے ہین، اور اصابہ مین بھی یہ واقعات مذکور ہین، زرقانی ج ۱ ص ۳۵۸ و اصابہ طبع ۲ ج ۴

زندگی کے دوسرے واقعات کا ذکر رجال کی کتابون مین نہین ملتا،

(۵۴) حضرت عدی بنؓ حاتم

نام ونسب: عدی نام، ابوطریف کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عدی بن حاتم، عبداللہ بن سعد بن مشرج بن امرا القیس، ابن عدی بن ربیعہ بن جرول بن ثعل بن عمرو بن غوث بن طے بن اود بن زید بن کہلان، عدی مشہور حاتم طائی کے جنکی فیاضیان ضرب المثل ہین، بیٹے ہین، عقیدۃً کے اعتبار سے عیسائیون کے رکوسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے،

عدی کا خاندان مدت سے قبیلہ طے پر حکمران چلا آتا تھا، اور ظہور اسلام کے وقت وہ خود تخت فرمانروائی پر تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئین اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اثر و اقتدار اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا اور عدی کو نظر آیا کہ کچھ دنون مین ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر اطاعت خم کیے بغیر چارہ کار نہین رہ جائے گا، تو دوسرے فرمانرواؤن کی طرح ان کی نخوت کو بھی ایک معمولی قریشی کی ماتحتی اور حکومت گوارا نہ ہوئی، لیکن ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا روکنا ان کے بس سے باہر تھا، دوسری طرف حکمرانی کا غرور اسلام کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہ دیتا تھا، اس لیے انھون نے ترک وطن کا فیصلہ کر لیا، اور سامان سفر درست کر کے اسلامی فوجون کی آمد کا انتظار کرنے لگے کہ ادھر وہ ان کے حدود کی طرف بڑھین اُدھر یہ اپنا وطن چھوڑ کر نکل جائین، جب اسلامی شہسوار قبیلہ طے مین پہنچے تو عدی اپنے اہل وعیال کو لیکر اپنی عیسائی برادری کے پاس شام چلے گئے،[1]

اتفاق سے عدی کی ایک عزیزہ چھوٹ گئی تھین، وہ مسلمانون کے ہاتھ آئین،

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۴۴

اور عام قیدیون کے ساتھ ایک مقام پر منتقل کر دی گیئن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا، تو ان خاتون نے عرض کیا، یا رسول اللہ! باپ مر چکے ہین، چھڑانے والا اس وقت موجود نہین ہے، مجھ پر احسان کیجئے، خدا آپ پر احسان کرے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، چھڑانے والا کون ہے؟ عرض کیا عدی بن حاتم، فرمایا وہی عدی جس نے خدا و رسول سے فرار اختیار کیا، یہ کہہ کر چلے گئے، دوسرے دن پھر گذرے، اسیر خاتون نے پھر وہی درخواست کی، اور پھر وہی جواب ملا، تیسری مرتبہ اس نے حضرت علیؓ کے مشورے سے درخواست کی، اس مرتبہ درخواست قبول ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہا فرما دیا، لیکن چونکہ بڑے گھر کی عورت تھین، اس لیے ان کے رتبہ اور اعزاز کا لحاظ کر کے ارشاد ہوا کہ ابھی جانے مین جلدی نہ کرو، جب تمھارے قبیلہ کا کوئی معتبر آدمی مل جائے تو مجھے خبر کرو، چند دنون کے بعد قبیلہ بلی اور قضاعہ کے کچھ لوگ مل گئے، طائی خاتون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ نے ان کے شایانِ شان سواری، لباس اور اخراجاتِ سفر کا انتظام کر کے بحفاظت تمام روانہ کر دیا، یہان سے یہ خاتون براہِ راست عدی کے پاس شام پہنچین، اور ان کی نہایت بری طرح خبر لی، کہ تم سے زیادہ قاطع رحم کون ہو گا، اپنے اہل و عیال کو لے آئے اور مجھکو تنہا چھوڑ دیا، عدی نے ندامت اور شرمساری کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا، چند دنون کے بعد عدی نے ان سے پوچھا، تم ہوشیار اور عاقلہ ہو، تم نے اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا رائے قائم کی، انھون نے کہا کہ میری یہ رائے ہے کہ جسقدر جلدی ہو سکے تم ان سے ملو، اور اگر وہ نبی ہین تو ان سے ملنے مین سبقت کرنا شرف و سعادت ہے، اور اگر بادشاہ ہین تو بھی یمن کا ایک باعزت فرمانروا انکا کچھ نہین بگاڑ سکتا۔[1]

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۶ و ۳۲۷۔

یہ معقول بات عدی کے سمجھ مین آگئی، چنانچہ وہ شام سے مدینہ آئے، اور مسجد نبوی
مین آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، آپ نے انکا نام پوچھا اور انکو لیکر کاشانہ اقدس کیطرف چلے،
راستہ مین ایک بوڑھی عورت ملی اس نے آپکو روک لیا، آپ دیر تک اس سے باتین کرتے
رہے، اس کا عدی کے دل پر خاص اثر ہوا، اور انھون نے کہا کہ یہ طرز دنیاوی بادشاہ کا
نہین ہو سکتا، گھر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باصرار عدی کو ایک گدے پر بٹھایا،
اور خود زمین پر بیٹھے، اس اخلاق کا عدی کے دل پر اور اثر ہوا اور انھین یقین ہو گیا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح دنیاوی بادشاہ نہین ہو سکتے، اس کے بعد آنحضرت صلعم
نے عدی کے سامنے اسلام پیش کیا، انھون نے کہا کہ مین تو ایک مذہب کا پیرو ہون،
آپ نے فرمایا، میں تمھارے مذہب سے تم سے زیادہ واقف ہون، عدی نے متعجبانہ
پوچھا آپ میرے مذہب سے مجھ سے زیادہ واقف ہین؟ فرمایا، بیشک، کیا تم رکوسی[1] نہین ہو،
اور مال غنیمت کا چوتھائی حصہ نہیں لیتے ہو، عدی نے اقرار کیا، ان کے اقرار کے بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراضاً فرمایا کہ یہ تو تمھارے مذہب مین جائز نہین ہے، یہ حقیقت
سنکر عدی کمزور پڑ گئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سمجھتا ہون کہ کیا چیز تمھارے
اسلام قبول کرنے مین مانع ہوتی ہے، اسلام کے متعلق تمھارا خیال ہوگا کہ اس کے
پیرو کمزور اور ناتوان لوگ ہین، جن کے پاس نہ کوئی طاقت ہے اور نہ انکا کوئی پرسان حال،
پھر پوچھا، تم حیرہ کو جانتے ہو، عدی نے کہا، دیکھا تو نہین ہے، لیکن نام سنا ہے، آپ نے فرمایا
اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، ایک دن خدا اسلام کو تکمیل کے درجہ تک
پہنچائے گا اور (اس کی برکت سے) ایک تنہا عورت بلا کسی حفاظت کے حیرہ سے آکر
کعبہ کا طواف کرے گی، اور کسری بن ہرمز کا خزانہ فتح ہوگا، عدی نے استعجاباً پوچھا کسری

[1] رکوسی عیسائی مذہب کا ایک فرقہ ہے،

ابن ہرمز! فرمایا ہاں، کسریٰ بن ہرمز، اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ لوگون کو دیا جائے گا اور وہ لینے سے انکار کرین گے، اس گفتگو کے بعد عدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر مسلمان ہوگئے،[۱]

امارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نئے مسلمان سے اس کے رتبہ کے مطابق کام لیتے تھے، اور اسلام سے پہلے جن کا جو رتبہ تھا اس کو اسلام کے بعد برقرار رکھتے تھے، عدی قبیلہ طے کے حکمران تھے، اس لیے اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طے کی امارت پر ممتاز فرمایا،[۲]

عہد صدیقی حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے عرب قبائل نے زکوٰۃ دینی بند کردی، اس موقع پر عدی کی کوششون سے ان کا قبیلہ اس فتنہ سے محفوظ رہا، اور عدی برابر زکوٰۃ وصول کرکے دربار خلافت مین پہنچاتے رہے،[۳]

عہد فاروقی ۱۳ھ مین جب حضرت عمرؓ نے عراق کی فتوحات کی تکمیل کے لیے تمام ممالک محروسہ سے فوجین طلب کین، تو عدی بھی اپنے قبیلہ کے آدمیون کو لیکر شرکت جہاد کے لیے پہنچے، اور امیر العسکر مثنیٰ کے ساتھ حیرہ کے معرکہ مین شریک ہوئے، اس معرکہ مین مسلمانون کو کامیابی ہوئی، اور ایرانیون نے شکست کھائی، اس کے بعد نہر مثنیٰ پر صف آرائی ہوئی، اس مین بھی عدی شریک تھے اور ایرانی ناکام رہے،[۴] اس کے بعد جسر کے معرکہ مین شرکت کی، اس مین مثنیٰ کی غلطی سے مسلمانون کو شکست ہوئی،[۵] اس سلسلہ کی سب سے بڑی جنگ قادسیہ

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۷۸، مسند مین یہ حالات جستہ جستہ ہین، ہم نے انھین جمع کرکے ایک سلسلہ مین لکھدیا ہے، [۲] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۳ [۳] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶ [۴] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۲ [۵] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳

مین بھی عدی نے دادِ شجاعت دی[1]، سب سے آخر مین کوثیٰ اور مدائن پر فوج کشی ہوئی، عدی اس مین بھی شریک اور مدائن کے فاتحین مین تھے، ان کے سامنے کسریٰ کا خزانہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، اور انھون نے اپنی آنکھون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوتی ہوئی دیکھ لی[2]، ان لڑائیون کے علاوہ تستر اور نہاوند کے معرکون مین بھی شریک[3] تھے، شام کی بعض جنگوں مین بھی وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ تھے، غرض اس عہد کی اکثر لڑائیون مین انھون نے شرکت کی سعادت اور فتوحات حاصل کین،[4]

عہد مرتضوی حضرت عثمانؓ کے طرزِ عمل سے عدی کو اختلاف تھا اس لیے ان کے زمانہ مین بالکل خاموش رہے، اُن کی شہادت کے بعد جب حضرت علیؓ اور دوسرے اکابر صحابہ مین اختلاف ہوا، تو عدی نے حضرت علیؓ کی نہایت پرجوش حمایت کی، چنانچہ جنگ جمل مین وہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، بصرہ کے قریب جب حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو مرتب کیا تو قبیلہ طے کا علم عدی کو عنایت کیا، وہ جنگ جمل مین حضرت علیؓ کی حمایت مین نہایت جانبازی کے ساتھ لڑے، جس مین ان کی ایک آنکھ کام آگئی،[5] جنگ جمل کے بعد صفین مین بھی وہ اسی جوش وخروش کے ساتھ حضرت علیؓ کی حمایت مین نکلے، اس جنگ مین بنو قضاعہ کی کمان حضرت عدیؓ کے ہاتھون مین تھی[6] صفین کا معرکہ مدتوں جاری رہا، شروع مین فریقین کے بہادر ایک ایک دستہ لیکر میدان مین اترتے تھے، ایک دن حضرت خالدؓ کے صاحبزادے شامیون کی جانب سے میدان مین اترے، حضرت علیؓ کی جانب سے جناب عدی ان کے مقابلہ کو نکلے، اور صبح سے شام تک مقابلہ کرتے رہے[7]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷ [3] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲۱
[4] اخبار الطوال ص ۱۵۵ [5] ایضاً [6] ایضاً ص ۱۸۳ [7] ایضاً ص ۱۹۰

ایک دن جبکہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور عراقی فوجین پراگندہ ہو رہی تھین، حضرت علیؓ علیحدہ ایک دستہ کو لیے صف آرا تھے، عدی کو حضرت علیؓ نظر نہ آئے تو آپ کی تلاش مین نکلے، اور ڈھونڈھ کر عرض کیا کہ اگر آپ صحیح و سالم ہین تو معرکہ سر کر لینا کچھ دشوار نہین ہے، مین آپ کی تلاش مین لاشوں کو روندتا ہوا آپ تک پہنچا ہون، اس دن سب سے زیادہ ثابت قدمی عدی نے دکھائی تھی، ان کا ماتحت دستہ ربیعہ اس بہادری سے لڑا کہ حضرت علیؓ کو کہنا پڑا کہ ربیعہ میری زرہ اور تلوار ہین۔[۱]

صفین کے بعد نہروان کا معرکہ گرم ہوا، اس مین بھی عدی حضرت علیؓ کے دست راست تھے، غرض شروع سے آخر تک وہ برابر حضرت علیؓ کے جان نثارانہ شریک رہے۔[۲]

وفات مختار ثقفی کے خروج تک عدی کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے، اس اعتبار سے وہ جنگ صفین کے بعد ۳۰ سال تک زندہ رہے، مگر اس تیس سالہ زندگی کے واقعات پردۂ خفا مین ہین، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے فدائیون مین تھے، اور آپ کے بعد انھون نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوفہ مین عزلت کی زندگی بسر کرتے تھے، اور یہین ؁۶۷ھ مین وفات پائی۔[۳]

فضل و کمال عدی گو آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، تاہم چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضؓ کے پاس برابر آتے جاتے رہتے تھے خصوصاً حضرت علیؓ سے ۔۔۔ ان کے تعلقات بہت زیادہ تھے، اس لیے وہ مذہبی علوم سے بھی واقف تھے، چنانچہ ان کی ۶۶ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے چھ متفق علیہ ہین، اور تین مین امام بخاری اور دو مین امام مسلم منفرد ہین[۴]، ان کے تلامذہ مین عمرو بن حریث، عبداللہ بن معقل، تمیم بن طرفہ

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۹۰ [۲] استیعاب ص ۵۱۰ ج ۲ [۳] اخبار الطوال ص ۱۹۰ [۴] تہذیب الکمال ص ۲۶۳

خیثمہ بن عبدالرحمٰن، محل بن خلیفہ طائی، عامر الشعبی، عبداللہ بن عمرو، ہلال بن منذر، سعید بن جبیر، قاسم بن عبدالرحمٰن، عبادہ بن حبیش وغیرہ قابل ذکر ہین[1]، علامہ ابن عبدالبر نے ان کے کمالات کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے،

کان سیدا شریفاً فی قومہ	وہ اپنی قوم کے معززین میں تھے خطیب
خطیباً حاضر الجواب فاضلاً کریماً[2]	حاضر جواب، فاضل اور کریم تھے،

مذہبی زندگی | یون تو عدی کی پوری زندگی خالص مذہبی زندگی تھی، لیکن نماز اور روزون کیساتھ خاص شغف تھا، نماز کے لیے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے کبھی اقامت کے وقت وضو کی ضرورت نہین پڑی[3]، ہر وقت نماز مین دل لگا رہتا تھا، اور نہایت اشتیاق سے نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے[4]، روزہ کے شرائط کی اسی سختی سے پابندی کرتے تھے کہ جب یہ آیت

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ	یہان تک کہ ظاہر ہو جائے تمھارے لیے
مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ	سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے،

نازل ہوئی تو سوتے وقت سفید و سیاہ عقال تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے، اور اس سے سحری کے وقت کے اختتام کا اندازہ لگاتے تھے، لیکن سیاہی اور سفیدی مین کوئی امتیاز نہین ہوتا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تمھارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے، اسود و ابیض سے مراد رات دن ہین[5]،

فیاضی | سخاوت و فیاضی وراثۃً ملی تھی، ان کا دروازہ ہر وقت ہر شخص کے لیے کھلا رہتا تھا،

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۱۶۷، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶ [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۸ [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶ [5] ابوداؤد کتاب الصوم باب وقت السحور

ایک مرتبہ اشعث بن قیس نے دیگین مانگ بھیجین، حضرت عدیؓ نے انھین بھروا کر بھیجا، اشعث نے کہلا بھیجا کہ مین نے تو خالی مانگی تھین، جواب مین کہلا بھیجا کہ مین عاریۃً بھی خالی دیگ نہین دیتا،[۱] ایک مرتبہ ایک شاعر سالم بن عارہ نے آکر کہا مین نے آپ کی مدح مین اشعار کہے ہین، عدی نے کہا رک جاؤ مین ذرا اپنے مال واسباب کی تفصیل تو تمھین بتلا دون، اس کے بعد سنانا، میرے پاس ایک ہزار بچے والے مویشی، دو ہزار درہم، ۳ غلام اور ایک گھوڑا ہے، اس کے بعد شاعر نے مدحیہ قصیدہ سنایا،[۲] جو شخص ان کے رتبہ سے کم سوال کرتا اسے نہ دیتے تھے، صحیح مسلم مین بروایت صحیح مروی ہے کہ ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا، اتنی کم رقم سنکر بولے، مین حاتم کا بیٹا ہون اور تم مجھ سے صرف سو درہم مانگتے ہو، خدا کی قسم ہرگز نہ دون گا،[۳]

ان کی فیاضی سے انسان تو انسان حیوان تک مستفید ہوتے تھے، چیونٹیون کی غذا مقرر تھی، ان کے لیے روٹیان توڑ کر ڈالتے تھے، کہتے تھے یہ بھی حقدار ہین،[۴]

بارگاہ نبوی مین عزت

عدی اپنے ذاتی اور خاندانی فضائل کی وجہ سے بڑی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے تو آپ ان کے لیے جگہ خالی کر دیتے،[۵] خلفا کے یہان بھی یہی وقعت قائم تھی، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مدینہ آئے اور ان سے ملکر پوچھا، آپ نے مجھے پہچانا، فرمایا، پہچانتا کیون نہین تم اس وقت ایمان لائے جب لوگ کفر مین مبتلا تھے، تم نے اس وقت حق کو جانا، جب لوگ حق کے منکر تھے، اور تم نے اس وقت وفا کی جب لوگ دھوکا دے رہے تھے، اور

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶ [۳] مسلم ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ مصر [۴] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ [۵] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷

تم اس وقت آئے جب لوگ پیٹھ پھیر رہے تھے، سب سے پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے چہروں کو بشاش کیا وہ تمہارے قبیلہ طے کا تھا،[۱]

(۴۶) حضرت عطیۃ القرظیؓ

نام ونسب	عطیہ نام، باپ کے نام کے متعلق کوئی تصریح نہین ملی، قبیلہ بنو قریظہ کے یہودی تھے،[۲]
اسلام	بنو قریظہ کے روز جو لوگ نابالغ سمجھکر چھوڑ دیے گئے تھے، اور بعد مین مسلمان ہوگئے، ان مین حضرت عطیہؓ بھی تھے،[۳]

زندگی کے عام حالات اور وفات کے متعلق کوئی تصریح نہین ملی،

علم وفضل	کتب احادیث مین آپ کی ایک روایت مجاہد عبدالملک بن عمیر وغیرہ کے واسطے سے مروی ہے،[۴]

(۴۷) حضرت علی بن رفاعہؓ

نام ونسب	علی نام، حضرت رفاعہؓ صحابی کے صاحبزادے اور نسباً یہودی تھے،[۵]
اسلام اور شرف صحبت	غالباً اپنے والد حضرت رفاعہؓ کے ساتھ اسلام لائے ہون گے، اپنے والد کے بارے مین فرماتے ہین کہ اہل کتاب مین سے جو لوگ اسلام لائے تھے، اُن مین میرے والد بھی تھے، اسی روایت کی بنا پر صاحب تجرید اور ابو موسیٰ وغیرہ کا خیال ہے کہ ان کو شرف صحبت حاصل نہین ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے،

۱؎ اصابہ ج ۴ ص ۲۲۹ خفیف تغیر کے ساتھ یہ روایت بخاری کتاب المغازی مین بھی ہے ۲؎ استیعاب ص ۵۱۸
۳؎ اسد الغابہ ص ۴۱۳ ج ۳ ۴؎ ایضاً ۵؎ اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵

اور لکھا ہے کہ ابو حاتم نے ایک روایت نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحابی ہین، وہ روایت یہ ہے، عمرو کہتے ہین کہ مجھے طاؤس نے لکھا کہ مخابرہ[1] کے متعلق انصار سے دریافت کرو، مین نے علی بن رفاعہ سے دریافت کیا، تو انھون نے فرمایا کہ

هو كرأ الارض بالثلث والربع — مخابرہ نام ہے زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار پر اٹھانے کا،

علم وفضل | مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھین دینی مسائل اور احکام مین کافی درک تھا، اور لوگ ان سے مسائل پوچھتے تھے،

(۴۸) حضرت عمرو بن سعدیؓ

نام ونسب | عمرو نام، باپ کا نام سعدی قبیلہ قریظہ سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | بنو قریظہ جس روز جلاوطن کیے گئے، آپ یہود کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اے یہود تم لوگون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نقض عہد کیا، ان سے غداری کی، ان سے تم نے معاہدہ کیا تھا کہ ان کے دشمنون کی مدد نہ کروگے، مگر تم نے اس کی خلاف ورزی کی، مین نے اس وقت بھی اس سے گریز کیا تھا، اور اب بھی تم سے بالکل علحدہ ہون،[2]

البدایہ والنہایہ مین ہے کہ انھون نے یہ بھی کہا کہ

يا قوم رأيتم ما رأيتم فاتبعوني — اے قوم جو کچھ پیش آیا وہ تم دیکھ چکے۔ اب آؤ

---

[1] مزارعہ اور مخابرہ مین فرق ہے، مزارعہ مین بیج مالک کا ہوتا ہے، اور مخابرہ مین عامل کا، دوسرا فرق صاحب مجمع بحار الانوار نے یہ بیان کیا ہے۔ مزارعة اكتراء العامل ببعض ما يخرج والمخابرة اكتراء العامل الارض ببعض ما يخرج جلد الفظ "خبر" یہ لفظ خبار یا خیبر سے مشتق ہے،

[2] اصابہ جلد ۲ ص ۵۳۸

تعالوا نتبع محمدا واللہ انکم	محمد کا اتباع کرین، خدا کی قسم تمہین معلوم
تعلمون انہ نبی قد بشر نا بہ	ہے کہ ابن الہیبان اور ابن الحراش جو
وبامرہ ابن الہیبان وعمیر	ہم سب سے بڑے عالم تھے ان کی آمد اور
ابن الحراش ھو اعلم یھود[1]	اس واقعہ کی خبر دے چکے تھے،

اس کے بعد وہ مسجد مین آئے، اور رات وہین بسر کی، اور اسلام قبول کیا، اور پھر دوسرے روز مدینہ سے باہر کہین چلے گئے، ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

ذالک رجل نجاہ اللہ	اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو اسکی سچائی کی
بصدقہ[2]	وجہ سے نجات دی،

(۴۹) حضرت عمیرؓ بن امیہ

عمیر نام، باپ کا نام امیہ تھا، پورا سلسلۂ نسب معلوم نہین، ذیل کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یہودی تھے،

ان کے ایک بہن تھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف طریقہ سے تکلیف دیتی تھی اور سخت وسست کہا کرتی تھی، حضرت عمیرؓ کو ایک روز غصہ آیا اور چپکے سے اسے قتل کر دیا، جب اس کے لڑکون کو خبر ہوئی تو بہت برہم ہوئے، اور آپ کے بجائے ایک دوسرے شخص کو قاتل سمجھکر اس سے بدلہ لینا چاہا، حضرت عمیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور عرض کیا یا رسول اللہ مین نے قتل کیا ہے، فرمایا اپنی بہن

[1] البدایہ ج ۴ ص ۸۰ [2] اصابہ ج ۲ ص ۵۳۸

کو قتل کر ڈالا؟ کہا ہان یا رسول اللہ. وہ آپ کو بہت تکلیف دیا کرتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لڑکون کو بلوایا، اور واقعہ پوچھا، انھون نے ایک دوسرے شخص کا نام لیا، لیکن آپ نے انھین عمیر کا نام بتلایا اور ان کو سمجھا بجھا کر معاملہ رفع دفع کر دیا،

جس عورت کو انھون نے قتل کیا تھا، اس کے متعلق تصریح ہے کہ وہ یہودیہ تھی[1]، اور چونکہ وہ آپ کی بہن تھی، اس لیے آپ بھی یہودی رہے ہون گے، واللہ اعلم،

(۵۰) حضرت کثیرؓ بن السائب

نام ونسب: کثیر نام، باپ کا نام سائب تھا، جو خاندان قریظہ سے تھے، غزوۂ قریظہ مین جو لوگ نابالغ سمجھکر چھوڑ دیے گئے تھے، ان مین حضرت کثیرؓ بھی تھے، نسائی نے ان سے صرف ایک روایت کی ہے لیکن ابونعیم اور ابن مندہ وغیرہ نے متعدد روایتون کی تخریج کی ہے[2]،

زندگی کے اور حالات معلوم نہین ہو سکے،

(۵۱) حضرت کرزؓ بن علقمہ

نام ونسب: کرز یا کوز[3] نام، باپ کا نام علقمہ تھا، آپ کا نسبی تعلق قبیلہ بکر بن وائل سے تھا،

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴۰، [2] بعض لوگون نے ان کو زمرۂ تابعین مین شمار کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر نے اصابہ مین ابونعیم ابن شاہین، اور ابن مندہ وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہین جن سے آپ کا صحابی ہونا ثابت ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ اصابہ ذکر کثیر بن السائب [3] نام مین تھوڑا اختلاف ہے، بعض لوگون نے کرز اور بعض لوگون نے کوز لکھا ہے،

آپ نے اپنے بھائی ابو حارثہ کے ساتھ نصرانیت قبول کر لی تھی، اور نجران میں مقیم ہو گئے تھے، اس لیے نجرانی مشہور ہیں [۱]

اسلام | جب نجران کے عیسائیوں کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آیا تو اس میں آپ کا بھائی ابو حارثہ بن علقمہ بھی تھا، دونوں بھائی ایک ہی سواری پر سوار تھے، راستہ میں جب کہیں سواری کو ٹھوکر لگتی تو کرز کہتے کہ تعس الابعد (دور رہنے والے (محمد) کا برا ہوا) ابو حارثہ نے یہ سنا تو کہا کہ تمہارا برا ہو، کرز نے بھائی سے کہا ایسا کیوں کہتے ہیں، بھائی نے جواب دیا کہ

قد واللہ النبی الذی کنا ننتظرہ [۲] — خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جس کا ہم لوگ انتظار کر رہے تھے۔

پھر کرز نے کہا کہ تو تم ان کا اتباع کیوں نہیں کرتے ہو؟ ابو حارثہ نے کہا کہ یہ مال و دولت، اور عزت و عظمت جو کچھ حاصل ہے وہ سب چھن جائے گی، ابو حارثہ کا یہ جملہ حضرت کرز رضی اللہ عنہ کے دل میں نور یقین پیدا کر دینے کا سبب ہو گیا اس وقت تو وہ خاموش رہے مگر کچھ روز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کر لیا، متاخر الاسلام تھے اس لیے زندگی کے زیادہ تر واقعات پردۂ خفا میں ہیں،

(۵۲) حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن سلیم

نام و نسب | کعب نام، باپ کا نام سلیم تھا، یہود مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قریظہ سے تھے، چونکہ قریظہ اوس کے حلیف تھے اس لیے کعب قرظی اور اوسی دونوں مشہور ہیں،

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۵۶ [۲] اصابہ ج ۳ ص ۲۹۲۔

اسلام | بنو قریظہ کے روز جو لوگ نابالغ سمجھکر چھوڑ دیے گئے تھے، ان مین حضرت کعبؓ بھی تھے، اور اپنے دوسرے احباب کی طرح بعد مین دائرۂ اسلام مین داخل ہو گئے،

وفات | وفات کا سنہ معلوم نہین،

اولاد | دینی و مذہبی فضل و کمال کے علاوہ آپ کا اضافی فضل یہ ہے کہ محمد بن کعب القرظی مشہور تابعی آپ ہی کے صاحبزادے ہین،[۱]

(۵۳) حضرت محربؓ

نام و نسب | محرب نام، الرباب الشنی مشہور عیسائی کاہن کے لڑکے تھے،

صاحب اصابہ نے آپ کو صحابہ مین شمار کیا ہے،[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عمان کے والی ابن الجلندی کے پاس بطور سفیر بھیجا تھا[۳]

آپ کے ایک صاحبزادے مثنیٰ بڑے صاحبِ فضل و کمال ہوئے ہین،[۴]

(۵۴) حضرت محمد بن عبد اللہ بن سلامؓ

نام و نسب | محمد نام، حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے صاحبزادے تھے

اسلام | آپ کے اسلام لانے کی کوئی تصریح نہین ملتی ہے، غالباً حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے ساتھ اسلام لائے ہون گے، آپ کو شرف صحبت اور روایت دونون حاصل ہے،

کتب رجال مین ہے کہ

لہ رویة وروایة محفوظة[۵] ان کو صحبت اور روایت دونون حاصل ہے،

[۱] استیعاب ج ۱ ص ۲۶۶ [۲] اصابہ ج ۶ ص ۴۰ [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] اصابہ

مسند میں آپ سے دو روایتیں مروی ہیں، ان میں ایک روایت بہت مشہور ہے وہ یہ ہے،

عن محمد بن عبد اللہ بن سلام لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علینا یعنی قبا[1] قال ان اللہ عز وجل قد اثنی علیکم فی الطہور

وفات اور زندگی کے دوسرے حالات کتب رجال میں مذکور نہیں ہیں،

(۵۵) حضرت مخیریق رض

نام ونسب مخیریق نام، قبیلہ نضیر[2] سے نسبی تعلق تھا، آپ کا شمار علمائے یہود میں تھا،

اسلام اسلام قبول کرنے کے متعلق کتب رجال وسیر میں صرف اتنا مذکور ہے،

کان خیراً عالماً فامن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم[3]

نہایت صالح اور عالم تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے،

غزوۂ احد میں شرکت اور شہادت غزوۂ احد پیش آیا تو حضرت مخیریق رض یہود مدینہ کے پاس آئے، اور ان سے کہا کہ تم لوگوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر طرح مدد کرنی چاہیے، جبکہ تمہیں یہ علم ہے کہ ان کی مدد تم پر ضروری ہے، یہود نے کہا کہ آج یوم سبت (سنیچر) ہے، ہم کیسے تلوار اٹھا سکتے ہیں، فرمایا، سبت وغیرہ کیا چیز ہے؟ فوراً تلوار ہاتھ میں لی، اور سر بکف خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، اور تمام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر پامردی سے لڑے، اور شہادت پائی،[4]

---

[1] اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا خانوادہ مدینہ میں قبا میں رہتا تھا [2] تجرید ج ۲ ص ۷، اصابہ میں ہے کہ انہ کان من بقایا بنی قینقاع مگر حافظ ابن حجر کا رجحان آپ کے نضری ہونے کی طرف ہے، کیونکہ انھوں نے "مخیریق النضری" سرخی قائم کی ہے، [3] تجرید ج ۲ ص ۷، [4] اصابہ ج ۳ ص ۳۹۳

فضل وکمال | آپ نے جب شہادت پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مخیریق سابق یہود[1] مخیریق یہود میں سب سے آگے جانے والے ہیں،
مدینہ میں آپ کے کئی باغات تھے، جب غزوہ احد میں آپ زخمی ہوئے تو اپنی ساری جائداد باغ اور مال واسباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت کر گئے، آپ نے جو باغات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے تھے، ان کے نام یہ ہیں،
المیثب، الصائفہ، الدلال، حسن، حجرفہ، الاعواف، مشربہ ام ابراہیم[2]
حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخیریق کی اسی جائداد سے عام مسلمانوں کی مدد اور صدقات وغیرہ کیا کرتے تھے[3]

(۵۶) حضرت میمون بن یامین رضی اللہ عنہ

نام ونسب | میمون نام، باپ کا نام یامین، یہود کے مشہور قبیلہ قریظہ سے تھے، اسلام لانے سے پہلے اپنے قبیلہ میں بہت ممتاز تھے، اور آپ کا شمار احبار یہود میں تھا،[4]
اسلام | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو میمون خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کیا، لیکن دل میں یہ تڑپ تھی کہ ان کی قوم کے دوسرے لوگ بھی اس دولت سرمدی وسعادت ابدی سے بہرہ ور ہوتے تو اچھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ یہود کو بلوائیں اور ان سے فرمائیں کہ وہ آپ کے اور اپنے درمیان کوئی حکم مقرر کر لیں، جس کے فیصلہ پر دونوں فریق گردن جھکا دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] اصابہ جلد ۳ ص ۳۹۳ [2] ایک روایت میں المیثب کے بجائے المبشر ہے اور الاعواف کی جگہ المعوال ہے اصابہ جلد ۳ ص ۳۹۳ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۷۴

یہود کو بلوا بھیجا، اور میمون سے کہا کہ تم مکان کے اندر چلے جاؤ، یہود آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اور میرے درمیان ایک حکم مقرر کرلو جس کی تصدیق و عدم تصدیق کے فیصلہ پر ہم دونوں سر جھکا دیں، سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم میمون بن یامین کو اپنا حکم مقرر کرتے ہیں، اگر انھوں نے آپکی تصدیق کرلی تو ہم بھی تصدیق کرین گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میمون کو آواز دی، وہ مکان سے نکلے اور فرمایا

اشھد ان محمداً رسول اللہ — آپ بیشک اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہین،

لیکن یہود نے قبول حق کے بجائے حضرت میمونؓ پر طعن تشنیع شروع کردی، اور واپس چلے گئے،

آپ کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی،

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ وَشَھِدَ شَاھِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ

آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھکو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل مین کا کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دیکر ایمان

زندگی کے بقیہ حالات کے متعلق ارباب رجال خاموش ہین،

(۷۵) حضرت بابورؓ

نام ونسب | بابور نام، اور خصی عرف تھا، حضرت ماریہؓ کے چچا زاد یا ماموں زاد بھائی تھے، اور

لہ لیکن یہ واقعہ ارباب رجال حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے بارے مین بھی نقل کرتے ہین، اور آیت کا شان نزول ان ہی کو بتلاتے ہین، مگر اسمین کوئی استبعاد نہین ہے، ہو سکتا ہے کہ دونوں کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو، اور دونوں منشا نزول ہوں جیسا کہ فتح الباری مین دونون بزرگون کے قبول اسلام کا واقعہ اس آیت کے تحت درج ہے، اصابہ جلد ۶ صفحہ ۲۷۸ اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۶

ان ہی کے ساتھ مقوقس شاہ مصر نے انھین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تحفۃً بھیجا تھا[1]

اسلام حضرت ماریہؓ اور ان کی بہن حضرت سیرینؓ نے تو شروع ہی مین اسلام قبول کر لیا تھا لیکن مابورؓ نے کچھ دنوں کے بعد اسلام قبول کیا[2]، حضرت ماریہؓ سے وہ بہت زیادہ مانوس تھے، اور انکی کافی خدمت کیا کرتے تھے، ان کو لکڑی اور پانی وغیرہ کی ضرورت ہوتی، تو اکثر یہی مہیا کیا کرتے تھے[3]،

(ن)

(۵۸) حضرت نافعؓ

نام ونسب نافع نام، حبشہ کے رہنے والے اور علماے نصاریٰ مین تھے،

اسلام غالباً اپنے دوسرے احباب کے ساتھ حبشہ مین اسلام لائے،

خدمت نبویؐ مین حاضری جب مہاجرین حبشہ سے مدینہ واپس آنے لگے تو آپ بھی مدینہ آئے، اور زیارت نبوی سے مشرف ہوئے،

زندگی کے دوسرے سوانح وحالات نہین مل سکے، لیکن آپ کا شمار بھی ان صحابہ مین ہے جن کے بارے مین سورۂ مائدہ کی یہ آیتین نازل ہوئی ہین[4]،

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا	دوستی رکھنے کے قریب تر آپ ان لوگون کو پائین گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہین، یہ اس سبب

---

[1] زرقانی ج ۳ ص ۳۳۴ [2] ایضاً [illegible] [3] [illegible] [4] یقینا [illegible]

[4] آپ کے ساتھ اور کئی آدمی حبشہ سے آئے تھے، جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، ان ہی کے تذکرہ مین آپ کے فضائل اور حالات بھی آچکے ہین،

اِنَّا نَصَارٰی ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْهُمْ	سے ہے کہ ان مین بہت سے علم دوست
قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ	عالم ہین اور بہت سے تارک دنیا درویش ہین
لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ (مائدہ)	اور اس سبب سے ہی کہ یہ لوگ متکبر نہین ہین،

(سی)

(۵۹) حضرت یامین رضی اللہ عنہ بن عمیر

نام ونسب یامین نام[۱]، باپ کے نام مین تھوڑا سا اختلاف ہے، اور بعضون نے باپ کا نام بھی یامین ہی لکھا ہے، مگر عام ارباب رجال کا رجحان عمیر ہی کی طرف ہے[۲]، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، یامین بن عمیر بن کعب بن عمرو بن حجاش، بنو نضیر سے نسبی تعلق تھا،

اسلام یہود مدینہ کی مسلسل سازشون، شرارتون کیا یون اور منافقتون کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عفو و درگذر سے کام لیتے تھے، مگر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا، تو ان کی یکے بعد دیگرے سرزنش شروع کر دی گئی، بنی قینقاع کے بعد جب بنو نضیر نے بدعہدی کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش شروع کر دی تو ان کو مدینہ چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا، امید تھی کہ اس سزا کے بعد وہ اپنے گذشتہ اعمال سے تائب ہو کر غلامان نبی مین شامل ہو جائین گے، مگر ان کج فطرتون نے جس طرح پہلے روز قبول حق سے گریز کیا تھا، اسی طرح آخر وقت تک گریز کرتے رہے، لیکن ان ہی کج فطرتون مین کچھ نیک فطرت بھی تھے جنکے دل مین قبول حق کی کسی قدر صلاحیت باقی تھی، انھون نے جب دیکھ لیا کہ اسلام کی صداقت کے لیے کسی مزید ثبوت کی ضرورت باقی نہین رہی تو فوراً اسلام قبول کر لیا،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۹ [۲] ایضاً استیعاب ج ۲ ص ۶۳۲، حافظ ابن حجر نے یامین بن یامین اور یامین بن عمیر کو دو شمار کیا ہے، اور دونون کا ترجمہ الگ الگ لکھا ہے مگر صاحب اسد الغابہ اور صاحب استیعاب دونون کو ایک شمار کر کے ایک ترجمہ لکھا ہے

اور اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ دیا کہ وہ دیدہ و دانستہ راہ راست سے بھاگ رہے تھے[۱]، ان ہی مسلمان ہونے والون مین حضرت یامینؓ بھی تھے[۲]،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن سے بدلہ

عمرو بن حجاش، یامین کا چچازاد بھائی تھا، اس نے سازش کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے ایک مکان کے نیچے بلایا جائے، اور اوپر سے کوئی وزنی چیز گراکر کام تمام کر دیا جائے، (معاذ اللہ) لیکن کامیاب نہ ہوسکا، یامین مسلمان ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یامین سے فرمایا، اپنے چچازاد بھائی کی حرکت دیکھتے ہو، وہ دھوکے سے مجھے قتل کر دینا چاہتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کے ذریعہ مجھے اس کے ارادہ سے آگاہ کر دیا، یامین فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اس دشمنِ رسول کی فکر مین لگ گئے، اور ایک روز موقع پاکر اس کو واصل جہنم کر دیا[۳]،

غزوۂ تبوک مین مدد

غزوۂ تبوک پیش آیا تو چند صحابہ بارگاہ رسالت مین حاضر ہوئے، اور سواریون کی درخواست کی، مگر اتفاق سے اس وقت سواریان موجود نہ تھین، اس لیے معذوری ظاہر کی، وہ لوگ بچشم پرنم مایوس واپس گئے، قرآن نے ان کی مایوسی اور رنج و ملال کا نقشہ کھینچا ہے،

اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ	جس وقت وہ آپکے پاس آتے ہین کہ آپ انکو کوئی
لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا	سواری دیدین اور آپ ان سے کہہ دیتے ہین کہ میرے
وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا	پاس کوئی چیز نہین جسپر مین تم کو سوار کر دون تو

[۱] ابن الہیبان یہودی نے مدینہ کو وصیت کے طور پر لکھا تھا کہ عنقریب ایک نبی مدینہ مین ہجرت کرکے آئے گا اگر تم نے اس کا اتباع نہ کیا تو بہت سے مصائب پیش آئین گے، جس مین ایک جلاوطنی ہے،

[۲] اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۹ [۳] اصابہ ج ۳ ص ۶۴۹

اَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ...... وہ ناکام اس حالت سے واپس چلے جاتے

.... ہین کہ انکی آنکھون سے آنسو روان ہوجاتے ہین،

(توبہ - ۱۲) اس غم مین کہ افسوس انکو خرچ کرنے کو کچھ بھی میسر نہین،

ان ہی مین حضرت ابو لیلیٰؓ اور حضرت عبد اللہ بن مغفل مُزنی تھے، جنھین لڑائی مین شریک نہ ہوسکنے کا بیحد افسوس تھا، یہ رو رہے تھے کہ یامین کا ادھر سے گذر ہوا، انھون نے رونے کی وجہ دریافت کی، تو انھون نے سارا قصہ کہہ سنایا، حضرت یامینؓ نے فوراً دو سواریان اور کچھ سامانِ سفر پیش کیا، اور وہ دونون غزوہ مین شریک ہوئے۔[۱]

وفات اور زندگی کے دوسرے واقعات اور حالات کے بارے مین ارباب سیر خاموش ہین،

فضائل حافظ ابن عبد البر لکھتے ہین،[۲]

وهو من كبار الصحابة — آپ کا شمار کبار صحابہ مین تھا،

جن لوگون کے بارے مین یہ آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللهِ — اے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول

---

[۱] بالکل یہی واقعہ حافظ ابن حجر نے ذکوان بن یامین کے تذکرہ مین بھی لکھا ہے لیکن دونون واقعہ ایک ہی معلوم ہوتا ہے، کہ دوسرے تمام ارباب رجال و سیر نے اس واقعہ کو حضرت یامینؓ کی طرف منسوب کیا ہے، چونکہ حضرت یامینؓ کے نام اور انکے باپ کے نام مین بڑا اختلاف ہے، اسلیے یہ واقعہ کئی نامون کی طرف منسوب ہوگیا ہے، چنانچہ تجرید نے آپ کا نام یاسر بن یامین لکھا ہے، اور سلسلہ نسب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکوان حضرت یامینؓ کے بیٹے تھے، اسلیے ہوسکتا ہے کہ واقعہ کے وقت وہ بھی موجود رہے ہون، اور راوی نے انکی طرف بھی اسی واقعہ کو منسوب کر دیا ہو، [۲] استیعاب ج ۲ ص ۶۳۶، حافظ نے اصابہ کی اس آیت کا منشاے نزول یامین بن یامین کو لکھا ہے، مگر جیسا کہ اوپر اسد الغابہ کے حوالہ سے لکھا جاچکا ہے کہ یہ دونون ایک ہی ہین،

وَرَسُوْلِہٖ	پر ایمان لاؤ،

نازل ہوئی ان مین ایک حضرت یامینؓ بھی تھے،

(۶۰) حضرت یوسف بنؓ عبداللہ بن سلام

نام ونسب یوسف نام، ابو یعقوب کنیت، حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے صاحبزادے تھے، جن کا اوپر ذکر آچکا ہے،

تعلیم وتربیت آپ پیدا ہوئے تو گھر کے اندر اور باہر ہر طرف اسلام کی آواز گونج رہی تھی، آپ نے اسی ماحول مین آنکھین کھولین اور تعلیم وتربیت پائی صحابہ کا معمول تھا کہ ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دعاء وبرکت کے لیے لاتے، یہ پیدا ہوئے تو ان کو بھی بارگاہ نبوت مین لایا گیا، آپ نے ان کو گود مین بٹھایا، اور سر پر دست شفقت پھیرا، اور ان کا نام یوسف تجویز فرمایا، خود یوسف بنؓ عبداللہ فرماتے ہین کہ

اجلسنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اپنی گود مین
فی حجرہ ومسح علی راسی وسمانی	بٹھایا اور میرے سر پر دست شفقت پھیرا
یوسف	اور میرا نام یوسف رکھا،

شرف صحبت فرماتے ہین کہ مین نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک کھجور کو روٹی کے ایک ٹکڑے کے اوپر رکھا، اور فرمایا کہ یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے،[2]

وفات حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت مین وفات پائی،[3]

---

[1] مسند ج ۴ ص ۳۵ [2] بعض لوگون نے آپ کی صحابیت سے انکار کیا ہے، اس روایت سے اسکی تردید ہوجاتی ہے، اصابہ ج ۳ ص ۶۷۱ [3] ایضاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ سے بھی روایتین کی ہین،

علم وفضل ترمذی، ابوداؤد و مسند احمد مین ان کی متعدد روایتین موجود ہین، بعض لوگون نے ان کا شمار ان صحابہ مین کیا ہے، جنھون نے اپنی کوئی تحریری یادگار چھوڑی ہے،[۱]

(۶۱) حضرت ابوسعید بن وہبؓ

نام ونسب ابوسعید نام یا کنیت، باپ کا نام وہب، تھے تو قبیلہ بنو نضیر سے مگر غلطی سے بنو قریظہ کی طرف منسوب[۲] ہو کر قرظی مشہور ہین،

اسلام بنو نضیر کی جلاوطنی کے روز[۳] حضرت یامینؓ کے ساتھ انھون نے بھی یہودیت سے اپنا رشتہ توڑ کر ہمیشہ کے لیے اسلام سے جوڑ لیا،[۴]

مسلمانون کی آپکے مال وجائداد سے دست برداری بنو نضیر کے متروکہ مال وجائداد پر مسلمانون نے قبضہ کرلیا، مگر حضرت یامینؓ اور حضرت ابوسعیدؓ چونکہ اسلام لاچکے تھے، اس لیے کسی نے ان کے مال وجائداد کو ہاتھ نہین لگایا،[۵]

وفات سنہ وفات معلوم نہین ہوسکا،

علم وفضل آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، اور آپ سے آپ کے صاحبزادے روایت کرتے ہین،[۶]

---

[۱] اصابہ ج ۳ ص ۱۷۱ [۲] حافظ ابن عبد البر نے ان کے قرظی ہونے کی تردید کی ہے، استیعاب ج ۲ ص ۱۳۷ [۳] بعض لوگون نے لکھا ہے کہ غزوۂ قریظہ کے روز اسلام لائے، مگر حافظ نے اس کی تردید کی ہے، اصابہ ج ص ۸۷ [۴] استیعاب ج ۲ ص ۱۳۷ [۵] اصابہ ج ۴ ص ۸۷

[۶] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۰۵

(۶۲) حضرت ابومالک رضی اللہ عنہ

نام ونسب — عبداللہ نام، ابومالک کنیت، اسلام سے پہلے آپ علمائے یہود میں تھے، اصل وطن یمن تھا، لیکن کسی وجہ سے ترک وطن کرکے یثرب چلے آئے تھے، اور یہیں قبیلہ قریظہ میں کسی عورت سے شادی کرلی تھی، اسی وجہ سے بجائے یمنی کے قرظی مشہور ہیں[1]،

وفات — وفات کی تصریح نہ مل سکی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات توراۃ میں مذکور ہیں ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا،

صفتہ فی کتاب بنی ہارون الذی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت حضرت ہارون کی
لم یبدل ولم یغیر احمد من	کتاب میں موجود ہے جس میں ابتک کوئی تبدیلی
ولد اسمعیل یاتی بدین الحنیفیہ	اور تحریف نہیں ہوئی ہے، اسمیں یہ ہے کہ احمد نام کے ایک
دین ابراھیم یاتزر علی وسطہ	نبی دین حنیف کو جو حضرت ابراہیم کا دین ہے
ویغسل اطرافہ وھو آخر	لیکر آئینگے، تہ بند باندھتے ہونگے اور پانی سے اپنے
الانبیاء[2]	اعضا کو پاک صاف رکھتے ہونگے اور یہ آخری نبی ہونگے

آپ سے کوئی روایت مروی نہیں ہے،

(۶۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی خادم

نام ونسب تو نہیں معلوم ہوسکا، لیکن حاکم نے مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایکساتھ روایت

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۷۲ [2] ایضاً

نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی خادم بھی تھے، جو اپنی زندگی کے آخری ایام مین مسلمان ہو گئے تھے، پوری روایت یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ایک یہودی غلام آپ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار پڑا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، عیادت کے بعد آپ نے قبول اسلام کی دعوت دی، اس کے باپ وہان موجود تھے، اس نے باپ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا، باپ نے کہا جو کچھ نبی امی فرمارہے ہین اس کی تعمیل کرو، اس نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا، غالباً اسی مرض مین اس کی وفات ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کیساتھ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی،

اس روایت سے دو خاص باتین معلوم ہوتی ہین، ایک تو ایک یہودی خادم رسول کا مشرف باسلام اور صحابی ہونا، اور دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ قلب اور وسعتِ اخلاق کہ جن یہودیون نے اسلام کی بیخ کنی اور آپ کی دشمنی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا، ان ہی کے ایک فرد کے ساتھ آپ کا یہ سلوک تھا کہ اس نے پوری زندگی آپ کیساتھ گذار دی، مگر آپ نے ایک روز بھی اس کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا، حالانکہ اس وقت بڑی آسانی سے اسلام کا قلادۂ اطاعت اس کی گردن مین ڈالا جا سکتا تھا، لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے[۱]

[۱] اس روایت کو ذہبی نے تلخیص مین دوسری سند سے ذکر کیا ہے، اور حاکم کی روایت پر کوئی جرح نہین کی ہے،

تابعین

اُدیم التغلبی

اُدیم، ہُذیم[1] یا ہریم نام، باپ کا نام عبد اللہ تھا، خاندان تغلب کے نصرانیون[2] سے نسبی تعلق تھا، زمانۂ قبولِ اسلام کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی،

---

[1] نام مین اختلاف ہونے کی وجہ سے بعض لوگون نے ایک کے بجائے دو آدمیون کو شمار کیا ہی، چنانچہ صاحب بذل المجہود نے عین المعبود کے مولف پر یہ استدراک کیا ہی کہ وہ ان دونون آدمیون کو ایک سمجھتے ہین، حالانکہ ایک نہین، دو ہین، ہریم تابعی ہین اور ہذیم صحابی. لیکن یہ استدراک میرے خیال مین صحیح نہین ہی، اربابِ رجال نے انکو ایک ہی شمار کیا ہی، اسد الغابہ مین ہی کہ اُدیم اور ہذیم ایک ہی ہین، صاحب اصابہ نے بھی اسی کی تائید کی ہی، رہا ہریم، تو ہریم ابن عبد اللہ انصاری کا نام کتبِ رجال مین ملتا ہے، لیکن ان سے صبی ابن معبد کی یہ روایت ثابت نہین ہی اور اس نام کا کوئی دوسرا شخص جس سے صبیؔ کی روایت بھی ثابت ہو کتبِ رجال مین نہین ملتا یہ روایت نسائی و سنن بیہقی مین بھی ہی لیکن اس مین اُدیم، ہذیم یا ہریم کے واسطے سی روایت نہین ہی، ابو داؤد مین ہذیم کا نام آیا ہے، لیکن نسخون کے اختلاف کی وجہ سی انکے نام مین بھی کافی اختلاف ہی، اس لیے ہم نے بھی اربابِ رجال کے اتباع مین انکو ایک ہی شمار کیا ہے،

[2] انکی نصرانیت کی کوئی تصریح نہین ملتی لیکن دو قابل ترجیح قرینے موجود ہین جنکے پیش نظر ہم نے انکو اس فہرست مین لے لیا ہی، ایک یہ کہ اسد الغابہ مین ہی کہ ان بنی تغلب کا نواسہ ہی (بنو تغلب نصاریٰ تھے) اور اسیلیے انکا تغلبی ہونا ثابت ہوتا ہی، دوسرے یہ کہ صبیؔ ابن معبد نے اپنی روایت مین یہ تصریح کی ہی کہ اُدیم انکے خاندان اور قوم کے آدمی تھے، اور صبیؔ ابن معبد کے متعلق معلوم ہی کہ وہ نصرانی اور تغلبی تھے،

یہ صحابی ہیں یا تابعی اس کے بارے میں ارباب رجال کے درمیان اختلاف ہے، صاحب اسد الغابہ اور صاحب استیعاب نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے، اور صاحب اصابہ نے اپنی کتاب کی تیسری قسم یعنی مخضرمین میں داخل کیا ہے، جو لوگ ان کو صحابہ کی فہرست میں داخل کرتے ہیں غالباً ان کے پیش نظر ابوداؤد کی وہ روایت ہے جس میں ایک تابعی صبی بن معبد نے ان سے حج میں قران کے متعلق دریافت کیا تھا تو انھوں نے صبی کو اسکی اجازت دیدی تھی، حدیث کی کتابوں میں بھی ایک روایت ان سے مروی ہے لیکن ابوموسیٰ نے لکھا ہے کہ کسی نے اس روایت کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچائی ہے، اور یہی سبب ہے کہ صاحب اصابہ نے "ان کو صحابی شمار نہیں کیا ہے، خود صاحب اسد الغابہ نے بھی ابوموسیٰ کا یہ قول نقل کرکے کہ ان کی روایت کا سلسلۂ سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا" ان کے صحابی ہونے میں شک ظاہر کیا ہے،

بہرحال اس اختلاف رائے کے باعث ان کی صحابیت کی تعیین نہیں ہو سکی، اور اسی بناپر ہم نے ان کو بجائے صحابہ کے زمرہ میں شامل کرنے کے تابعین کی فہرست میں داخل کیا ہے، زندگی کے دوسرے حالات دستیاب نہیں ہو سکے،

ارمی بن النجاشی

ارمی، ارہی یا اریحا نام، نجاشی شاہ حبشہ کے صاحبزادے تھے،

خدمت نبوی میں آنے سے پہلے وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط و پیغام بھیجے تو شاہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ کو پیغام دیکر بھیجا، شاہ نجاشی نے اس پیغام کا خیر مقدم کیا، اور ساٹھ آدمیوں کے ساتھ اپنے صاحبزادے

ارمی کو خدمتِ نبوی میں روانہ کیا، لیکن یہ قافلہ راستہ ہی میں، جبکہ وہ ایک دریا کو عبور کر رہا تھا، اس کی ہلاکت خیز موجوں کے نذر ہو گیا[1] اور منزلِ مقصود کو نہ پہنچ سکا، اکسٹھ[61] آدمیوں کے اس قافلہ میں صرف ارمی بن النجاشی کا پتہ چل سکا،

ع خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

بقیہ اہل قافلہ تو ان کے وجود کے ساتھ انکے نام و نشان بھی ہمیشہ کے لیے مٹ گئے؛

(۳) اصبغ بن عمرو رض

نام و نسب اصبغ نام، باپ کا نام عمرو تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، اصبغ بن عمرو بن ثعلبہ بن حصین ابن ضمضم بن عدی بن خباب، قضاعہ کی ایک شاخ بنو کلب سے تھے، یہ قبیلہ دومۃ الجندل کے قریب رہتا تھا، اصبغ مذہباً عیسائی اور اپنے قبیلہ کے سردار اور حکمران تھے،

اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے لیے حضرت عبد الرحمان بن عوف رض کو دومۃ الجندل بھیجا تھا، حضرت عبد الرحمن رض نے وہاں پہنچکر اہل دومہ کو اسلام کا پیغام سنایا، پہلے روز ان پر کوئی اثر نہیں ہوا، دوسرے روز بھی انھوں نے دعوت دی لیکن ان لوگوں نے کوئی توجہ نہیں کی، تیسرے روز پھر حسب دستور انھوں نے ان کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا، تو اصبغ پر ان کی دعوت کا اثر ہوا، اور انھوں نے نصرانیت کا قلادہ گردن سے اتارا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے،

اصبغ کی صاحبزادی سے حضرت عبد الرحمن رض بن عوف کا نکاح حضرت عبد الرحمن رض بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصبغ کے اسلام کی اطلاع دی اور اس قبیلہ سے تعلقات قائم رکھنے

---

[1] اصابہ ج ۱

کے متعلق بھی دریافت کیا، توآپ نے ان کو تعلقات کی استواری کے خیال سے اس قبیلہ مین شادی کرنے کی ترغیب دی، حضرت عبدالرحمان ابن عوفؓ نے تعمیلِ ارشاد مین اصبغ کی صاحبزادی تماضر سے نکاح کرلیا[1]، مزید تفصیل تماضر کے حالات مین آئے گی،

اس سے پہلے قریش اور بنوکلب وغیرہ مین باہم شادی بیاہ کے تعلقات نہین تھے، اس لیے کہ قریش اپنی شرافتِ نسب کے سامنے ان قبائل کو بہت ادنی اور فروتر سمجھتے تھے، لیکن اسلام نے ان معمولی رشتون اور اضافی اوصاف سے بلند ہوکر دینی اخوت اور اخلاق کو شرافت اور رشتہ کا معیار قرار دیا، یہ شادی اس اسلامی مساوات کی پہلی مثال تھی[2]،

اصبغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود تھے لیکن شرف زیارت سے سرفراز نہین ہوئے، اسی لیے ان کا شمار تابعین مین کیا جاتا ہے، اس سے زیادہ ان کے حالات نہین معلوم ہوسکے،

(۴) اصحمہ نجاشیؓ شاہ حبشہ

نام ونسب اصحمہ نام، باپ کا نام ابجر، نجاشی شاہی لقب، حبشہ (ابی سینیا) کے بادشاہ تھے، عرب مین عطیہ کے نام سے بھی مشہور ہین[3]،

مسلمانون کی پہلی ہجرت گاہ قریش کے ظلم وستم کا بادل جب ہیم برس کر نہ کھلا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو حبش ہجرت کرجانیکا حکم دیا، چنانچہ مسلمانون کی ایک بڑی تعداد مکہ سے حبشہ ہجرت کرگئی، حبشہ مین اس وقت یہی اصحمہ النجاشی بادشاہ تھے، جنکے سایۂ عاطفت مین پہنچکر جان نثاران اسلام نے اطمینان کا سانس لیا، نجاشی نے مسلمانون کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا، قریش کو

[1] اصابہ جلد ۱ [2] اصابہ جلد ۴ ذکر تماضر [3] اصابہ ج ۱ ذکر اصحمہ

اس احسان وسلوک کا حال معلوم ہوا تو بڑا پیچ وتاب کھایا، آخر مین طے کیا کہ شاہ نجاشی کے پاس ایک وفد جائے، اور یہ عرضداشت پیش کرے کہ ہمارے مجرمون (مسلمانون) کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے، اس مہم کے لیے عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ منتخب ہوئے، یہ لوگ حبشہ پہنچے تو پہلے تمام پادریون سے ملے اور تحفے وتحائف پیش کیے، اور مقصد کی تکمیل کے لیے انکو ہموار کر لیا، پھر شاہ نجاشی اصحمہ کے دربار مین باریابی حاصل کی اور نذرانہ پیش کیا، نجاشی نے آمد کی وجہ دریافت کی، انھون نے اپنا مطالبہ ظاہر کیا، نجاشی نے پادریون سے دریافت کیا، انھون نے بھی یک زبان ہوکران کے مطالبہ کی تائید کی لیکن شاہ نجاشی نے کہا، مین ان لوگون سے خود بالمشافہ گفتگو کرون گا، اگر وہ لوگ جیسا کہ تم کہتے ہو مجرم ثابت ہوئے تو انکو واپس کر دون گا، ورنہ جو میری پناہ مین آگیا ہے، اس پر ظلم روا نہین رکھا جا سکتا، مسلمان دربار مین بلائے گئے، تو اصحمہ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کونسا دین اختیار کیا ہے، جو نہ نصرانیت ہے نہ بت پرستی ہے، اور نہ کسی دوسری قوم کا دین ہے، مسلمانون کی طرف سے حضرت جعفر رضی نے وکالت کی، اور بھرے دربار ایک بہت ہی موثر اور دلنشین تقریر کی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور اسلام کی اخلاقی خوبیان بیان کین، اس کے بعد شاہ نجاشی نے حضرت جعفر رض سے قرآن کا کچھ حصہ پڑھنے کی فرمایش کی، انھون نے سورہ مریم کی چند ابتدائی آیتین تلاوت کین، نجاشی پر رقت طاری ہوگئی، اور آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے، اس کے بعد انھون نے ان فدئیان اسلام کو قریش کے حوالہ کرنے سے صاف انکار کر دیا، اور مسلمان زبان حال سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دربار سے نکل آئے،

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑینگے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

جب قریش کے وفد کو پہلے روز ناکامیابی ہوئی تو انھون نے دوسرے روز پھر کسی طرح

دربار مین رسائی حاصل کی، اور شاہ نجاشی کے سامنے یہ عرضداشت پیش کی کہ ان مسلمانون سے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق دریافت فرمایا جائے، مسلمان پھر بلائے گئے، ان کے لیے یہ بڑی آزمایش کا وقت تھا، اگر سچ کہتے ہین تو شاہ نجاشی ناخوش ہوتا ہے، اور اسکے خلاف کہتے ہین تو دین کے وقار کو صدمہ پہنچتاہے، آخرکار انھون نے یہ طے کیا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو انھین سچ ہی بولنا چاہیے، اس روز بھی حضرت جعفرؓ ہی گفتگو کے لیے منتخب ہوئے، انھون نے فرمایا "ہمارے نبیؐ نے ہمین بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے، اس کے کلمہ اور اسکی روح ہین"، نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا "خدا کی قسم حضرت عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہین ہین"، دربار کے بطریق اور پادری اس پر بہت ناراض ہوئے، لیکن ناراضگی کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا، قریش نے جو تحفے تحائف نجاشی کے حضور مین پیش کیے تھے، نجاشی نے سب واپس کردیے اور وفد وہان سے نامراد مکہ واپس چلا آیا،

اسلام | یہ واقعہ بجائے خود نجاشی کے اسلام پر شاہد ہے، لیکن اس کے علاوہ ابوداؤد مین حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ

قال النجاشی اشھد انه	نجاشی نے کہا کہ مین شہادت دیتا ہون کہ
رسول الله وانه الذی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ کے رسول ہین،
بشر به عیسی ابن مریم	اور وہی نبی ہین جنکی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی ہے،

بعض روایتون مین ہے کہ انھون نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر بیعت اسلام بھی کی تھی،

خدمت نبوی کی تڑپ | جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ملوک وسلاطین کو دعوت اسلام بھیجی، تو شاہ نجاشی کے پاس بھی اپنا قاصد بھیجا، شاہ نجاشی نے آپ کے قاصد کا پرتپاک خیر مقدم کیا، آپ کی رسالت کا اقرار کیا، اور اپنے لڑکے ارمی کو آپ کی خدمت کے لیے بھیجا، اور

لکھا کہ اگر سلطنت کی ذمہ داری کا بوجھ میرے اوپر نہ ہوتا تو میں خود بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر حضور کی کفش برداری کی سعادت حاصل کرتا، [۱]

وفات مسلمانوں کے اس غمخوار اور محسن نے ۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اسی روز ان کی موت کی اطلاع مل گئی، اور آپ نے بڑے رنج و غم کے ساتھ مدینہ میں انکی موت کا اعلان کیا، فرمایا، مسلمانو! تمھارے برادرِ صالح اصحمہ نے انتقال کیا، ان کے لیے دعا، و استغفار کرو، پھر صحابہؓ کے ساتھ ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی، [۳]

فضائل تفسیر کی روایتوں میں ہے کہ قرآن کی ان آیات

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ	بعض اہل کتاب ہیں، جو ایمان لاتے ہیں
بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَا	اللہ پر اور جو تمھاری طرف نازل ہوا ہے اور جو
اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ	ان کی طرف اللہ سے ڈرتے ہوئے،
وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى	جب وہ سنتے ہیں جو کچھ کہ رسول کی طرف

[۱] ابو داؤد کتاب الجنائز [۲] بخاری اور تمام کتب حدیث میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی روز ان کی موت کی خبر مل گئی تھی، اسی طرح غزوۂ موتہ میں بھی آپ کو سپہ سالارانِ اسلام کی شہادت اور حضرت خالدؓ کے ہاتھوں اس میں فتح کی خبر بھی کسی مادی ذریعۂ اطلاع کے بغیر پہنچ چکی تھی، اور آپ نے انکے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا، بعد میں حرف بحرف اسکی تصدیق ہوئی [۳] غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں فقہا کے درمیان تھوڑا سا اختلاف ہے، بعض لوگ اس کو عام حکم سمجھتے ہیں، اور اب بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کو جائز کہتے ہیں، اور بعض اسے آپ کی خصوصیت بتلاتے ہیں، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ایسی ہی کسی اجنبی جگہ میں کسی مسلمان کا انتقال ہو تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے،

مسلم کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہیں جنکی آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی لیکن حافظ ابن قیم نے اسے راوی کا وہم بتایا ہے،

الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ( )	نازل ہوا، تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ہین، یہ اس وجہ سے کہ انھون نے حق کو پہچان لیا ہے،

مین دوسرے اہل کتاب کے ساتھ شاہ نجاشی بھی مراد لیے گئے ہین،

اخلاق شاہانہ اوصاف، عدل و انصاف، رحم و کرم اور رعایا پروری کے علاوہ عام انسانی اخلاقی اوصاف سے بھی متصف تھے، اپنے ملک مین مظلوم و ستم رسیدہ مسلمانون کے ساتھ انھون نے جو حسن سلوک کیا، اس احسان سے امت محمدیہ ہمیشہ گران بار رہے گی،

(۵) بکّا، الراہب

نام و نسب بکا، نام، شام اصلی وطن تھا، ایک گوشہ نشین اور تارک الدنیا بزرگ تھے، مشہور ہے کہ چالیس برس تک عبادت گاہ سے باہر قدم نہین رکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود تھے، لیکن شرف زیارت سے مشرف نہ ہو سکے، ذیل کی روایت سے اس کی تفصیل معلوم ہو جائے گی،

سعد بن العاص صحابی بیان کرتے ہین کہ مین چھوٹا تھا تو میرے چچا ابان بن سعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ برا بھلا کہا کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ بغرض تجارت شام گئے، وہان بکا، الراہب سے جو چالیس برس کے بعد عبادت گاہ سے نکلے تھے ملاقات ہوئی، انھون نے جا کر ان سے کہا کہ میری قوم کے ایک فرد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، بکا، نے نام دریافت کیا، کہا محمدؐ، پھر پوچھا کتنے زمانہ سے وہ اپنے کو نبی کہتے ہین، جواب دیا کہ بیس برس سے، اس کے بعد بکا، نے کہا کہ کہو تو مین ان کے صفات بیان کرون، ابان

کہتے ہین کہ انھون نے ان کی تمام صفات بیان کین، اور ذرا غلطی نہین کی، اس کے بعد کہا کہ خدا کی قسم وہ نبی برحق ہین، اللہ تعالیٰ ان کو ضرور غالب کریگا. میرا سلام ان کو پہنچا دینا، یہ کہکر وہ پھر گرجا مین چلے گئے،

اس ملاقات کا یہ اثر ہوا کہ ابان جب مکہ واپس آئے تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیے، اور بکار سے ملاقات کا سارا واقعہ بیان کیا، اس کے بعد ابان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا اور پھر کچھ روز کے بعد مسلمان ہو گئے،

(۶) تمام بن یہودا

صاحب اصابہ نے لکھا ہے کہ احبار یہود مین سے جو لوگ اسلام لائے تھے، ان مین تمام بن یہودا بھی تھے اور اس بنا پر ان کو اپنی کتاب کی قسم اول یعنی صحابہ مین داخل کیا ہے، جس کی کسی دوسرے ماخذ سے تائید نہین ہوتی، اور خود انھون نے بھی یعنی صاحب اصابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات و روایت کا کوئی ذکر نہین کیا ہے. اس بنا پر ہم نے ان کو صحابہ کے بجائے تابعین کی فہرست مین داخل کیا ہے،

(۷) صبی بن معبد

نام ونسب | صبی نام، باپ کا نام معبد تھا، نسباً تغلبی اور مذہباً عیسائی تھے،

اسلام | نصرانیت ترک کر کے اسلام قبول کیا، اور پھر اسی پر خاتمہ ہوا. حدیث کی تمام کتابون مین ان سے قرآن کے بارے مین ایک مشہور حدیث مروی ہے، وہ یہ ہے،

فرماتے ہین کہ مین ابھی جدید الاسلام تھا، اور مجھے جہاد کا بڑا شوق تھا، لیکن مجھ پر حج اور عمرے کی ادائیگی بھی فرض تھی، اس لیے مین نے چاہا کہ اسے ادا کرلون پھر جہاد مین شرکت کرون، مین اپنی قوم کے ایک بزرگ ہذیم بن عبد اللہ نامی[1] کے پاس گیا، اور ان سے مسئلۂ قران کے متعلق دریافت کیا، انھون نے مجھکو اس کی اجازت دی[2]، حج کے ارکان ادا کرچکا تو مقام عذیب مین سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان[3] سے ملاقات ہوئی، ان مین سے ایک نے دوسرے سے میرے بارے مین کہا کہ یہ شخص تمھارے اونٹ سے بھی زیادہ فقیہ ہے، (یہ طنزیہ جملہ تھا کہ مناسک حج سے ناواقف ہے) مین وہان سے سیدھا حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا، اور ان سے یہ سارا واقعہ بیان کیا، انھون نے فرمایا تم نے سنت نبویؐ کے بالکل مطابق حج کیا ہے[4]،

اسی روایت کو ان کی سوانح حیات کا سرمایہ سمجھنا چاہیے، اس سے زیادہ ان کی زندگی کے حالات پر کوئی روشنی نہین پڑتی،

روایت حسب ذیل حضرات نے ان سے روایت کی ہے،

ابو وائل، مسروق، ابو اسحاق السبیعی، زر بن حبیش، امام شعبی، ابراہیم النخعی، مجاہد، ابن حبان نے ان کو ثقات مین شمار کیا ہے، حکم بن حاتم بھی فرماتے ہین

تابعیٌ ثقۃٌ[5] ثقہ تابعی تھے،

(۸) ضغاطر الاسقف الشہید

نام نسب ضغاطر نام، روم اصلی وطن تھا، مذہباً عیسائی تھے، ہرقل کے خاص معتمد اور مشیر

[1] انکا ذکر پہلے آچکا ہے، [2] حج و عمرہ ساتھ کرنے کی اجازت دیدی، [3] یہ دونون آدمی بھی ان ہی کے ہم قوم تھے، [4] اسد الغابہ [5] تہذیب التہذیب،

اور قوم کے سب سے بڑے پادری تھے،

اسلام | ہرقل شہنشاہ روم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیۃ الکلبی کے ذریعہ نامۂ اسلام بھیجا، تو ہرقل نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً نبی ہین، لیکن مین ڈرتا ہون کہ اگر مین نے اسلام قبول کیا تو اہل ملک مجھے زندہ نہ چھوڑین گے، پھر اس نے حضرت دحیہؓ کو ضغاطر اسقف کے پاس بھیجا کہ وہ کیا رائے دیتے ہین حضرت دحیہؓ ان کے پاس آئے تو انھون نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی، اور فرمایا لنعرفہ باسمہ ووصفہ (ہم ان کے نام اور ان کے صفات سے واقف ہین) پھر وہ اندر گئے، اپنا مخصوص لباس اتارا، اور سفید لباس پہنکر باہر واپس آئے، اور اسی وقت اہل روم کے پاس گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اسلام کی سچائی کا اعلان کیا، یہ اعلان کرنا تھا کہ چارون طرف سے ان کی قوم نے ان پر نرغہ کیا، اور ان کو شہید کر ڈالا،

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

بعض روایتون مین ہے کہ ہرقل سے کہا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہین جن کا ہمین انتظار تھا، اس پر ہرقل نے آپ کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا، تو انھون نے کہا کہ کچھ بھی ہو، مین تو اتباع حق سے بھاگ نہین سکتا [1]

(۹) عمیر بن حسین

نام ونسب | عمیر نام، نجران اصلی وطن تھا، مذہباً عیسائی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اسلام قبول کر چکے تھے، لیکن شرفِ زیارت سے سرفراز نہیں ہو سکے،

---

[1] اصابہ ذکر ضغاطر

اسلام پر استقامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب نجران میں ارتداد کا فتنہ شروع ہوا تو عمیر نے بڑی استقامت دکھلائی، خود اسلام پر آخری وقت تک جمے رہے، اور اہل نجران کو ارتداد سے باز رکھنے کی پوری کوشش کی، انھوں نے ان کے سامنے یہ پُراثر تقریر فرمائی کہ

"اے اہل نجران اس وقت اسلام پر زیادہ جمنے کی ضرورت تھی، اور تم اس میں کوتاہی کر رہے ہو، یقین کے بعد شک اور کل کے دین کے بعد آج (یعنی نصرانیت کے بعد اسلام) کے دین میں زیادہ سوچنے کی ضرورت تھی، تم کو چاہیے تھا کہ اسلام پر جمے رہتے، کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی ہدایت کی روشنی تمھیں نصیب ہوتی، پھر اس کے بعد یہ اشعار پڑھے[1]

یا اھل نجران امسکوا بِعَہدی ۔۔۔ اللہ کونوا ایداً علی الکفار

لا تکونوا بعد الیقین الی ۔۔۔ الشک ولبعد الرضا الی الکفار

واستقیموا علی الطریقة فیہ ۔۔۔ وکونوا کھیئة الانصار[2]

(۱۰) کعب احبار

نام و نسب کعب نام، ابو اسحٰق کنیت، نسباً یمن کے مشہور حمیری خاندان کی شاخ آل ذی رُعین سے تھے، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن ماتع بن ہینوع بن قیس بن معن بن جشم ابن وائل بن عوف بن جمہر بن عوث بن زہیر بن ایمن بن حمیر بن سبا بن حمیری،

[1] اصابہ جلد ۲ [2] بیان غالباً انصار سے حواری مراد لیا ہے، مدینہ کے مسلمانوں کا مخصوص گروہ مراد نہیں ہے،

اسلام اور ورود مدینہ کعب مشہور تابعی ہین، قبول اسلام سے پہلے یہود کے جید علماء مین شمار کیے جاتے تھے، عہد رسالت مین موجود تھے لیکن صحیح روایت کے مطابق اس عہد بابرکت مین وہ اسلام کی سعادت حاصل نہ کرسکے، اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ مین مشرف باسلام ہوگئے تھے، کعب کا بیان ہے کہ علیؓ جب یمن آئے تو ان کی خدمت مین حاضر ہوکر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پوچھے، انھون نے بتائے، تو مین مسکرایا، علیؓ نے مسکرانے کا سبب پوچھا، مین نے کہا، ہمارے یہان (نبی آخرالزمان کے) جو علامات بتائے گئے ہین، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہین، اسی لیے مجھے ہنسی آگئی، اس سوال وجواب کے بعد مین مسلمان ہوگیا، اور لوگون کو اسلام کی دعوت دینے لگا، لیکن قیام یمن ہی مین رہا، عمرؓ کے عہد مین ہجرت کرکے مدینہ گیا، کاش مین نے اس سے پہلے ہجرت کی ہوتی،[1] ایک روایت یہ ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین اسلام لائے،[2]

لیکن یہ دونون روایتین کمزور ہین، اس باب مین صحیح ترین روایت وہ ہے جو طبقات ابن سعد مین کعب کے حلیف حضرت عباسؓ سے مروی ہے، جس سے خود کعب کی زبان سے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ نے کعب سے اسلام لانے کے بعد ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے زمانہ مین قبول اسلام مین کیا چیز مانع تھی کہ عمرؓ کے زمانہ مین اسلام لائے، جواب دیا کہ میرے والد نے مجھکو توراۃ سے ایک تحریر نقل کرکے دی تھی، اور ہدایت کی تھی کہ اس پر عمل کرنا، دوسرے اپنی تمام مذہبی کتابون پر مہر لگاکر مجھ سے حق ابوت کا واسطہ دلاکر

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۳۲۲ کعب کے حالات "تابعین" سے نقل کیے گئے ہین، آخر مین اور کہین کہین درمیان مین کچھ اضافہ وترمیم ہے،
[2] ایضاً

وعدہ کیا تھا کہ اس کو نہ توڑنا، تو میں نے اس کو نہیں توڑا، اور والد جو تحریر دے گئے تھے، اس کے مطابق میں عمل کرتا رہا، جب اسلام کی اشاعت اور اس کا غلبہ ہونے لگا، اور کسی کا خوف باقی نہیں رہ گیا تو اس وقت میں نے دل میں خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ والد نے مجھ سے کچھ علم چھپایا ہے، مجھے ان کتابوں کو کھول کر دیکھنا چاہیے، چنانچہ میں نے مہر توڑ کر کتابیں پڑھیں تو مجھکو نظر آیا کہ ان میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کے اوصاف لکھے ہیں، اسوقت مجھ پر اصل حقیقت روشن ہوئی اور آکر مسلمان ہوگیا،[۱] قبولِ اسلام کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے حلیف بن گئے تھے،

فضل وکمال | کعب یہود کے بڑے ممتاز اور نامور علما میں تھے، یہودی مذہب کے متعلق ان کی معلومات نہایت وسیع تھیں، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ علم کا ظرف اور اہل کتاب کے علمائے کبار میں تھے،[۲] امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کے وفورِ علم اور توثیق پر سب کا اتفاق ہے، وہ اپنی وسعتِ علم کی وجہ سے کعب احبار اور کعب الحبر کہے جاتے تھے، ان کے مناقب بکثرت ہیں اور ان کے اقوال وحکم بہت مشہور ہیں،[۳] اکابر صحابہ ان کے علم وسعتِ نظر کے معترف تھے، ابو درداء انصاریؓ کا حمص میں کعب کا بڑا ساتھ رہا تھا، فرماتے تھے کہ ابن حمیریہ کے پاس بڑا علم ہے،[۴] امیر معاویہؓ کہتے تھے کہ ابو درداء حکما میں ہیں اور کعب علما میں، ان کے پاس سمندر جیسا اتھاہ علم تھا،[۵]

چونکہ ایک مذہب کے وہ ایک بڑے عالم تھے، اس لیے اسلامی علوم کے ساتھ بھی انھیں خاص مناسبت ہوگئی تھی، مدینہ میں صحابہ سے انھوں نے کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کی تھی،

---

[۱] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۵۶ [۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۹ [۳] تہذیب الاسماء ج ۱ ق ۲ ص ۶۹ [۴] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۵۶ [۵] اصابہ ج ۵ ص ۳۲۳

اور صحابہ نے ان سے اہلِ کتاب کے علوم سیکھے تھے،[1]

کتاب و سنت میں انھوں نے حضرت عمرؓ، صہیبؓ اور حضرت عائشہؓ سے استفادہ کیا تھا، اور اسرائیلیات میں صحابہ میں ابوہریرہؓ، معاویہؓ، ابن عباسؓ، اور تابعین میں مالک بن ابی عامر، اصبحی، عطا بن ابی رباح، عبد اللہ بن رباح انصاری، عبد اللہ بن حمزہ سلولی، ابورافع صائغ، عبد الرحمٰن بن شعیب اور ایک کثیر جماعت ان سے فیضیاب ہوئی تھی،[2]

علم اور علماء اور زوالِ علم

ایک مرتبہ عبد اللہ بن سلام نے ان سے پوچھا کہ کعب! علماء کون لوگ ہیں، جواب دیا جو علم جانتے ہیں، ابن سلام نے پوچھا کونسی شے علماء کے دلوں سے علم کو زائل کر دے گی، فرمایا طمع، حرص اور لوگوں کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا، عبد اللہ ابن سلام نے کہا، تم نے سچ کہا،[3]

شام کا قیام

کعب کا آبائی مذہب یہودیت تھا، اس لیے پہلے سے ان کو ارضِ شام کیساتھ دلی لگاؤ تھا، مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ سرزمین مقدس و محترم ہے، اس لیے چند دنوں مدینہ میں قیام کرنے کے بعد کعب شام چلے گئے، اور حمص میں جا کر سکونت اختیار کر لی،[4]

مواعظ

شام کے زمانۂ قیام میں ان کا مشغلہ زیادہ تر اسرائیلی قصص کے مواعظ تھے، ایک مرتبہ عوف بن مالک نے دورانِ وعظ میں ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ امیر، مامور اور متکلف کے علاوہ لوگوں کے سامنے اور کسی کو مواعظ و قصص نہ بیان کرنے چاہئیں، یہ سنکر کعب نے وعظ گوئی چھوڑ دی، لیکن پھر امیر کے حکم سے دوبارہ وہ سلسلہ جاری کر دیا،[5]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۴۵ [2] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۳۸ [3] اصابہ ج ۵ ص ۳۲۴

[4] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۵۶ [5] اصابہ ج ۵ ص ۳۲۳

اسلامی روایات مین اسرائیلیات کا شمول | کعب کی علمی جلالت مین کوئی شک نہین، وہ یہودی مذہب کے بڑے نامور عالم تھے، لیکن چونکہ خود یہودیون کا سرمایۂ علم زیادہ تر قصص وحکایات تھین، اس لیے کعب کا سرمایۂ معلومات بھی تمام تر یہی تھا، اس سے ایک نقصان یہ ہوا کہ بہت سی بے سروپا اسرائیلی روایات انکے ذریعہ اسلامی لٹریچر مین داخل ہوگئین، اسی بنا پر بعض ائمۂ حدیث کعب کو روایات مین ساقط الاعتبار سمجھتے ہین،

وفات | حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت ۳۲ھ مین شام مین وفات پائی،[1]

(۱۱) محمد بن کعب القرظی

نام ونسب | محمد نام، ابوحمزہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، محمد بن کعب بن حیان بن سلیم بن اسد قرظی، ان کے والد کعب بنی قریظہ کے یہودی اور انصار کے قبیلہ اوس کے حلیف تھے، غزوۂ قریظہ مین گرفتار ہوئے، لیکن بہت کمسن تھے، اس لیے چھوڑ دیے گئے،

فضل وکمال | محمد بن کعب بڑے فاضل اور بلند مرتبہ تابعی تھے، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ علم وفقہ مین مدینہ کے فاضل ترین علماء مین تھے،[2] امام نووی لکھتے ہین کہ وہ بڑے علماء اور ائمۂ تابعین مین تھے،[3]

قرآن | ان کو قرآن وحدیث دونون مین یکسان کمال حاصل تھا، عجلی ان کو "ثقۃ رجل صالح" اور عالم قرآن لکھتے ہین،[4] عون بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ مین نے تاویل قرآن کا

---

[1] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۵۶ ان کے حالات تابعین سے نقل کیے گئے ہین،
[2] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱ [3] تہذیب الاسماء ج اول ق ۱ ص ۹۰،
[4] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱

ان سے بڑا عالم نہین دیکھا[۱] حافظ ذہبی ان کو مفسر قرآن لکھتے ہین[۲]

قرآن مین تدبر وتفکر قرآن کے معنی مین تدبر و تفکر بھی آپ کی خصوصیت تھی، ایک مرتبہ رات مین سورۂ زلزال اور اور سورۂ القارعہ پڑھنا شروع کین، اور پوری رات ان ہی سورتون کے معانی و مطالب مین تدبر و تفکر کرتے رہے، یہان تک کہ سپیدۂ صبح نمودار ہوگیا[۳]

فرماتے تھے، قرآن کے معنی کا مجھ پر اس قدر ورود اور ہجوم ہوتا ہے کہ رات کی رات کٹ جاتی ہے، پھر بھی معانی کا ہجوم اور آمد ختم نہین ہوتی[۴]

تفسیر کی کتابون مین صدہا آیتون کی تفسیر مین ان کے اقوال ملین گے، ان مین سے بیشتر مین کوئی نہ کوئی لفظی یا معنوی ندرت ضرور ہوگی،

حدیث حدیث کے بھی وہ ممتاز حافظ تھے، علامہ ابن سعد ان کو ثقہ عالم اور کثیر الحدیث لکھتے ہین[۵] حدیث مین انھون نے معاویہ، کعبؓ بن عجرہ، ابوہریرہؓ، زیدؓ بن ارقم، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہؓ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن یزید خطمی، عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب، براؓ بن عازبؓ، جابرؓ اور انسؓ بن مالک سے استفادہ کیا تھا،

ان سے فیض اٹھانے والون مین ان کے بھائی عثمان حکم بن عتبہ، یزید بن ابی زیاد ابن عجلان، موسیٰ بن عبیدہ، ابومعشر، ابوجعفر خطمی، یزید بن الہاد، ولید بن کثیر، محمد بن المنکدر، عاصم بن کلیب، ایوب بن موسیٰ، ابن ابی الموالی، ابی المقدام اور ہشام بن زیاد وغیرہ لائق ذکر ہین[۶]

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۵۶، [۵] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱ [۶] ایضاً

فقہ | فقہ میں مدینہ کے ممتاز فقہا میں شمار تھا،

کان من افاضل اہل المدینۃ علماً و فقہاً[۱] | علم و فقہ کے اعتبار سے مدینہ کے فضلا میں تھے،

زہد و ورع | زہد و ورع کی دولت سے بھی بہرہ مند تھے، ابن سعد ان کو علماء متورعین[۲] میں شمار کرتے ہیں، حافظ ذہبی زاہد[۳] ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ کعب علم صلاح اور ورع سے متصف تھے[۴]،

ان کی پاکبازی کی شہادت ان کی والدہ کی زبانی | زندگی کے ہر زمانہ میں نہایت پاکباز اور پاک نفس رہے، بایں ہمہ دعائے مغفرت و توبہ و استغفار میں ہر وقت مشغول رہتے تھے، یہ دیکھکر ان کی والدہ فرماتی تھیں محمد! اگر تمہاری پاکبازانہ زندگی میرے سامنے نہ ہوتی تو تمہاری دن رات کی گریہ و زاری اور توبہ و استغفار سے میں سمجھتی کہ تم نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا ہے، لیکن میں نے تمہیں بچپن میں بھی پاکباز اور پاک نفس پایا، اور بڑے ہونے پر بھی ویسا ہی پا رہی ہوں،

محمد بن کعب نے فرمایا، اماں جان! آپ جو سمجھتی ہیں وہ ٹھیک ہے، لیکن میں اپنے کو گناہوں سے مامون نہیں پاتا، ہو سکتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی لغزش ہو گئی ہو، جو خدا تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا باعث ہو، اسی وجہ سے میں ہر وقت استغفار کیا کرتا ہوں،

زرین اقوال | فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو بھلائی کی توفیق دیتا ہے، تو اس میں تین خصلتیں پیدا کر دیتا ہے، دین میں سمجھ، دنیا سے بے رغبتی، اور عیب پوشی،

فرمایا جو قرآن پڑھتا ہے وہ عقل کی دولت سے ضرور بہرہ ور ہوگا، چاہے اس کا سن

[۱] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۲۱ [۲] ابن سعد [۳] ایضاً [۴] دول الاسلام ج ۱ ص ۵۶

سو برس کا کیون نہ ہوگیا،

فرمایا کہ کچھ لوگون کے اوپر اور کچھ لوگون کے واسطے زمین روتی ہے، پھر فرمایا جو لوگ بھلائی کرتے ہین، ان کے واسطے زمین روتی اور دعا کرتی ہے، اور جو لوگ برائی کرتے ہین ان کے اوپر زمین روتی اور بد دعا کرتی ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی،

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ — زمین و آسمان ان پر نہین روئے،

رونے سے مراد ہمدردی و شہادت ہے، اس لیے کہ قیامت مین ہمارے اعمال کے بارے مین ہر چیز سے شہادت لی جائے گی،

آپ سے پوچھا گیا کہ خذلان اور حرمان کی علامت کیا ہے، فرمایا کہ اچھے کو برا اور برے کو اچھا سمجھنا،

ذکر الٰہی | فرماتے تھے، اگر ترک ذکر کی رخصت دی جا سکتی تو سب سے پہلے حضرت زکریاؑ کو رخصت ملتی، (کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تین دن تک بولنے سے منع کر دیا تھا، مگر اسی کے ساتھ یہ حکم بھی تھا کہ ذکر الٰہی کثرت سے کرو)

پھر یہ آیت تلاوت کی،

آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا — تمھارے لیے نشانی یہ ہے کہ تین روز تک کسی شخص سے بجز اشارے کے بات نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرو،

پھر فرمایا کہ دوسرے مجاہدین فی سبیل اللہ کو اس کی رخصت مل سکتی تھی لیکن ان کے متعلق فرمایا گیا ہے، پھر یہ آیت پڑھی[1]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ — اے ایمان والو جب تم سے دشمن کی کسی جماعت

[1] حلیۃ الاولیا ج ۳ ص ۲۱۲

فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا سے منڈ بھیڑ ہو جائے، تو ثابت قدم رہو اور ذکر الٰہی زیادہ کرو،

وفات — ۳۲ھ میں وفات پائی، [۱]

(۱۲) نعیم الحبر

نعیم نام تھا، شام کے رہنے والے اور مذہباً عیسائی تھے، کعب احبار کی طرح ان کا شمار بھی علمائے اہل کتاب میں تھا، چنانچہ حبر (عالم) ان کے نام کا جزء ہوگیا تھا، مزدوری کرکے گزر اوقات کرتے تھے، [۲]

مطرف بن مالک تابعی بیان کرتے ہیں کہ عہد فاروقی میں جب تستر فتح ہوا تو مال غنیمت میں ایک برتن ہاتھ آیا جس میں ایک کتاب تھی، ہمارے ساتھ ایک نصرانی مزدور تھا جس کا نام نعیم تھا، اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ یہ برتن مع کتاب میرے ہاتھ فروخت کردو، ابو موسیٰ اشعریؓ اور دوسرے صحابہ کتاب فروخت کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن ہم لوگوں نے برتن کو اس کے ہاتھ فروخت کردیا، اور کتاب ہدیۃً دیدی، ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو اسکی اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے لکھا کہ یہ کسی نبی کی کتاب ہے، اس کو دفن کردینا چاہیے، بعض روایتوں میں ہے کہ نعیم خود اس برتن کو فروخت کرنے کے لیے مسلمانوں کے پاس آئے، انھوں نے برتن خرید لیا اور کتاب ان کو ہدیہ کردی، [۳]

قبول اسلام — مطرف بن مالک ہی راوی ہیں کہ مجھے بیت المقدس جانے کا اتفاق ہوا، وہاں نعیم سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کہ تمھاری نصرانیت کا کیا حال ہے؟ نعیم نے کہا کہ میں تو اب دین حنیف (یعنی اسلام) میں داخل ہوگیا ہوں،

[۱] شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۳۹ [۲] اصابہ ذکر نعیم [۳] ایضاً

بیت المقدس مین نعیم اور کعب کی دعوتِ اسلام اور علمائے اہل کتاب کا قبول اسلام

مطرف بیان کرتے ہین کہ اس سفر مین نعیم کے ساتھ کعب احبار بھی تھے، جب ان کے آمد کی اطلاع یہود کو ملی تو وہ ان کے گرد جمع ہو گئے، کعب احبار کو جو کتاب تستر مین ملی تھی، انھون نے اس کو یہود کے سامنے پیش کیا، اور کہا کہ یہ ایک قدیم کتاب ہے، جو تمھاری زبان (غالباً عبرانی) مین ہے، اس کو پڑھو، ایک شخص نے پڑھنا شروع کیا، جب وہ ایک خاص جگہ پر پہنچا، تو اس نے کتاب زمین پر پٹک دی،[1] نعیم اس کی حرکت سے بہت ناخوش ہوئے، اور کتاب کو انھون نے اپنی گود مین اٹھا لیا، اور ان سے کہا کہ اب مین ہرگز اس کتاب کو تمھین نہین دونگا، لیکن انھون نے جب بہت منت سماجت کی تو نعیم نے کہا کہ اچھا مین اسے اپنے زانو پر رکھکر بیٹھتا ہون، تم مین سے کوئی شخص پڑھے، چنانچہ کتاب ان کے ہاتھ مین تھی، اور ایک شخص اسے پڑھ رہا تھا، جب وہ پڑھتے پڑھتے اس آیت

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین چاہیگا، اس سے وہ قبول نہین کیا جائیگا،

پہنچا تو تقریباً بیالیس[2] علمائے یہود اسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے، افسوس ہے کہ اس سے زیادہ ان کے حالات معلوم نہین ہو سکے،

---

[1] اس سے پہلے والے شخص نے غالباً اسی آیت پر پہونچ کر غصہ مین کتاب پھینک دی تھی، یہ آیت قرآن کی ہے، لیکن اسی واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ کتب قدیمہ مین اس آیت کی پیشین گوئی موجود تھی، نعیم نے دوسرے سے اسلیے پڑھوایا کہ ان کے پڑھنے سے یہود کو شبہہ ہوتا،

(۱۳) وہب بن منبہ

وہب بن منبہ کی عام کتب سماوی خصوصاً توراۃ اور انجیل سے واقفیت اور ان سے متعلق ان کے معلومات کی کثرت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اہل کتاب مین سے تھے، لیکن چونکہ ارباب رجال مین سے کسی نے ان کے اہل کتاب ہونیکی تصریح نہین کی ہے، اس لیے مجھے ان کو اس فہرست مین داخل کرنے سے تامل تھا، لیکن ابن ندیم کی یہ تصریح مل جانے کے بعد کہ اہلِ کتاب مین سے جو لوگ ایمان لائے تھے، ان مین وہب بن منبہ بھی تھے[۱]، زمرۂ اہل کتاب تابعین مین داخل کر لیا گیا،

مگر اس کے بعد ایک دوسرا سوال کہ وہ عیسائی تھے یا یہودی باقی رہ جاتا ہے، ان مین سے کسی ایک کی تصریح نظر سے کہین نہین گزری، لیکن کتب تفسیر مین عام طور پر اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء مین خاص طور سے ان کے جو اقوال نقل کئے ہین، ان سے پتہ پتہ چلتا ہے کہ وہ عیسائی لٹریچر کے مقابلہ مین یہودی لٹریچر سے زیادہ واقف تھے، نیز سیف بن ذی یزن یمنی یہودی سے ان کا عزیزانہ تعلق بھی تھا، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ یہودی رہے ہون گے

اب اس مختصر تمہید کے بعد ان کے حالات لکھے جاتے ہین،

نام نسب وہب نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، وہب بن منبہ بن کامل بن سیج ابن ذی کناز یمنی صنعانی، ایک روایت یہ ہے کہ وہب عجمی النسل تھے، ان کے والد منبہ کسریٰ کے زمانہ مین جب اس نے سیف بن ذی یزن حمیری کی قیادت مین حبشہ پر مہم بھیجی تھی، یمن آئے

[۱] فہرست ابن ندیم ص ۲۲ ، یہ حالات زیادہ تر "تابعین" سے ماخوذ ہین

تھے، اور پھر یہین آباد ہو گئے اور عہد نبوی مین مشرف باسلام ہوئے،

پیدائش ۳۴ھ مین پیدا ہوئے[۱]

فضل وکمال اسلامی علوم مین وہب کا کوئی خاص درجہ نہ تھا، بلکہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ بمقابلہ اس کے وہ دوسرے مذاہب کی کتابون اور صحیفون کے عالم تھے، تاہم وہ اسلامی علوم سے بیگانہ نہ تھے، تابعین مین ممتاز شخصیت کے مالک تھے، علامہ نووی لکھتے ہین کہ وہ جلیل القدر تابعی ہین، ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے[۲]،

حدیث حدیث مین متعدد صحابہ سے فیضیاب ہوئے تھے، حضرت ابوہریرہؓ، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، ابوسعید خدریؓ، انس بن مالک، اور نعمان ابن بشیرؓ سے ان کی روایات ملتی ہین[۳]،

ان کے صاحبزادے عبداللہ وعبدالرحمن اور بھتیجے عبدالصمد اور عقیل اور عام لوگون مین عمرو بن دینار، سماک بن فضل اور اسرائیل وغیرہ نے ان سے سماع حدیث کیا تھا[۴]،

فقہ ان کے تفقہ کے سلسلہ مین صرف اسقدر معلوم ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ مین صنعا کے عہدۂ قضا پر مامور تھے[۵]،

غیر مذاہب کے صحیفون کا علم وہب دوسرے مذاہب کے صحیفون کے بڑے نامور عالم تھے، بلکہ اس بارہ مین ان کی جماعت مین ان کا کوئی مقابل نہ تھا، امام نووی لکھتے ہین کہ وہ گذشتہ کتابون کے علم ومعرفت مین مشہور ہین[۶]، حافظ ذہبی لکھتے ہین کہ وہ بڑے وسیع العلم تھے۔ اور اپنے زمانہ مین کعب احبار کے نظیر مانے جاتے تھے[۷]،

[۱] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۸۸ [۲] تہذیب الاسماء جلد اول ص ۱۴۹ [۳] تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۱۶۷ [۴] ایضاً، [۵] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۸۸ [۶] تہذیب الاسماء جلد اول ص ۱۴۹ [۷] تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۸۹،

استقصاء سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے بانوے الہامی کتابون کا مطالعہ کیا تھا، جن مین سے بعض ایسی تھین جن کے متعلق لوگون کو کم واقفیت ہے، داؤد بن قیس صنعانی کا بیان ہے کہ مین نے وہب سے سنا وہ کہتے تھے کہ مین نے بانوے آسمانی کتابین پڑھین جن مین سے بہتر کینسون مین اور لوگون کے پاس موجود ہین، اور بائیس کتابون کا علم بہت کم لوگون کو ہے، ان تمام کتابون مین یہ مضمون مشترک ہے کہ "جو انسان مشیت کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے وہ کافر ہے"، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ تیس کتابین ایسی پڑھی تھین جو تیس نبیون پر اتری تھین[۵]، ان دونون روایتون مین کوئی تضاد نہین ہے، بلکہ دونون صحیح ہین، تیس کتابین ایسی رہی ہون گی جن کی حیثیت مستقل مصاحف کی ہوگی، اور بقیہ مستقل کتابین نہ رہی ہونگی، اسقدر مسلّم ہے کہ وہ کتب ماضیہ کے سب سے بڑے عالم تھے، اور قدیم صحیفون کے مشہور اور نامور علماء کعب احبار اور عبداللہ بن سلام دونون کا مجموعی علم ان کی تنہا ذات مین جمع تھا،

تصنیفات عہد اسلام مین فن تاریخ پر سب سے پہلی کتاب حضرت معاویہؓ کے زمانہ مین اخبار الماضیین لکھی گئی، اس کے بعد وہب بن منبہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ انھون نے اس فن پر ایک مفید کتاب "ذکر الملوک" لکھی، یہ اس وقت ناپید ہے، لیکن ساتوین صدی تک موجود تھی، علامہ ابن خلکان نے اس کتاب کو دیکھا تھا، انھون نے لکھا ہے کہ اس مین یمن کے متعلق بہت مفید معلومات ہین، اور اس مین ملوک حمیر کے اخبار و انساب اور ان کے مقابر و اشعار کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے، (ابن خلکان ص ۱۸۰ ج ۲)

اس کتاب کے علاوہ صاحب کشف الظنون نے ان کی اور ایک کتاب کا تذکرہ کیا ہے، کشف الظنون کی عبارت یہ ہے،

---

۵ ابن سعد ج ۵ ص ۳۹۶

اول من صنف فی المغازی	مغازی مین سب سے پہلے عروہ بن زبیر نے
عروۃ بن الزبیر وجمعھا ایضاً	تصنیف کی، اس کے بعد اس فن کو وہب
وھب بن منبہ	ابن منبہ نے جمع کیا،

اس کتاب کا ایک نسخہ ہیڈن برگ (جرمنی) مین موجود ہے، اس نسخہ پر سنہ کتابت ۲۲۸ھ درج ہے، اور راوی کا نام محمد بن بکر عن ابی طلحہ عن عبد المنعم عن ابیہ عن ابی الیاس عن وہب درج ہے، وہب نے اپنی عادت کے مطابق اس مین بھی اسناد کا استعمال نہین کیا ہے اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس مین انھون نے کہین اسرائیلیات کو داخل نہین کیا ہے، (ضحی الاسلام ج ۲ ص ۳۲۳)

فضائل اخلاق وہب فطرۃً نہایت صالح تھے، دینی کتابون کے مطالعہ نے ان کو اور زیادہ حلیم اور عبادت گذار بنا دیا تھا، وہ عابد شب زندہ دار تھے، ساری ساری رات عبادت کرتے تھے، کامل بیس سال تک انھون نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، طبیعت مین نرمی اس قدر تھی کہ کسی ذی روح کے لیے ان کی زبان سے گالی یا درشت کلمہ نہ نکلا،

غیر معتبر روایات لیکن کعب احبار کی طرح ان کی ذات بھی مسلمانون مین غیر معتبر اسرائیلیات کی اشاعت کا باعث ہوئی،

حکیمانہ مقولے حلیۃ الاولیاء مین وہب بن منبہ کے بہت سے حکیمانہ اقوال درج ہین، ان مین سے چند یہان نقل کیے جاتے ہین، فرمایا کہ بے عمل اور آوارہ آدمی حکماء مین نہین ہو سکتا (ج ۴ ص ۲۱) فرمایا کہ حضرت لقمان ؑ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی کہ اے نور چشم اہل ذکر اور اہل غفلت کی مثال نور اور ظلمت کی ہے یعنی اہل ذکر مین خدا کا نور ہوتا ہے، اور اہل غفلت مین ظلمت ہوتی ہے، ایک بار نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ترازو کے پلڑون کی طرح ہر چیز کے دو کنارے

ہوتے ہین، اگر ایک کو پکڑوگے تو دوسرا جھک جائیگا، اس لیئے چاہیئے کہ وسط کو پکڑو، تاکہ دونون مین سے کوئی نہ جھکنے پائے، یعنی ہر کام مین اعتدال ملحوظ رکھنا چاہیئے، (ج ۴ ص ۳۵)

فرمایا، ہر چیز ابتدا مین چھوٹی ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑی ہوجاتی ہے، لیکن مصیبت کا حال اس کے بالکل برعکس ہے، وہ ابتدا مین بڑی ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ چھوٹی ہوجاتی ہے یعنی اس کا اثر گھٹ جاتا ہے، (ج ۴ ص ۶۳)

فرمایا جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل نہین کرتا اسکی مثال اس طبیب کی سی ہے جس کے پاس دوا اور شفا کا سامان موجود ہے، لیکن وہ انھین استعمال نہین کرتا (ج ۴ ص ۱)

کسی نے ان سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز مین طویل قیام کرتا ہے، اور دوسرا سجدہ مین، دونون مین کون افضل ہے، فرمایا جو اللہ تعالی سے زیادہ تعلق اور محبت رکھتا ہو (ص ۳۴)

فرمایا منافق کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ تعریف کو پسند کرتا ہے اور تنقید کو ناپسند (ص ۱)

فرمایا اگر کسی بچہ مین دو وصف موجود ہون تو اس سے رشد و صلاح کی توقع ہے، ایک حیا، دوسرے خوف (ص ۲۶)

ایک مرتبہ فرمایا کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت اور شناخت ہوتی ہے، دین کی علامت تین چیزین ہین، ایمان، علم اور عمل، پھر ایمان کی بھی تین علامتین ہین، اللہ پر، ملائکہ پر، اور اسکے رسولون اور اس کی کتابون پر ایمان، عمل کی بھی تین شناخت ہے، نماز، روزہ، زکوۃ، علم کی تین علامتین یہ ہین، اللہ کا اور اس کی رضا اور عدم رضا کا علم، تصنع اور تکلف کرنے والون کی تین پہچان ہے، جو اس سے اونچے ہوتے ہین ان کا ہر چیز مین وہ مقابلہ کرتا ہے، اور جو چیز اسے معلوم نہین ہوتی اس کے بارے مین وہ اپنی معلومات کا اظہار کرتا ہے، اور جو چیز اللہ نے اسے فطرۃً دی نہین یا وہ پا نہین سکتا اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے، منافق کی شناخت

کی تین صورتیں ہیں، جب وہ تنہا ہوتا ہے تو کسل مند ہوتا ہے، اور جب اس کے یہان کوئی جاتا ہے تو نشاط اور چستی کا اظہار کرتا ہے، اور ہر کام مین تعریف کا خواہان ہوتا ہے، حاسد کے پہچاننے کی تین صورتیں ہین، جن سے وہ حسد کرتا ہے، جب وہ غائب ہوتا ہے تو اس کی غیبت کرتا ہے اور جب وہ سامنے موجود ہوتا ہے تو اس کی خوشامد کرتا ہے، اور مصیبت کے وقت گالی گفتہ کرتا ہے، مسرف کی تین عادتیں ہوتی ہین، وہ اس چیز کو خریدتا ہے جو اس کے لائق اور اس کیلیے مفید نہین ہے کھانا وہ کھاتا ہے جو اس کے لیے نہین ہے، کپڑے وہ پہنتا ہے جو اس کے لیے نہین ہین یعنی ہر کام مین اپنا معیار بلند کرتا ہے، (ص۱۳۴)

ان اقوال مین انھون نے مختصر طور سے اخلاق و عمل کے تمام پہلوؤن پر روشنی ڈالدی ہے، اللہ ہمین اس کی توفیق دے۔

وفات ہشام بن عبد الملک کے عہد مین سنہ ۱۱۴ھ مین صنعا مین وفات پائی،

اولاد کتب رجال مین اولاد کی کوئی تصریح نہین ملتی، لیکن ابن ندیم نے ان کے پر نواسے عبد المنعم کا ذکر کیا ہے، جنھون نے تاریخ کی ایک کتاب "کتاب المبتدا" کے نام سے تصنیف کی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے ایک صاحبزادی تھین۔ (ص۱۳۸)

صحابیات

(۱) حضرت تمیمہ رض

نام و نسب | تمیمہ نام، باپ کا نام وہب، بنو قریظہ سے نسبی تعلق تھا،[1]

اسلام | اسلام لانے کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی،

شادی اور طلاق کا قصہ | شادی حضرت رفاعہ رض (جنکا تذکرہ اوپر آچکا ہے) سے ہوئی تھی، مگر نباہ نہ ہو سکا، اسی لیے حضرت رفاعہ رض نے طلاق دیدیا، اس کے بعد حضرت عبد الرحمن بن زبیر سے شادی ہوئی، لیکن بعض وجوہ کی بنا پر عبد الرحمن بن زبیر سے بھی علحدگی اختیار کرنا چاہی مگر حلالہ کے لیے مباشرت ضروری تھی اور وہ غالباً ممکن نہ تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئین، اور عرض کی کہ علحدگی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے، مگر اجازت نہین ملی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت تک عبد الرحمن بن زبیر کے ساتھ رہین، حضرت ابوبکر رض کے عہدِ خلافت ہی مین انھون نے پھر حضرت ابوبکر رض سے علحدگی کی اجازت چاہی، لیکن آپ نے بھی اجازت نہین دی، حضرت عمر رض خلیفہ ہوئے، تو ان سے بھی اجازت چاہی، حضرت عمر رض نے بڑی سختی سے فرمایا کہ اگر اب آؤ گی تو رجم کردون گا،[2]

---

[1] آپ کے نام مین بڑا اختلاف ہے، اس کے علاوہ آپ کے حسب ذیل نام ہین، سہیمہ، رمیصا، امیمہ، غمیصا مگر زیادہ تر روایتوں مین عائشہ یا تمیمہ آیا ہے، اسد الغابہ ص ۱۸۱ ج ۲ [2] اسد الغابہ ایضاً

آپ کی زندگی کا یہی واقعہ تمام اربابِ رجال لکھتے ہین، اس کے علاوہ اور حالات نہین مل سکے،

وفات | وفات کی تصریح نہین ملی، لیکن اوپر کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عہد فاروقی تک زندہ رہین،

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (بقرہ - ۲۹)

پھر اگر مرد طلاق دیدے عورت کو تو پھر اس کیلیے حلال نہ رہے گی اسکے بعد یہانتک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کیساتھ نکاح کرے،

اس آیت کے اسبابِ نزول مین ایک سبب حضرت تمیمہؓ کا یہ واقعۂ نکاح بھی تھا،

(۲) حضرت خالدہؓ

نام و نسب | خالدہ یا خلدہ نام، باپ کا نام حارث، حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کی چچی ہوتی تھین،

اسلام | حضرت عبد اللہ بن سلامؓ فرماتے ہین کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے کہ ایک شخص نے آپ کی آمد کا مژدہ سنایا، مین بے تابی سے اٹھا، میری چچی خالدہ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھین، میری بیتابی دیکھکر انھون نے کہا کہ موسیٰ بن عمران کا اگر ظہور ہوتا تو کیا تمھین اس سے زیادہ خوشی نہ ہوتی، حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے فرمایا، خدا کی قسم یہ تو نبوت مین موسیٰ کے ساتھی ہین، دونون کی بعثت کا مقصد ایک ہے، اس پر ان کی چچی نے تعجب سے کہا کہ کیا یہ وہی نبی تو نہین ہین جن کی بعثت کے ہم سب منتظر تھے، حضرت عبد اللہؓ بن سلام نے انھین اثبات مین جواب دیا، اور وہان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے، اور اسلام کی دولت سے بہرہ اندوز ہوئے، اور پھر گھر آکر گھر کے سارے افراد

کو جن مین حضرت خالدہؓ بھی شامل تھین، اس سے بہرہ اندوز کیا،

زندگی کے دوسرے کارنامے اور وفات وغیرہ کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی،

(۳) حضرت ریحانہؓ

نام و نسب ریحانہ نام، باپ کا نام شمعون یا زید تھا[۱]، باختلافِ روایت سلسلۂ نسب یہ ہے، ریحانہ بنت شمعون بنت زید بعض روایتون مین ریحانہ بنت زید بن عمر بن جنافہ بن شمعون ابن زید ہے، قبیلہ بنو قریظہ سے تھین،[۲]

نکاح پہلے بنو قریظہ کے ایک شخص حکم سے نکاح ہوا تھا، غزوۂ بنو قریظہ کے دن دوسرے یہودیون کے ساتھ حکم بھی قتل کر دیا گیا، اس روز جو عورتین اور بچے اسیر ہو کر آئے تھے، ان ہی مین حضرت ریحانہؓ بھی تھین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین بڑی احتیاط کے ساتھ ام المنذر بنت قیس کے گھر مین ٹھہرایا،[۳]

اسلام ان سے فرمایا تمھین اختیار ہے چاہے اسلام قبول کر لو یا اپنے مذہب (یہودیت)

---

[۱] میرے خیال مین ریحانہ بنت شمعون ہی آپ کا صحیح سلسلۂ نسب ہے، اس لیے کہ ان کے والد کا شمار صحابہ مین ہے، حافظ ابن عبد البر نے استیعاب مین آپ کا سلسلۂ نسب شمعونؓ بن زید لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حضرت ریحانہؓ کے والد تھے، اسی لیے جس سلسلہ مین شمعون کا نام کئی نامون کے بعد ہے، وہ صحیح نہین ہے [۲] بعض لوگون نے لکھا ہے کہ بنو نضیر سے تھین، لیکن یہ صحیح نہین ہے جیسا کہ حضرت شمعونؓ کے حالات مین تفصیل آچکی ہے، حافظ ابن عبد البر نے شمعون کے حالات مین لکھا ہے کہ وہ قرظی تھے، اور انصار خزرج کے حلیف تھے، اس لیے ہو سکتا ہے کہ اسی طرح بنو نضیر سے بھی انکے عزیزانہ تعلقات رہے ہون، [۳] ابن سعد

پر قائم رہو، انھون نے اپنے قدیم دین پر رہنا پسند کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے اسلام نہ لانے کا بڑا رنج ہوا، اور دوبارہ فرمایا، اگر تم اسلام قبول کر لو تو مین تمھین اپنے پاس رکھون گا، لیکن انھون نے پھر انکار کیا، یہ مزاج اقدس پر اور زیادہ گران گزرا اور خاموشی اختیار فرمالی گئی، ایک دن آپ مجلس مین تشریف فرما تھے کہ یکایک ایک شخص کے پیر کی چاپ سنائی دی، آپنے فرط مسرت سے تمام حاضرین سے فرمایا کہ یہ ثعلبہ بن سعید ہین، جو ریحانہ کے اسلام کی خوشخبری لیکر آرہے ہین، [۱]

دوسری روایت ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا اگر تم اللہ اور رسول (اسلام) کو اختیار کرتی ہو تو مین تمھین اپنے لیے خاص کر لون گا، اس پر حضرت ریحانہؓ نے کہا ہان مین اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہون، [۲]

ہو سکتا ہے کہ ابتدا مین انھون نے اسلام قبول کرنا اپنی قدیم دینی اور قومی حمیت کے خلاف سمجھا ہو، اور بعد مین جب اس کی خوبیون سے واقف ہو گئین تو قبول کر لیا ہو،

قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین اپنی ملک مین رکھا اور بعض روایتون کے مطابق آپ نے انھین آزاد کرکے اپنے حبالۂ عقد مین لے لیا، اور وہ ازواج مطہرات مین داخل ہوئین، [۳]

ابن سعد اور حافظ ابن حجر نے انھین ازواج مطہرات مین، اور اکثر اہل سیر اور اہل رجال نے انھین سراری مین شمار کیا ہے، لیکن ابن اسحٰق کی ایک روایت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ

---

[۱] ابن سعد ج ۸ ص ۹۳، ان کے اسلام کے سلسلہ مین پہلی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ ثعلبہ بن سعید کا ذکر مین تمام اہل رجال سنداً اس روایت کا ذکر کیا ہے،

[۲] ابن سعد ایضاً

آپ نے ان سے نکاح کیا نہین تھا، بلکہ انھین یہ اختیار بخشا تھا کہ اگر وہ چاہین تو آپ ان سے نکاح فرمالین اور انھین ازواج مطہرات مین شامل کرلین، لیکن انھون نے فرمایا کہ یا رسول اللہ اگر آپ اپنی ملک ہی مین رکھین تو میرے اور آپ دونون کے لیے آسانی ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین اپنی ملک ہی مین رکھا، (اصابہ ج ۴ ص ۳۰۹)

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لیجانے سے چند مہینے پہلے ہی اس دار فانی کو چھوڑ کر دار بقا مین پہنچ گئین،[۱]

تدفین جنۃ البقیع مین سپرد خاک کی گئین،[۲]

حلیہ خدائے تعالیٰ نے حسن صورت اور حسن سیرت دونون سے نوازا تھا،[۳]

قیام گاہ ابتدا مین ام المنذر کے مکان مین ٹھرائی گئین، اس کے بعد غالباً دار قیس بن فہد مستقل قیام گاہ رہی،[۴] اور وہین وفات پائی،

فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی، جب وہ کوئی فرمایش کرتی تھین تو آپ ضرور پوری کرتے تھے، ابن سعد مین ہے کہ ازواج مطہرات کی طرح ان کی بھی باری کا دن مقرر تھا،[۵] اور باپردہ رہتی تھین،

(۴) حضرت سفانہ رضؓ

نام و نسب سفانہ نام، حضرت عدی بن حاتمؓ مشہور صحابی کی بہن تھین، اوپر آپ پڑھ چکے ہین کہ

---

[۱] بعض روایتون مین ہے کہ آپ کی وفات کے چھ مہینہ پہلے آپ کا انتقال ہوا، بعض روایتون مین ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد آپ کی وفات ہوئی، اصابہ ج ۴ ص ۳۰۹) [۲] اصابہ ایضاً [۳] ابن سعد ج ۸ ص ۹۳ [۴] اصابہ ج ۴ ص ۳۰۹ [۵] ابن سعد ج ۸ ص ۹۳

جب اسلامی لشکر قبیلہ طے مین پہونچا تو اس وقت حضرت عدیؓ قبیلہ کے سردار تھے، وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر اپنی عیسائی برادری کے پاس شام چلے گئے[1]، لیکن اتفاق سے سفانہ چھوٹ گیئن اور وہ مسلمانون کے ہاتھ آگیئن، عام قیدیون کے ساتھ وہ مدینہ لائی گیئن، اور ایک خاص مقام پر رکھی گیئن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا، تو سفانہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے، اور ان کے علاوہ جو چھڑانے والا ہے، وہ اس وقت موجود نہین ہے، مجھ پر احسان کیجئے، خدا آپ پر احسان کرے گا، حضور نے پوچھا چھڑانے والا کون؟ عرض کیا عدی بن حاتم، فرمایا وہی حاتم تو نہین جس نے خدا ورسول سے فرار اختیار کر لیا، دوسرے دن پھر آپ کا گذر ہوا، اسیر خاتون نے پھر وہی درخواست کی، اور پھر وہی جواب ملا، تیسری مرتبہ انھون نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے درخواست کی، اس مرتبہ قبول ہوگئی، اور رہا کر دی گیئن، لیکن چونکہ بڑے گھر کی عورت تھین اس لیے ان کے رتبہ اور اعزاز کے پیش نظر ارشاد ہوا، کہ ابھی جانے مین جلدی نہ کرو، جب تمھارے قبیلہ کا کوئی معتبر آدمی مل جائے تو مجھے خبر کرو، چند دنون کے بعد قبیلہ بلی اور قضاعہ کے کچھ لوگ ملے، سفانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ نے ان کے شایانِ شان سواری، لباس اور اخراجاتِ سفر کا انتظام کر کے بحفاظت تام انکو روانہ کر دیا، یہان سے یہ براہ راست عدی کے پاس شام پہنچین، اور ان کو بہت ملامت کی کہ تم سے زیادہ قاطع رحم کون ہوگا، اپنے اہل وعیال کو تو لے آئے، اور مجھکو تنہا چھوڑ دیا، عدی نے ندامت اور شرمساری کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اور چند دنون کے بعد عدی نے ان سے پوچھا کہ تم ہوشیار اور عاقلہ ہو، تم نے اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا رائے قائم کی، انھون نے کہا میری یہ رائے ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۸

ان سے ملو، اگر وہ نبی ہیں تو ان سے ملنے میں سبقت کرنا شرف و سعادت ہے، اور اگر بادشاہ ہے تو بھی میں کا ایک باعزت فرمان روا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔[۱]

| اسلام | اسلام کے بارے میں صاحب اصابہ لکھتے ہیں، |

وکانت اسلمت واحسنت اسلامها — وہ اسلام لائیں اور حسن وخوبی سے نباہا،

وفات اور زندگی کے اور دوسرے حالات معلوم نہیں ہوسکے۔

(۵) حضرت سیرینؓ

حضرت سیرینؓ اور حضرت ماریہ قبطیہؓ حقیقی بہنیں تھیں، ان کو مقوقس شاہ مصر نے بارگاہ رسالت میں ہدیۃً بھیجا تھا، حضرت ماریہؓ تو حرم نبوی میں داخل ہوئیں، اور حضرت سیرینؓ حضرت حسانؓ مشہور صحابی و شاعر کے حبالہ عقد میں آئیں، جن کے بطن سے حضرت عبدالرحمان بن حسانؓ پیدا ہوئے،[۱] حضرت سیرینؓ بڑی صابرہ اور شاکرہ تھیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ جو حضرت ماریہؓ کے بطن سے تھے انتقال ہوا تو حضرت ماریہؓ لخت جگر کی جدائی سے بے قابو ہوکر رونے لگیں، حضرت سیرینؓ کو اگرچہ اپنی محبوب بہن کے بچے کے مرنے کا غم کم نہ تھا لیکن انھوں نے اپنے جذبات پر قابو رکھا، اور حضرت ماریہؓ کو سمجھاتی رہیں۔[۲]

حضرت ماریہؓ اور حضرت سیرینؓ کے متعلق اگرچہ رجال اور سیر کی عام کتابوں میں اسکی تصریح نہیں ملتی کہ وہ عیسائی تھیں، لیکن بعض قرائن کی بنا پر انھیں اہل کتاب صحابیات کے زمرہ میں لے لیا گیا ہے۔

پہلا قرینہ یہ ہے کہ وہ قبطی تھیں، اور معلوم ہے کہ مصر کے قبطی عموماً عیسائی تھے، چنانچہ زرقانی نے

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۹ و ۳۷۰ [۲] ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۵

حضرت ماریہؓ کے حالات مین قبطی کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے،

نسبۃ الی القبط ای نصاری مصر (قبطی مصر کے عیسائی تھے)

دوسرا یہ کہ ان کے ساتھ ان کے ایک بھائی مابور بھی آئے تھے، ارباب سیر و رجال لکھتے ہین کہ بہنون نے تو اسلام قبول کر لیا، لیکن یہ اُس وقت اپنے قدیم دین پر قائم رہے، اور کچھ دن کے توقف کے بعد مسلمان ہوئے، ہمارا خیال ہے کہ دین سے نصرانیت ہی کی طرف اشارہ ہوگا، مابور کا ذکر پہلے آچکا ہے،

حضرت صفیہؓ[1]

نام و نسب | اصلی نام زینب تھا، لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر مین خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ مین آئی تھین، اور عرب مین مال غنیمت کے ایسے حصہ کو جو امام یا بادشاہ کے لیے مخصوص ہوتا تھا، صفیہ کہتے تھے، اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئین، یہ زرقانی کی روایت ہی،

حضرت صفیہؓ کو باپ اور ماں دونون کی جانب سے سیادت حاصل تھی، باپ کا نام حیی بن اخطب تھا، جو قبیلۂ بنو نضیر کا سردار تھا، اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل مین شمار ہوتا تھا، ماں جس کا نام ضرہ تھا سموال رئیس قریظہ کی بیٹی تھی، اور یہ دونون خاندان (قریظہ اور نضیر) بنو اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے، جنھون نے زمانۂ دراز سے عرب کے شمالی حصون مین سکونت اختیار کر لی تھی،

نکاح | حضرت صفیہؓ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی، سلام نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح مین آئین، جو ابو رافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا،

---

[1] ان کے حالات کسی قدر اضافہ کے ساتھ حرف بحرف سیر الصحابیات اڈیشن اول مولفہ مولانا سعید انصاری سابق رفیق دار المصنفین سے منقول ہین،

کنانہ جنگ خیبر مین مقتول ہوا، حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئین، جب خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے تو دحیہ کلبیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتخاب کرنے کی اجازت دی، انھون نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کیا، لیکن ایک صحابی نے آپ کی خدمت مین آکر عرض کی کہ آپ نے رئیسۂ بنو نضیر و قریظہ کو دحیہ کو دیدیا، وہ تو صرف آپ کے لیے سزاوار ہے، مقصود یہ تھا کہ رئیسۂ عرب کیساتھ عام عورتون کا سابرتاؤ مناسب نہین، چنانچہ حضرت دحیہؓ کو آپ نے دوسری لونڈی عنایت فرمائی، اور صفیہؓ کو آزاد کرکے خود نکاح کرلیا[۱]، خیبر سے روانہ ہوئے تو مقام صہبا مین رسم عروسی ادا کی، اور جو کچھ سامان لوگون کے پاس تھا، اس کو جمع کرکے دعوتِ ولیمہ فرمائی، وہان سے روانہ ہوئے تو آپ نے ان کو خود اپنے اونٹ پر سوار کرلیا، اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا، مدینہ پہنچکر آپ نے حضرت صفیہؓ کو حارث بن نعمان کے مکان مین اتارا، جب ازواج مطہرات کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو حضرت عائشہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت حفصہؓ وغیرہ انصار کی چند عورتون کے ساتھ ان کو دیکھنے آئین، حضرت عائشہؓ جب دیکھکر واپس ہوئین تو آنحضرت صلعم نے ان سے پوچھا کیف رأیتھا یا عائشۃ عائشہ تم نے ان کو کیسا پایا، حضرت عائشہؓ بولین "یہودیہ ہے" فرمایا، یہ نہ کہو، وہ تو مسلمان ہوگئی ہین اور ان کا اسلام بہتر ہے[۲]۔

عام حالات حضرت صفیہؓ کے مشہور واقعات مین حج کا سفر ہے، جو انھون نے سنہ ۱۰ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا،

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ مین، جو سنہ ۳۵ھ مین ہوا تھا، حضرت صفیہؓ نے ان کی بیحد مدد کی تھی، جب حضرت عثمانؓ پر ضروریات زندگی مسدود کردی گئین، اور اون کے مکان پر

۱؎ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما یذکر فی الفخذ صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۴۶ ۲؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۲۶ ۳؎ ابن سعد ج ۸ ص ۹۰

پہرہ بٹھا دیا گیا، تو وہ خود خچر پہ سوار ہو کر ان کے مکان کی طرف چلین، غلام ساتھ تھا، اشتر کی نظر پڑی تو انھون نے آکر خچر کو مارنا شروع کیا، حضرت صفیہؓ نے کہا مجھکو ذلیل ہونے کی ضرورت نہین مین واپس جاتی ہون، تم خچر کو چھوڑ دو، گھر واپس آئین تو حضرت امام حسن علیہ السلام کو اس خدمت پر مامور کیا، وہ ان کے مکان سے حضرت عثمانؓ کے پاس کھانا اور پانی لیجاتے تھے[1]

وفات حضرت صفیہؓ نے رمضان ۵۰ھ مین وفات پائی، اور جنۃ البقیع مین دفن ہوئین، اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی، ایک لاکھ ترکہ چھوڑا، اور ایک ثلث کی اپنے ایک یہودی بھانجے کے لیے وصیت کر گئین[2]

حلیہ کوتاہ قامت اور حسین تھین[3]

فضل وکمال حضرت صفیہؓ سے چند حدیثین مروی ہین، جن کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب، صہیرہ بنت جیفر وغیرہ نے روایت کیا ہے،

دیگر ازواج کی طرح حضرت صفیہؓ بھی اپنے زمانہ مین علم کا مرکز تھین، چنانچہ جب صہیرہ بنت جیفر حج کر کے حضرت صفیہؓ کے پاس مدینہ آئین تو کوفہ کی بہت سی عورتین مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بیٹھی ہوئی تھین، صہیرہ کا بھی یہی مقصد تھا، اس لیے انھون نے کوفہ کی عورتون سے سوال کرائے، ایک فتویٰ نبیذ کے متعلق تھا، حضرت صفیہؓ نے سنا تو بولین، اہل عراق اس مسئلہ کو اکثر پوچھتے ہین[4]

اخلاق حضرت صفیہؓ مین بہت سے محاسنِ اخلاق جمع تھے، اسد الغابہ مین ہے[5]

---

[1] اصابہ ص ۲۱۱ ج ۸ بحوالہ ابن سعد [2] زرقانی ص ۲۹۶ ج ۳ [3] صحیح مسلم ص ۵۴۸ ج ۱ [4] مسند ص ۳۳۷ ج ۶

[5] اسد الغابہ ص ۴۹۰ ج ۵

كانت عاقلة من عقلاء النساء — وہ نہایت عاقلہ تھین

زرقانی مین ہے[1]:

كانت صفية عاقلة حليمة فاضلة — یعنی صفیہ عاقل، فاضل اور حلیم تھین،

حلم وتحمل ان کے بابِ فضائل کا نہایت جلی عنوان ہے، غزوۂ خیبر مین جب وہ اپنی بہن کیساتھ گرفتار ہوکر آرہی تھین تو ان کی بہن یہودیون کی لاشون کو دیکھکر چیخ اٹھی تھی، حضرت صفیہؓ اپنے محبوب شوہر کی لاش سے قریب ہوکر گذرین، لیکن اب بھی اسی طرح پیکرِ متانت تھین، اور انکی جبینِ تحمل پر کسی قسم کی شکن نہین آئی،

ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے ان کو یہودیہ کہا۔ ان کو معلوم ہوا تو رونے لگین،

حضرت صفیہؓ کے پاس ایک کنیز تھی، جو حضرت عمرؓ کے پاس جاکر ان کی شکایت کیا کرتی تھی، چنانچہ ایک دن کہا کہ ان مین یہودیت کا اثر آج تک باقی ہے، وہ یوم السبت کو اچھا سمجھتی ہین، اور یہودیون کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہین، حضرت عمرؓ نے تصدیق کے لیے ایک شخص کو بھیجا، حضرت صفیہؓ نے جواب دیا کہ یوم السبت کو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہین، اس کے بدلے خدا نے ہم کو جمعہ کا دن عنایت فرمایا ہے، البتہ مین یہود کے ساتھ صلۂ رحمی کرتی ہون، وہ میرے خویش اور اقارب ہین، اس کے بعد لونڈی کو بلاکر پوچھا کہ تو نے میری شکایت کی تھی؟ بولی "ہان مجھکو شیطان نے بہکا دیا تھا" حضرت صفیہؓ خاموش ہوگئین اور اس کو آزاد کردیا[2]،

حضرت صفیہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب آپ علیل ہوئے تو نہایت حسرت سے بولین "کاش! آپ کی بیماری مجھکو ہوجاتی" ازواج نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ سچ کہہ رہی ہین"[3] (یعنی اسمین تصنع کا شائبہ نہین ہے)

---

[1] زرقانی ص ۲۹۶ ج ۳ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ و زرقانی ص ۲۹۶ ج ۳ بحوالہ ابن سعد [3] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی بات پر کبیدہ خاطر ہوگئے؛ یہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ میں آپ کو آج کی اپنی باری، جو میرے نزدیک سب سے محبوب چیز ہے، دیتی ہوں، آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کردیں، حضرت عائشہؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمہاری باری کا دن نہیں ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا "یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے"، اس کے بعد واقعہ بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر حضرت صفیہؓ سے راضی ہوگئے،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبت تھی، اور ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرماتے تھے، ایک بار آپ سفر میں تھے، ازواج مطہراتؓ بھی ساتھ تھیں، حضرت صفیہؓ کا اونٹ سوء اتفاق سے بیمار ہوگیا، حضرت زینبؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے، آپ نے ان سے کہا کہ ایک اونٹ صفیہؓ کو دیدو، انھوں نے کہا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دوں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینے تک ان کے پاس نہ گئے،[2] ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے ان کے قد و قامت کی نسبت چند جملے کہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ ایسی بات کہی کہ اگر سمندر میں چھوڑ دی جائے تو اسمیں ملجائے،[3] (یعنی سمندر کو بھی گدلا کرسکتی ہے)

ایک بار آپ حضرت صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے، دیکھا کہ رو رہی ہیں، آپ نے رونے کا سبب پوچھا، انھوں نے کہا کہ "عائشہؓ اور زینبؓ کہتی ہیں کہ "ہم تمام ازواج میں افضل ہیں ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچازاد بہن بھی ہیں"، آپ نے فرمایا "تم نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ "ہارونؑ میرے باپ، موسیٰؑ میرے چچا، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے شوہر ہیں، اسلیے تم لوگ کیونکر مجھ سے افضل ہوسکتی ہو"،[4]

---

[1] مسند ج ۶ ص ۹۵ا [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ بحوالہ ابن سعد [3] ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۳ [4] صحیح ترمذی ص ۶۳۹

سفر حج مین حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا تھا، اور وہ سب سے پیچھے رہ گئی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے تو دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہین، آپ نے رداء اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ آنسو پونچھتے جاتے تھے، اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھین[۱]، آخر کار آپ نے تمام قافلہ کو رک جانے کا حکم دیا،[۲]

حضرت صفیہؓ سیر چشم اور فیاض واقع ہوئی تھین، چنانچہ جب وہ ام المومنین بنکر مدینہ مین آئین تو حضرت فاطمہؓ اور ازواج مطہرات کو اپنی سونے کی بجلیان تقسیم کین،[۳]

کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفۃً بھیجا کرتی تھین، حضرت عائشہؓ کے گھر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انھون نے پیالہ مین جو کھانا بھیجا تھا اس کا ذکر بخاری اور نسائی وغیرہ مین آیا ہے،

حضرت ماریہ قبطیہؓ[۴]

نام و نسب ماریہ نام، ام ابراہیم کنیت، قبطیہ انکی قومی نسبت تھی، مصر کے ایک ضلع انصنا (انصنا) کا ایک گاؤن حفن انکا آبائی وطن تھا،

خدمت نبوی مین آمد سنہ ۶ھ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے لیے شاہان وقت کو جو خطوط لکھے تھے، ان مین ایک خط مقوقس عزیز مصر کے نام بھی تھا، جس کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لیکر مصر گئے تھے، مقوقس نے اسلام قبول نہین کیا، لیکن حضورؐ کے پیام (نامہ) مبارک کی بڑی پذیرائی کی، اور قیمتی ساز و سامان کے علاوہ دو لڑکیان جن کے ساتھ ان کے بھائی مابور بھی تھے، خدمت نبوی مین تحفۃً بھیجین،[۵] ان لڑکیون مین ایک تو سیرین تھین جن کا ابھی ذکر آچکا ہے، دوسری

---

۱ زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ ۲ مسند ج ۶ ص ۳۳۷ ۳ زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶ ۴ حضرت ماریہؓ کے نام کیساتھ قبطی کی نسبت ہی اگرچہ انکی عیسائیت کی دلیل کے لیے کافی ہے، لیکن مین نے اسی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ صاحب زرقانی کی تصریح اور بعض دوسرے قرائن کی بنا پر انکو اس فہرست مین داخل کیا ہے، سیرین کے حالات مین اسکی تصریح آچکی ہے ۵ اصابہ ج ۴ ص ۵۰۴

یہی حضرت ماریہ قبطیہ تھیں،

اسلام حضرت ماریہ مصر سے حضرت حاطب رضؓ کے ساتھ آئی تھیں، اس لیے وہ ان سے بہت زیادہ مانوس ہو گئی تھیں، حضرت حاطبؓ نے اس انس سے فائدہ اٹھا کر ان کے سامنے اسلام پیش کیا، حضرت ماریہؓ اور ان کی بہن حضرت سیرینؓ نے تو اسلام قبول کر لیا، لیکن ان کے بھائی مابور اپنے قدیم دین عیسائیت پر قائم رہے،

قیام گاہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ماریہ کو پہلے ہمارے پڑوس میں حارثہ بن نعمانؓ کے مکان میں ٹھہرایا گیا، اور ہم لوگ برابر ماریہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت ان کے پاس زیادہ ہونے لگی تو ہم لوگوں نے ان کے پاس آنا جانا کم کر دیا (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون میں فرق نہ آئے) وہ تنہائی کی وجہ سے گھبرانے لگیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مقام العالیہ میں جو اس وقت مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے، منتقل کر دیا۔[1]

سنہ ۹ھ میں ایلا کا واقعہ پیش آیا جس سے حضرت ماریہؓ کا خاص تعلق ہے، اسکی تفصیل آخر میں آئے گی،

عہد صدیقی و فاروقی حضرت ماریہؓ گو ازواج مطہرات میں نہیں تھیں، لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ازواج مطہرات ہی کے ایسا سلوک کرتے تھے، آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی ان کے اعزاز و احترام کو باقی رکھا اور ہمیشہ ان کے نان نفقہ کا خیال کرتے رہے، حضرت صدیقؓ کے بعد حضرت فاروقؓ نے بھی انکے ساتھ یہی سلوک مرعی رکھا،

وفات حضرت عمرؓ ہی کے زمانۂ خلافت میں محرم سنہ ۱۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا،[2]

[1] فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۳ [2] ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۳، بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے ۵ برس بعد انکی وفات ہوئی، اس حساب سے انکی وفات سنہ ۱۵ھ میں ہوئی، لیکن دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، اسلیے کہ سنہ ۱۶ھ کے پہلے مہینہ محرم میں انکی ۵ وفات ہوئی ہے اس لیے ۵ برس کی تعیین غلط نہیں ہے،

تدفین حضرت عمرؓ کو ان کی وفات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے خود تمام اہل مدینہ کو جمع کیا، اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی، مدینہ کے عام قبرستان بقیع میں وہ دفن کی گئیں[1]

اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی اولادیں ہوئیں وہ سب حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئیں ان کے بعد صرف حضرت ماریہؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور ۱۷-۱۸ ماہ زندہ رہ کر داغِ مفارقت دے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کا بیحد غم ہوا تھا،

حلیہ قدرت نے حسن باطن کے ساتھ ساتھ حسن ظاہر سے بھی نوازا تھا، بال نہایت گھنے اور خوبصورت تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے جتنا رشک ان پر آتا تھا کسی دوسرے پر نہیں،[2]

رقت قلب نہایت رقیق القلب تھیں، حضرت ابراہیمؑ کا جب انتقال ہوا تو رقت قلب کیوجہ سے ان کو اپنے اوپر قابو نہیں رہا، اور بے اختیار ہو کر رونے لگیں،[3]

فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ماریہؓ سے بیحد محبت تھی، اور اس وجہ سے ان کے پاس آپ کی آمد ورفت بہت زیادہ رہتی تھی، گو وہ کنیز تھیں، لیکن ازواج کیطرح انکو بھی اپنے پردہ میں رہنے کا حکم دیا تھا،[4] ان کے فضل کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کافی ہے کہ

استوصوا بالقبط فان لھم ذمۃ	قبطیوں کے (مصر کے عیسائی) ساتھ حسن سلوک کرو،
ورحما ورحمھم ان ام اسمعیل بن	اسلیے کہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے،
ابراھیم وام ابراھیم بن النبی	ان سے نسب کا تعلق تو یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ
منھم (ابن سعد ج ۸ ص ۱۵۴)	(حضرت ہاجرہ) اور میرے فرزند ابراہیم دونوں کی ما
	ئی قوم سے تھیں (اور عہد کا تعلق یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہے)

---

[1] اصابہ ج۸ ص ۱۸۵ ... [2] ابن سعد ج۸ ص ۱۵۵ ... [3] ... [4] ... [illegible] ابن سعد

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے

وکانت ماریۃ ھذہ من الصالحات الخیرات الحسان (البدایۃ ج ۵) | اور ماریہ نہایت صالح پاکیزہ اور نیک سیرت تھیں،

ایلاء — ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خانگی اور ازدواجی معاملات کی بنا پر ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کرلی تھی، اسی واقعہ کو ایلاء کہتے ہین، جن اسباب کی بنا پر آپ نے علیحدگی کا فیصلہ کیا تھا، اس کے بارے مین مفسرین و محدثین مین باہم اختلاف ہے، اور انھون نے ایکدوسرے سے بہت متضاد اور متخالف باتین کہی ہین،

ان اسباب مین ایک سبب حضرت ماریہؓ کے واقعہ کو بھی جس کا ذکر آگے آتا ہے قرار دیا گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایلاء کے واقعہ سے حضرت ماریہؓ کے واقعہ کو کوئی تعلق نہین ہے، بلکہ وہ صرف حضرت ماریہؓ اور حضرت حفصہؓ کا معاملہ تھا، روایتون مین دونون واقعے خلط ملط ہو گئے ہین، جس کی وجہ سے واقعات کی اصل نوعیت سامنے نہین آنے پاتی، اب ہم اس کی تفصیل کرتے ہین تاکہ واقعہ کی اصل حقیقت واضح ہوجائے،

بات یہ تھی کہ ازواج مطہرات مین سے ہر ایک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ تعلق اور محبت تھی، اس وجہ سے ہر ایک آپ کی صحبت کو باعثِ سعادت سمجھتی تھین، ان مین سے جن کو بھی تقرب و اختصاص کا موقع ملتا تھا، اس مین کسی کی شرکت کا شائبہ بھی ان کو بہت گران گذرتا تھا، اور پھر باقتضاے بشریت آپس مین کچھ جذبۂ رشک و مسابقت بھی موجود تھا، اس وجہ سے کبھی کبھی آپس مین شکر رنجی بھی ہو جایا کرتی تھی، اور اس مصیبت مین ایک مرتبہ حضرت ماریہؓ بھی مبتلا ہوگئین، جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حفصہؓ کی باری کا دن تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول ان کے پاس تشریف لے گئے، تو حضرت حفصہؓ موجود نہین تھین، اس اثنا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماریہؓ سے جو حضرت حفصہؓ کے پڑوس ہی مین رہتی تھین، باتین کرنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد

حضرت حفصہؓ واپس آئیں تو آپ کو اپنے گھر میں حضرت ماریہؓ سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا، باقتضائے بشریت ان کو بڑا رنج ہوا، اور حضورؐ سے فرمایا کہ اپنی تمام بیویوں میں آپ صرف میرے ہی ساتھ ایسا کرتے ہیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ سے کنارہ کشی کا عزم کر لیا، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت حفصہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غصہ میں بات کی، اس پر آپ نے حضرت ماریہؓ سے علیحدگی کی قسم کھالی جس پر سورۂ تحریم کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں،

لیکن صحیح یہ ہے کہ سورۂ تحریم کی یہ ابتدائی آیتیں آپ کی شہد نوشی اور اس کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی وجہ سے نازل ہوئیں لیکن جیسا کہ بخاری وغیرہ میں تصریح موجود ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ ایلا کا واقعہ بھی اسی زمانہ میں پیش آیا ہو جس زمانہ میں آپ نے حضرت ماریہؓ سے کنارہ کشی کر لی تھی، اور دونوں واقعے نزول آیات کا سبب بنے ہوں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تمام روایتوں کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے،

ان تکون الآیۃ نزلت فی سببین[۲]

ہو سکتا ہے کہ آیت کے نزول کا سبب دونوں واقعے ہوں،

بہر حال حضرت ماریہؓ سے علیحدگی اور ایلاء کے واقعہ میں ان کا کوئی تعلق نہیں ہے،

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں حضرت ماریہؓ کے واقعہ کے سلسلہ میں جتنی روایتیں ہیں ان سب پر جرح کی ہے، اور لکھا ہے کہ یہ واقعہ سرے سے صحیح ہی نہیں ہے، لیکن جہاں تک میری تحقیق کا تعلق ہے اس کے لحاظ سے یہ تو صحیح ہے کہ آیت کے نزول کا سبب حضرت ماریہؓ کا واقعہ نہیں ہے لیکن نفس واقعہ کے عدم وقوع و عدم صحت کا ثبوت نہیں ملتا، انھوں نے اس سلسلہ میں دو تین باتیں کہی ہیں، ایک تو یہ کہ یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے، دوسرے

---

[۲] فتح الباری ج ۸ ص ۵۰۳

یہ کہ امام نووی نے اس کی صحت پر کلام کیا ہے، تیسری یہ کہ یورپ کے اکثر مورخون نے اسی قسم کی روایتون کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر حرف گیریان کی ہین،

(۱) صحاح کی پانچ کتابون مین تو یہ روایت یقیناً نہین ہے، لیکن نسائی باب الغیرۃ مین حضرت انس سے یہ روایت موجود ہے، اگرچہ اس مین بھی حضرت ماریہ کا نام نہین ہے لیکن روایت کے سیاق وسباق اور دوسرے قرائن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ماریہ ہی کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، اس روایت مین چار راوی ہین[1]، اور ان مین سے کسی کی بھی ثقاہت اور عدالت پر کلام نہین کیا گیا ہے،

بالکل یہی روایت حاکم نے بھی اپنی مستدرک مین نقل کی ہے، اس روایت کے اوپر کے دو راوی حضرت انس اور ثابت البنانی ہین، لیکن اس کے بعد کے چار راوی دوسرے ہین حاکم نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم (ص ۴۹۳ ج ۲)	یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے،

حافظ ذہبی نے مستدرک کی تلخیص مین اس روایت پر کوئی جرح نہین کی ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ روایت مین کوئی سقم نہین ہے،

نسائی اور مستدرک مین ماریہ کے حضرت حفصہ کے گھر مین موجود ہونے کا کوئی ذکر نہین ہے، اس کے علاوہ طبرانی اور بزار نے بھی اس روایت کی تخریج کی ہے، بزار کی روایت کے متعلق حافظ نورالدین ہیثمی نے مجمع الزوائد مین لکھا ہے کہ

---

[1] ابراہیم اور ان کے والد یونس، حماد بن سلمہ، ثابت بن اسلم البنانی، تہذیب مین ان سب کا تذکرہ موجود ہے، ائمہ رجال نے ان مین سے کسی کو مجروح یا غیر ثقہ قرار نہین دیا ہے،

رجال البزار رجال الصحیح — بزار کے تمام رواۃ صحیح حدیث کے رواۃ ہین،

غیر بشر بن آدم الاصغر وھو ثقة — بجز بشر بن آدم کے، لیکن ان کے ثقہ ہونے

(ج ۷، ص ۱۲۶) — مین کوئی کلام نہین ہے،

حافظ ابن حجر نے اس روایت کے بعض اور طرق ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ھٰذہ طرق یقوی بعضھا بعضاً، یہ روایت بہت سے طریقون سے مروی ہے، اور ان مین ایک روایت دوسری روایت کو قوی کرتی ہے، (یعنی غیر صحیح نہین ہے)

امام نووی نے یقیناً لکھا ہے،

ولم تات قصة ماریة من طریق صحیح — ماریہ کا قصہ صحیح طریق سے ثابت نہین ہے،

لیکن اس کے ساتھ حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر، ابوبکر ہیثمی، امام ذہبی اس کی صحت کے قائل ہین، حدیث کے بارے مین امام نووی کی رائے یقیناً بہت وقیع ہے، لیکن ان کے مقابلہ مین دوسرے بزرگون کی رائے کو بھی آسانی سے رد نہین کیا جاسکتا،

حافظ ابن کثیر نے آیت کے سبب نزول کے بارے مین تو یہ ضرور لکھا ہے کہ

ان ذلک فی تحریمه العسل — آیت کے نزول کا سبب آپ کا شہد کو حرام کرلینا تھا،

لیکن حضرت ماریہؓ کے نفس واقعہ سے انھون نے انکار نہین کیا ہے،

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ایلاء، کا مشہور واقعہ جس مین آپ نے ازواج مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور حضرت ماریہؓ کا واقعہ دونون الگ الگ ہین، حضرت ماریہؓ کے قصہ کا تعلق حضرت حفصہؓ یا بعض روایتون کے مطابق حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ دونون سے تھا،

(۲) سورہ تحریم، ابتدائی آیتون کے نزول کا اصلی سبب آپ کی شہد نوشی اور اس کی تحریم ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ اسی زمانہ مین حضرت ماریہؓ کا واقعہ بھی پیش آیا ہو، اور بعضون نے اس کو ان آیات کا سبب نزول سمجھ لیا ہو،

(۳) حضرت ماریہؓ سے آپ کی کنارہ کشی کا واقعہ صحیح روایتون سے ثابت ہے، یہ ضرور ہے کہ صحیح روایات مین لغو واقعات کا شمول نہین ہے، چنانچہ نسائی اور مستدرک کی روایات اس سے خالی ہین،

(۴) اگر امام نووی نے اس روایت کی صحت پر کلام کیا ہے تو دوسرے ائمہ حدیث نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے،

(۵) اس قسم کی روایات پر یورپین مورخین کو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف گیری کا موقع ملتا ہے تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی و نزاہت اخلاق پر جسکا سارا زمانہ گواہ ہے، کہان حرف آسکتا ہے، قرآن کی صحت پر کس کو کلام ہے، لیکن کیا وہ ان کی خردہ گیری کی زد سے بچ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی تعریف آپکے زمانہ کے دشمنون نے کی ہے، لیکن یورپ کو آپ مین (نعوذ باللہ) کوئی نیکی نظر ہی نہین آتی، آپکے معیار اخلاق پر حرف گیری کیلیے تو اس قسم کی روایات تو الگ رہین، جنکا بیشتر حصہ موضوع، جعلی، ناقابل اعتبار ہے، خود تعدد ازدواج اور کنیزون سے انتفاع جنسی جیسے مسلّم و محقق مسائل تک کو لے لیا گیا ہے، "ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است" ان کے مقابلہ مین سکوت ہی اولیٰ تر ہے،

بہرحال کسی روایت کو اس نقطۂ نظر سے نہین دیکھنا چاہیے کہ اس سے غیرون کو اعتراض کا موقع ملتا ہے، پھر اگر اس واقعہ کو معاشرتی اور ازدواجی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے اور پیش نظر رکھا جائے کہ آپ کی صحبت مین متعدد ازواج کیساتھ جاریات بھی تھین، تو اس مین کوئی قابل اعتراض

بات نظر نہین آئی، صورت واقعہ کو ایک بار پھر اپنے سامنے لائے تو اس کی صحیح نوعیت سامنے آجائے گی،

(۶) جس دن یہ واقعہ پیش آیا، اس دن حضرت حفصہؓ کی باری کا دن تھا، لیکن اس روز وہ گھر مین موجود نہین تھین، بعض روایتون مین ہے کہ وہ اپنے والد حضرت عمرؓ سے ملنے گئی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول ان کے یہان تشریف لے گئے، تو مکان خالی پایا، حضرت ماریہؓ جیسا کہ اوپر حضرت عائشہؓ کا بیان گذر چکا ہے، حضرت حفصہؓ کے پڑوس ہی مین رہتی تھین، قیاس ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر یا اسی طرح کسی ضرورت سے حضرت حفصہؓ کے مکان پر آئی ہون گی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے گفتگو فرمانے لگے ہونگے، اس اثنا مین حضرت حفصہؓ آگئین، انھون نے آنحضرتؐ کو حضرت ماریہؓ کے ساتھ تنہا دیکھکر بتقاضاے صنف لطیف، ناراضگی کا اظہار کیا، اور آنحضرت صلعم نے انکی خاطر کچھ دنون کیلیے حضرت ماریہؓ سے کنارہ کشی اختیار کرلی، تو اسمین کونسی بات عقلی یا اخلاقی معیار سے گری ہوئی ہے، یا اس مین ازدواجی نقطۂ نظر سے کونسا استبعاد نظر آتا ہے،

حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ

امام بخاریؒ نے ادب المفرد مین ایک باب "عرض الاسلام علی ام النصرانیۃ" باندھا ہے جسکے تحت حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کے قبولِ اسلام کا ذکر کیا ہے، پورا واقعہ یہ ہے، ابوکثیر بیان کرتے ہین،

سمعت اباھریرۃ یقول ما سمع	مین نے ابوہریرہ سے یہ واقعہ سنا وہ فرماتے تھے کہ
بی احد یھودی ولا نصرانی الا	جس یہودی یا نصرانی نے یہ بات سنی کہ مین اپنی والدہ کو
احبنی ان امی کنت ارید ھا	حلقۂ اسلام مین لے آنا چاہتا ہون مگر وہ انکار کرتی ہین

علی الاسلام فتابی (اور مین برابر ان کی خدمت کرتا رہتا ہون اور کچھ نہین کہتا)

تو اس نے میرے اس طرز عمل کو پسند کیا،

صحیح مسلم اور مسند مین بھی ان کے اسلام کا ذکر موجود ہے، مگر اس مین ان کے نصرانی ہونے اور اس واقعہ کے ابتدائی ٹکڑے کا کوئی ذکر نہین ہے، ارباب رجال نے بھی ام ابی ہریرہ" کے عنوان سے حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ان مین سے کسی نے بھی ان کے نصرانی ہونے کی طرف اشارہ نہین کیا ہے، مگر امام بخاری نے ان کے نصرانی ہونے کی تصریح کردی ہے، اس لیے ان کا ذکر اس کتاب مین کیا گیا ہے،

حضرت ابوہریرہؓ کا نسبی تعلق قبیلۂ دوس سے تھا، جو یمن کا ایک ممتاز قبیلہ تھا، اور معلوم ہے کہ یمن کے متعدد ممتاز قبائل نے نصرانیت قبول کرلی تھی اسلیے ممکن ہو کہ دوس مین بھی کچھ لوگوں نے نصرانیت اختیار کرلی ہو، جن مین یہ خاتون بھی شامل ہون، جیسا کہ اس واقعہ کے ابتدائی ٹکڑے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس پڑوس مین کچھ یہودی و نصرانی آباد تھے، واللہ اعلم بالصواب

تابعات

تماضر

نام ونسب تماضر نام تھا، حضرت اصبغ تابعی کی جو دومۃ الجندل کے حکمران اور مذہبًا عیسائی تھے، صاحبزادی تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو تماضر کے قبیلہ مین تبلیغ اسلام کیلیے بھیجا تھا، اس قبیلہ مین سب سے پہلے تماضر کے والد اصبغؓ مشرف بہ اسلام ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے انھون نے

لہ ان کا تذکرہ اوپر آچکا ہے،

حضرت عبدالرحمن رض سے تماضر کا نکاح کر دیا حضرت عبدالرحمن رض کچھ دن دومۃ الجندل ہی مین رہے پھر وہان سے اپنی بیوی تماضر کے ساتھ مدینہ چلے آئے ،

تماضر انکے عقد نکاح مین آخر وقت تک رہین لیکن مرض الموت مین میان بیوی مین کچھ شکر رنجی ہوگئی جسکی وجہ سے حضرت عبدالرحمن رض نے انھین اپنے حبالۂ عقد سے آزاد کردیا، انکی وفات کے بعد انھون نے حضرت زبیر رض سے شادی کرلی لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد ان سے بھی جدائی ہوگئی ،

عہد صدیقی اور عہد فاروقی مین تو کہین انکا تذکرہ نہین ملتا لیکن حضرت عثمان رض کے دور خلافت مین اس حیثیت سے انکا تذکرہ ملتا ہے کہ حضرت عثمان رض نے انھین حضرت عبدالرحمن رض کے ترکہ سے حصہ دیا تھا ،

وفات کی تصریح نہین ملتی لیکن یہ معلوم ہے کہ حضرت معاویہ رض کے عہد تک زندہ رہین ،

اولاد | حضرت عبدالرحمن رض کے صلب سے ان کے ایک صاحبزادے ابو سلمہ تھے ،

ام محمد القرظی رض

اہل رجال نے صحابیات یا تابعات کے ذکر مین انکا نام نہین لیا ہے لیکن اصابہ اور صفوۃ الصفوۃ کی بعض روایتون سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ صحابیات مین ہونگی لیکن انکا صحابیات مین ہونا مشتبہ تھا، اس لیے ان کا تذکرہ آخر مین کیا جاتا ہے ،

حضرت کعب رض کے حالات زندگی اور نیز ایک ضعیف روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ یہود کے قبیلہ نضیر سے تھین ، وہ روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دو کاہنون مین سے ایک بڑا عالم پیدا ہوگا ، تو بڑے عالم سے مراد محمد بن کعب ہین اور دو کاہنون سے مراد بنو قریظہ اور بنو نضیر ہین، محمد بن کعب کے والد تو بنو قریظہ سے تھے ، اور انکی والدہ ام محمد بنو نضیر سے ،

بہرحال اس روایت کی بنا پر انکا نام اس فہرست مین داخل کرلیا گیا ہے، زندگی کے اور حالات معلوم نہین ہو سکے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

ضمیمہ

مقدمہ سے متعلق بعض چیزون کے تلاش وتفحص کے سلسلہ مین، کتابون مین چند اور اہل کتاب بزرگون کے نامون پر نظر پڑی، جو عہد نبوی مین اسلام لاچکے تھے، مگر چونکہ اس وقت تک کتاب چھپ چکی تھی، اس لیے ان کا تذکرہ بطور ضمیمہ آخر مین شامل کتاب کیا جاتا ہے،

فروہ بن عمرو حاکم معان

فروہ معان اور اس کے قرب وجوار کے علاقہ مین قیصر روم کے عامل تھے، ان کے پاس براہ راست اگرچہ اسلام کی دعوت نہین بھیجی گئی، مگر ان کو جب کسی ذریعہ سے بعثت نبوی اور دعوتِ حق کا علم ہوا تو بغیر کسی پس وپیش کے اس کو لبیک کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، اس کے بعد اپنے خاص قاصد مسعود بن سعد کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں اپنے اسلام کی اطلاع دی، اور متعدد سواریان، عمدہ چادرین اور قیمتی قبائیں خدمت اقدس مین تحفۃً بھیجین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول کیا اور قاصد کو اپنی طرف سے کچھ تحائف دیکر رخصت فرمایا،

فروہ کے اسلام لانے کا معان اور اس کے ملحقہ علاقون مین جہان کے وہ حاکم تھے کیا ردعمل ہوا، اس کا ذکر کتابون مین نہین ملتا، مگر ظاہر ہے کہ ایک حاکم کی حیثیت سے ان کے اسلام کا کافی چرچا ہوا ہوگا، بہت سے خواص اور عوام نے ان کے اثر سے اُسے قبول کیا ہوگا، اور کتنون کے عقائد وایمانیات مین تزلزل آگیا ہوگا، جس کو قیصر روم برداشت نہین کرسکتا تھا، چنانچہ جونہی اس کو ان چیزون کی اطلاع ہوئی، اس نے فروہ کو دھوکے سے دربار مین طلب کیا، پہنچتے ہی ان کو حبس دوام کی سزا کا جابرانہ حکم سنادیا گیا،

جسے انھون نے نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا، اور اسی قید کی حالت مین جان جان آفرین کے سپرد کردی، قیصر کو اس پر بھی تسکین نہین ہوئی تو اس نے لاش شارع عام پر لٹکوا دی، [1]

اس کی تصریح نہین ملتی کہ وہ نصرانی تھے، مگر وہ قبیلہ جذام سے تعلق رکھتے تھے، جو معان کے قریب آباد تھا، اور اس کے متعلق اوپر آچکا ہے کہ وہ نصرانی ہوگیا تھا، اس بنا پر وہ بھی نصرانی رہے ہون گے، دوسرے معان چونکہ بری و بحری دونون حیثیتون سے بڑا اہم مقام تھا اسلیے قیصر کا ایسی جگہ پر کسی غیر نصرانی کو عامل مقرر کرنا کسی طرح قرین قیاس نہین ہوسکتا،

ذو الکلاع اور ذو عمرو یہ دونون بزرگ حمیری خاندان کے ممتاز لوگون مین سے تھے، جن کے ہاتھ مین حکومت تو نہین تھی، مگر اس کا اثر ان مین باقی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی کو اسلام کا پیغام دیکر، ان کے پاس بھیجا، ایک دن حضرت جریرؓ ان کو احادیث نبوی سنا رہے تھے کہ ذو عمرو نے کہا تم جن کی حدیثین سنا رہے ہو انکا تو انتقال ہوگیا، جریر یہ اندوہ ناک خبر سنتے ہی وہان سے روانہ ہوگئے، راستہ مین کچھ سوار ملے جن سے اس کی تصدیق ہوگئی، حضرت جریرؓ وہین سے پھر واپس لوٹ آئے، اور ان دونون آدمیون نے انکے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ذو الکلاع کے متعلق ذکر ہے کہ وہ ایک بار حضرت فاروقؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور آپ نے ان کو شام کی مہم پر بھیجدیا،

محمد بن حبیب نے ذو عمرو کے متعلق لکھا ہے کہ یہودی تھے، لیکن ذو الکلاع کے مذہب و عقیدہ کے متعلق کوئی تصریح نہین کی ہے، مگر حمیری خاندان سے ان کا تعلق ان کی یہودیت

---

[1] ہم نے ابن سعد کے بیان کو ترجیح دی ہے، زرقانی وغیرہ مین ہے کہ ان کو سولی دیکر شہید کر دیا گیا، ابن سعد ج ۱، ق ۲ ص ۱۴۸، زرقانی ج ۴ ص ۵۲،

کے ثبوت کے لیے کافی ہے،

غسان | عہدِ نبوی مین غسانیون کے کسی فرد کے اسلام قبول کرنے کا تذکرہ عام طور سے کتابون مین نہین ملتا، مگر زرقانی اور ابن سعد نے نام کی تصریح کیے بغیر لکھا ہے کہ تین نیک فطرت غسانی (غالباً سنہ ۱۰ھ مین) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین آئے اور کہکر کہ آپ جو تعلیم لائے ہین وہ حق ہے، مشرف باسلام ہو گئے، جب واپس جانے لگے تو حضور نبوی مین عرض کیا کہ جس دین کو ہم نے قبول کیا ہے، اس کو ہم اپنی قوم کے پاس لیے جا رہے ہین، معلوم نہین وہ قبول کرے گی یا نہین، پھر انھون نے اپنی قوم کی ذہنی اور اخلاقی حالت کا ان لفظون مین نقشہ کھینچا:

وھم یحبون بقاء ملکھم و	انکا حال یہ ہو کہ اپنے ملک کی بقا اور قیصر کے تقرب
قرب قیصر	کو ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت فرمایا، وطن پہنچے تو اپنی قوم کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، مگر اس کے دل و دماغ پر مادیت کے اتنے تو بہ تو پردے پڑے تھے کہ نورِ حق سے وہ اپنے دل و دماغ کو روشن نہ کر سکی، اور اسلام کی رحمت عام سے محروم رہ گئی،

غسانیون نے ان داعیان حق کے ساتھ اگر کچھ برا سلوک بھی کیا ہو تو کوئی تعجب نہین ہے، اس لیے کہ وہ رومیون کے زیر اثر تھے، اور رومی اپنے مقبوضات مین اسلام قبول کرنے والون کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے تھے، فروہ بن عمرو کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، ان ہی بدسلوکیون اور مظالم کے ڈر سے ان حضرات نے اپنے اسلام کو چھپانا مناسب سمجھا، اور دعوت ترک دی، ان مین سے دو بزرگ اسی عزیمت و اجنبیت کی حالت مین جان بحق ہو گئے، اور ایک صاحب

عہد فاروقی تک زندہ رہے، اور جنگ یرموک کے دن حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار لشکر اسلام کی خدمت مین آئے، اور اپنے اسلام کی آپ کو اطلاع دی، حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کا بڑا اعزاز و اکرام کیا، اور یہ سلوک ان کے ساتھ آخر تک قائم رکھا۔[۱]

بنو تغلب بنو تغلب کے چند افراد کا تذکرہ کتاب مین موجود ہے، مسند احمد اور طبقات ابن سعد مین حرب بن ہلال کی روایت سے یہ واقعہ درج ہو کہ ایک تغلبی بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین آئے، آپ نے انھین شرائع اسلام سکھائے، اس کے بعد انھون نے اسلام قبول کرنے والون پر جزیہ لگانے کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ جزیہ یہود و نصاری پر عائد ہوتا ہے، ان مین سے مسلمان ہو جانے والون پر نہیں،[۲]

ان بزرگ کے مذہب کے متعلق کوئی تصریح نہین مل سکی، مگر بنو تغلب کے متعلق آچکا ہو کہ یہ قبیلہ نصرانی تھا،

دوسرے یہ کہ اسلام لانے کے بعد انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اہل وطن مومنین اہل کتاب پر جزیہ لگانے کے متعلق استفسار کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ جو اہل کتاب اسلام قبول کرلین، ان پر بھی جزیہ لگتا ہے، مگر آپ نے اسکی نفی فرمادی؛

---

[۱] زرقانی ص ۳، ابن سعد ج ا ص ص ۷،

[۲] ابن سعد ج ۶ ص ۳۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰ا

سلسلۂ سیر الصحابہؓ

خلفائے راشدین۔ خلفائے راشدینؓ
کے فضائل اور مذہبی و سیاسی کارناموں کی تفصیل

قیمت :- صہ/

مہاجرین جلد اوّل۔ بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ
و اکابر صحابہؓ کے سوانح و حالات ۔

قیمت :- ہے/

مہاجرین دوم۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف
باسلام ہونے والے صحابہؓ کے حالات ۔

قیمت :- (زیر طبع)

سیر انصار اوّل۔ انصار کرام کے حالات و
فضائل و کمالات ۔ قیمت :- ہے/

سیر انصار دوم۔ بقیہ انصار کرام کے حالات
زندگی اور مذہبی و اخلاقی کارنامے ۔

قیمت :- ہے/

سیر الصحابہ جلد ششم۔ حضرت حسنینؓ ، امیر معاویہؓ
اور عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات و فضائل و مجاہدات

قیمت للعہ/

سیر الصحابہ ہفتم۔ ان صحابہ کے حالات جو
فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے ۔

(زیر طبع)

سیر الصحابیات۔ ازواج مطہرات
و بنات طاہرات کے حالات

قیمت :- عہ/

اسوۂ صحابہ اوّل۔ حضرات صحابہ کے عقائد و عبادات
و اخلاق و معاشرت کی تفصیل ۔ قیمت :- للعہ/

اسوۂ صحابہ دوم۔ صحابۂ کرام کے سیاسی و انتظامی
اور علمی کارنامون کی تفصیل ۔

قیمت :- للعہ/

"منیجر"

(طابع و ناشر صدیق احمد)